# مطالعه قرآنِ عليم كا منخب نضب بنشم حصة ششم

# نکات برائے درس و تدریس

المجمن خدّام القر آن سنده، کراچی (قر آن اکیڈمی) – رجسٹر ڈ قر آن اکیڈمی، خیابانِ راحت، در خثال، ڈیفنس، فیز ۷۱، کراچی فون نمبر:4-35340022 فیکس:35350393 ای میل: info@quranacademy.com ویب سائٹ:www.quranacademy.com

نام كتاب: منتخب نصاب-حصته ششم
نکات برائے درس و تدریس
طبع اوّل تاسوم (اكتوبر2013ء) 2050
طبع چېارم(جنوري 2015ء) 1000
زيرِا ہتمام انجمن خدّام القر آن سندھ، کراچی
مقام اشاعت قر آن اکیڈ می،55-DM، در خشاں،
ڈیفنس، <b>فی</b> زVI، کراچی
قیت/ <u>120</u> روپے

# انتساب

اُن باہمت حضرات وخوا تین کے نام جوالفاظِ قر آنی

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ (يونس158)

پریقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے اور حدیثِ نبوی صَلَّالِیْرِیِّمْ

خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْانَ وَعَلَّمَهُ ( بَارى )

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے د نیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں

آخرت کی اہدی کامیابی کے حصول کے لیے

ا پنی بہترین صلاحیتیں

قر آنِ کریم کے سکھنے اور سکھانے کے لیے وقف کر دیں۔

## فهرست

غارف سورة الحديد	.1
قصته اوّل: آیات 1 تا 6: ذات و صفاتِ باری تعالیٰ	.2
قصته دوم: آیات 7 تا 11: دین اسلام کے تقاضے	.3
قصته سوم: آیات 12 تا 15: دین کے تقاضے اور انجامِ آخرت	.4
قصتہ چہارم: آیات 16 تا 19: قربِ الہی کے حصول کا راستہ	.5
قصته پنجم: آیات 20 تا 24: حیاتِ دنیا اور اِس کے حوادث	.6
قصته ششم: آیت 25: تمام رسولوں کا مشن- نظام عدل کا قیام	.7
قصیہ ہفتم: آیات 26 تا 29: رہانیت- دین کے تقاضوں سے فرار کی راہ126	.8

#### حواله حساست:

- "مطالعه ُ قر آنِ حکیم کا منتخب نصاب" کتابی صورت میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کامتن اور ترجمه موجود ہے۔
- "مطالعه قرآنِ حكيم كا منتخب نصاب (مفصّل)" دو جلدول مين جس مين منتخب نصاب مين شامل تمام مقامات كامتن، ترجمه اور تفسير موجود ہے۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مختصر کیکن جامع دروس پر مشتمل الہدی سیریز کے 44 کیکچرز پر مشتمل MP3 سی ڈی۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 12 ویڈیو DVDs دوآڈیو MP3 سی ڈیز

# تعبارن سورة الحبديد

منتخب نصاب کا حصته ششم قرآنِ حکیم کی ایک مکمل سورۃ لینی سودۃ الحدیدہ 57 کے تفصیلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اِس سورۃ کے بارے میں قابلِ ذکر نکات حسبِ ذیل ہیں:

- 1. سودة الحديد 57 كى مدنى سورتول كے جھٹے گروپ كى دس مدنى سورتول ميں شامل ہے۔ إن سورتول ميں حسب ذيل خصوصيات ہيں:
- ان میں سے اکثر سور توں کا زمانہ تزول مدنی دور کا نصف ثانی ہے۔ اِس دور میں امتِ مسلمہ کی تشکیل ہو چکی تھی اور ایک مسلم معاشرہ وجود میں آچکا تھا، لہذا اِن سور توں میں خطاب صرف مسلمانوں سے ہے۔ کفار کا ذکر ضمنی طور پر ہے اور اُن میں سے خصوصًا اہل کتاب کا ذکر ہے بطورِ عبرت۔ اہل کتاب مسلمانوں سے قبل امت کے منصب پر فائز تھے لیکن اُن میں بعض ایسی اعتقادی اور عملی گمر اہیاں آگئیں جن کی وجہ سے اللہ اُن سے ناراض ہو گیا۔ اِن سور توں میں ہمیں دعوتِ غور و فکر دی جارہی ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ یہ گمر اہیاں کن کن راستوں سے آئیں اور پھر ہم اِن گمر اہیوں سے محفوط رہنے کی کوشش کریں۔
- ii. اِن سور توں میں ملامت اور جھنجھوڑنے کا انداز بہت نمایاں ہے۔ محسوس ہو تاہے کہ مجموعی اعتبار سے مسلمانوں کے جذبہ عمل میں کچھ کمی واقع ہور ہی ہے جس پر متوجہ کیا جارہا ہے جیسے:

وَمَا لَكُهُ لا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالرَّسُولُ يَكُ عُوْكُهُ لِتُؤْمِنُواْ بِرَبِّكُهُ (الحديد 8:5) "اور تمهيل كيا مو گيا ہے كه تم ايمان نہيل ركھتے الله پر جبكه رسول تمهيل دعوت دے رہے ہيل كه ايمان لاؤاسينے رب پر"۔

وَمَا لَكُمْ اللَّا تُنْفِقُواْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَيلَّهِ مِيْراَتُ السَّالُوتِ وَالْأَرْضِ (الحديد 10:57) "اور تمهيل كيا مواہے كه الله كے رست ميل خرچ نہيل كرتے حالانكه آسانوں اور زمين كى وراشت الله عى كى ہے "۔ اَكُهُ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اَمَنُوْاَ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمُ لِنِكِرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لُو لَا يَكُوْنُواْ كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتْبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَلُ فَقَسَتُ قُلُوبُهُمُ ل وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمُ فَلِي قُوْنَ ﴿ (الحديد 57: 16)

"کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ مومنوں کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اُس حق کے لیے جو نازل ہو چکا ہے اور وہ اُن کی طرح نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتابیں دی گئ تھیں، پھر اُن پر زمانہ طویل گزر گیا (غفلت میں) تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثر نافر مان ہیں "۔

يَاكَيُّهَا الَّذِيْنَ اَمَنُواْ لَا تَتَّخِنُ وَاعَلَّوِّى وَعَلَّوَّكُمْ اَوْلِيَآ تُلُقُوْنَ اِلَيْهِمُ الْكَوَّرُ الْمُعَنِّدَ الْمُلِيَّةِ تُلُقُونَ اللَّهِمُ الْمُوَدَّةِ وَقَلُ كَفُرُواْ بِمَاجَاءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ (المستعندة 1:60)

"مومنو! دوست نه بناؤمیرے اور اپنے دشمنوں کو، تم اُن کی طرف محبت کے پیغام سیجتے ہو جبکہ وہ کفر کر چکے ہیں اُس حق کاجو تمہارے پاس آ چکاہے "۔

يَايَّهُا الَّذِيْنَ امَنُوا لِمَ تَقُوْلُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۞ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ أَنْ تَقُوْلُوْ امَا لَا تَفْعَلُونَ ⊕ (الصّف 61 : 3-2)

"مومنو!تم الیی باتیں کیوں کہا کرتے ہوجو کیا نہیں کرتے؟ اللہ اِس بات سے سخت بیز ارہے کہ تم الی بات کہوجو کرونہیں"۔

جھنجھوڑنے کے اِس اسلوب کے ہم زیادہ مستحق ہیں اِس لیے کہ آج ہماری اکثریت کی عملی صورتِ حال اُس دور کے منافقین سے بھی زیادہ گئ گزری ہے۔

- iii. اِن سور توں میں اہم مضامین قرآن کے خلاصے بیان کیے گئے ہیں مثلاً ایمان کے موضوع پر تمام تعلیماتِ تمام تعلیماتِ قرآنی کا خلاصہ سود ڈائن کے دائن کا خلاصہ سود ڈائن کے خلاصہ سود کے خلاصہ سود ڈائن کے خلاصہ سود کے
- iv. اِن سور توں میں سے پانچ کا آغاز تسبیج باری تعالی سے ہوا ہے اور اِنہیں مسبحات کہا جاتا ہے۔ سودة الحدید 57 سودة الحشر 61 سودة الصف 61 کے آغاز میں ماضی کاصیغہ سَبَّحَ آیا

ہے اور سورہ جمعہ – سورۃ التغابن <sup>64</sup> کے آغاز میں مضارع کاصیغہ یُسَیِّحُ استعال ہوا ہے۔
سودۃ الحشر <sup>69</sup> اِس اعتبار سے منفر دہے کہ اِس کی پہلی اور آخری آیت میں تشیخ کابیان ہے۔
مذکورہ بالا خصوصیات کی وجہ سے مذکورہ بالا دس سور توں میں سے چھ سور تیں منتخب نصاب میں شامل
کی گئ ہیں۔ حصہ دوم میں سودۃ التغابن <sup>64</sup>، حصہ سوم میں سودۃ التحریم <sup>66</sup>، حصہ چہارم میں سودۃ الصف <sup>65</sup>، سودۃ المنافقون <sup>63</sup> اور حصہ ششم میں سودۃ الحدید <sup>57</sup> شامل ہے۔

2. سورہ حدید اِن تمام سور توں میں سب سے جامع سورۃ ہے کیونکہ یہ اُن تمام مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے جو بقیہ سور توں میں الگ الگ زیر بحث آئے ہیں۔ اِس سورۃ کا موضوع ہے" دین اسلام کے تقاضے"۔ہماری دین ذمہ داریوں کے حوالے سے قر آنِ حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ اِس سورہ مبارکہ میں جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔

3. مضامین کے اعتبار سے سورہ کدید کی آیات کا تجزید اِس طرح ہے:

- آیات 6 1: ذات وصفات باری تعالی
  - آیات 11 7: دین اسلام کے تقاضے
- آیات 15-12: دین کے تقاضے اور انجام آخرت
  - آیات 19 16: قرب الهی کے حصول کاراستہ
  - آیات 24 20: حیاتِ دنیااوراِس کے حوادث
- آیت 25: تمام رسولوں کامشن نظام عدل کا قیام
- آیات 29 26: رہبانیت دین کے تقاضوں سے فرار کی راہ



# سورة الحديد اوّل: آيات1 تا6 ذات وصفات بارى تعسالي

أَعُوْدُ بَاللَّهِ مِنَ الشَّيْطِي الرَّجِيْمِ ۞ بسُمِ اللهِ الرَّحْلِي الرَّحِيْمِ ۞ سَبَّحَ بِتَّاهِ مَا فِي السَّهٰوتِ وَ الْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْرُ الْحَكِيْمُ ۞ لَكُ مُلْكُ السَّهٰوتِ وَ الْأَرْضِ يُجْي وَ يُبِينُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِينُرٌ ۞ هُوَ الْإَوَّلُ وَالْاخِرُ وَ الطَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْدٌ ۞ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّلَوْتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّاةِ آيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوْي عَلَى الْعَرْشِ لَيُعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْارْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمُ أَيْنَ مَا كُنْتُهُ ۚ وَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ ۞ لَهُ مُلُكُ السَّلُوتِ وَ الْأَرْضِ ۚ وَ إِلَى اللهِ تُرْجَعُ الْأَمُورُ ۞ يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۗ وَ

# هُوَ عَلِيْمٌ بِنَاتِ الصُّلُودِ ٥

سورہ کھ بید کی ابتدائی چھ آیات معرفت ِخداوندی کے حصول کے لیے ایک بہت بڑا خزانہ ہیں۔ اِن چھ آیات میں ذات وصفات باری تعالیٰ کا بیان اعلیٰ ترین علمی سطح پر وارد ہواہے۔ قر آن حکیم پوری نوع انسانی کے لیے ہدایت بن کر نازل ہواہے۔ یہ عوام کے لیے بھی ہدایت ہے اور بڑے سے بڑے مفکر، فلفی اور دانشور کے لیے بھی۔ قرآنِ حکیم میں عوام الناس کی ہدایت کے لیے عام فہم انداز اختیار کیا جاتا ہے جبکہ ذہین اور صاحب فہم لوگوں (Intellectuals) کے لیے خفی اسلوب میں اشارات موجود ہیں جو اُن کی ذہنی رہنمائی کے لیے کفایت کرتے ہیں اور جن پر غور و فکر کے ذریعے ، وہ اپنی علمی و فکری الجینوں کور فع کر سکتے ہیں۔ عام فہم انداز میں توحید کابیان قر آنِ تحکیم میں بے شار مقامات ير اور مخلف اساليب سے ملتاہے، ليكن اپني بلند ترين سطح پريد مضمون إن چھ آياتِ مباركه میں زیر بحث آیاہے۔

#### آيت 1:

سَبَّحَ بِلَّهِ مَا فِي السَّلْوَةِ وَ الْأَرْضِ . . . پاک بیان کی الله کی ہر اُس شے نے جو آسانوں اور زمین میں ہے . . . وَهُو الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۞ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

- یہ آیت سورۃ کی پر شکوہ تمہید ہے جو بیان کر رہی ہے کہ اے مسلمانو! ایک ایسا خالق تم سے خاطب ہے جس کی تسبیح ارض و ساء کی ہر شے کر رہی ہے۔ وہ پوری طرح سے غالب اور کمالِ حکمت والا ہے۔
- سَبَّحَ يُشَبِحُ كے لغوى معنى ہيں تير اناليعنى كسى شے كو اُس كے اصل مقام پر بر قرار ركھنا اور اصطلاحی معنی ہیں پاكی بیان كرنا۔ تشہیج بارى تعالى سے مر اد اِس حقیقت كو بیان كرناہے كہ اللہ ہر كى، ہر عیب، ہر نقص، ہر احتیاح اور ہر كمزورى سے پاك ہے۔ بیہ شان صرف اللہ كی ہے لہذا تشہیج كے ذريعہ ہم اللہ كے اُس مقام پر ہونے كا قرار كرتے ہیں جہاں اُس كا كو كى ساحي نہيں۔
- لفظ "مَا " كے استعال سے "كل مكان (Space)" كا احاطہ كيا گيا ہے۔ إى طرح ان مدنی سور توں میں تین بار ماضی كاصیغہ سَبَّح (سورهٔ حدید، سورهٔ حشر، سورهٔ صف كے آغاز میں) اور تین ہی بار مضارع كاصیغہ یُسَبِّح (سورهٔ جعہ و سورهٔ تغابن كے آغازاور سورهٔ حشر كے آخر میں) استعال كر كے "كل زمان (Time)" كا احاطہ كيا گيا ہے۔ گويا ہر وقت اور ہر جگہ كائنات میں ہر شے اللہ كی تسبیح كرتی رہی ہے، كرر ہی ہے اور كرتی رہے گی۔
- کائنات کی ہر شے اللہ کی تنبیج کررہی ہے سے مرادیہ ہے کہ جس شے پر بھی غور کیا جائے وہ اپنے وجو دسے اپنے خالق کی صناعی و کاریگری کی خوبی و مہارت کا شاہ کار نظر آتی ہے۔ مشرق سے ابھر تاہواسورج، چیکتے ہوئے چاند اور ستارے، وسیع و عریض آسان و زمین، اونچے اونچے پہاڑ، برستی ہوئی بارشیں، ٹھا ٹھیں مارتے سمندر، بہتے ہوئے دریا، چلتی ہوئی ٹھنڈی اور گرم ہوائیں، موسموں کے تغیر و تبدل، رات اور دن کا الٹ بھیر، لہلہاتی ہوئی کھیتیاں، گھنے باغات، طرح طرح کے پرندے، حیوانات اور حشرات ایک عظیم خالق، باری اور مصور کی تصویر گری کا کمال پیش کررہے ہیں۔ بقول اقبال:

## کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کوذرادیکھ

ہر شے اپنی ذات سے اللہ کے کمالات کا اظہار کررہی ہے اور اپنے وجو دسے اُس کے ہر نقص سے بری اور ہر عیب سے پاک ہونے کا اعلان کررہی ہے۔ اِن مظاہر فطرت پر غور ہمارے لیے معرفت خداوندی کے حصول کا کیاخوب ذریعہ ہے!

کائنات کی ہر شے زبانِ حال ہے اپنے خالق کی صناعی اور کمالِ تخلیق کا اعلان تو کرہی رہی ہے لیکن اُسے اللہ نے قوتِ گویائی بھی دی ہے جس سے وہ شہیج حالی کے ساتھ ساتھ تسبیج قولی بھی کررہی ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوُ السَّبُعُ وَ الْأَرْضُ وَ مَنْ فِيهُونَ الْوَلْقُ وَ إِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمُٰكِ السَّبُعُ وَ الْأَرْضُ وَ مَنْ فِيهُونَ الْمَاسِرِ الْمَيلِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ ا

(مخلو قات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اُس کے شکر کے ساتھ تشبیج کرتی ہے لیکن تم اُن کی تشبیج کو نہیں سبچھتے "۔

اِس آیت میں اللہ کی دوصفات عزیز اور تھیم بیان ہوئی ہیں۔ عزیز کی صفت اللہ تعالیٰ کے اختیارِ مطلق کو ظاہر کرتی ہے لینی اللہ جو چاہے کر گزر تا ہے۔ وہ کل اختیار کا مالک ہے اور اُس کی مرضی کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اللہ کی بیصفت قرآنِ علیم میں اکثر صفت ِ حکیم کے ساتھ آتی ہے۔ اِس کی وجہ بیہ ہے کہ دنیا میں ہمارا تصور بیہ ہے کہ جہاں اختیار زیادہ ہو تا ہے وہاں اُس کے غیر عادلانہ استعال کا امکان بھی زیادہ ہو تا ہے۔ چنانچہ بولیٹکل سائنس میں بیہ بات ایک اصول کی حیثیت سے مانی جاتی ہے کہ:

#### Authority tends to corrupt

and absolute authority corrupts absolutely.

الله کی صفت عزیز کے ساتھ صفت ِ حکیم کا آنا ظاہر کر تا ہے کہ اللہ اپنے اختیارات کو حکمت کے ساتھ استعال فرما تا ہے اور کسی پر کوئی ظلم نہیں فرما تا۔ اِس ضمن میں یہ احتیاط البتہ پیشِ نظر رہنی چاہئے کہ یوں نہ کہا جائے کہ اُس کا اختیار حکمت کے تحت استعال ہو تا ہے۔ اللہ جیسے اپنی

ذات میں مطلق ہے ویسے ہی اُس کی تمام صفات بھی مطلق ہیں۔اُس کی کوئی صفت دوسری صفت کے تابع نہیں۔اُس کا اختیار مطلق ہے اور اُس کی حکمت بھی مطلق ہے۔ لہذا "اختیارات کا استعال حکمت کے ساتھ"کے الفاظ زیادہ صحیح اور محفوظ ہیں۔

#### آيت2:

لَهُ مُلُكُ السَّلْوِي وَ الْأَرْضِ \* . . أَس كَ لِيهِ بِهِ ادشابت آسانوں اور زمین كی . . . يُعْبِي وَ يُعِينَتُ \* . . . وهُ وَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِينُو ۚ واور وه هر چيزير قادر بـــ . . . وهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِينُو ۚ واور وه هر چيزير قادر بـــ ـ

کے مُلْکُ السَّہٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ کے الفاظ دو معنی ظاہر کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ آسانوں اور زمین کی بادشاہی کا حق اللہ ہی کو پنچتاہے اور دو سرے یہ کہ فی الواقع بھی یہاں اللہ ہی کی بادشاہی اور حکم انی ہے۔ جدید اصطلاحات میں یوں کہیں گے کہ "De facto" بھی وہی بادشاہ ہے اور "De Jure" بھی اُسی کی بادشاہی ہے۔ اللہ ہی کویہ حق پہنچتا ہے کہ وہ یہاں حکم انی کرے۔ سودۃ الاحداف آتیت 54 میں فرمایا گیا کہ اُلا کَهُ الْحَاثُقُ وَ الْاَمُورُ ..." تخلیق اُس کی ہے لہٰذا حکم بھی اُسی کا چلے گا"۔ کا ننات اُس نے پیدا کی ہے چنانچہ اُسی کی مرضی اور اُسی کا اختیار یہاں جاری وساری ہے۔ اللہ کے سواکسی اور کو بادشاہ یا حاکم ماننا ایک بہت بڑا شرک ہے۔ بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، بقول اقبال:

سروری زیبافقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے حکمر اں ہے اِک وہی، باقی بتانِ آزری!

پہلے اِس شرک کا ارتکاب ایک شخص فرعون کی صورت میں کرتا تھاجب وہ حاکمیت کا دعویٰ کرتا تھا کہ اُنَا کر آبگر اُلا کا گیا۔ اب اسلی علی اسلی ہوں تمہاراسب سے بڑارب" (الناذعات 24:<sup>79</sup>)۔ اب انسانی حاکمیت (Human sovereignty)، نظری طور پرعوامی حاکمیت sovereignty) انسانی حاکمیت sovereignty میں تبدیل ہو چکی ہے۔ گویا وہ شوں گندگی جو پہلے ایک شخص کے سر پر تھی، اب تولہ تولہ ماشہ ماشہ عام آدمی کو بھی پہنچادی گئی ہے۔ اسلام کے نزدیک حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ لکا مُملُكُ السَّہٰ اِن وَ الْاَرْضِ كَا مَفْہُوم ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حکومت کا حق صرف اللہ کی ہے۔ اور بالفعل بھی وہی حاکم ہے۔

- اِس کا ننات میں اصل اختیار تواللہ ہی کے پاس ہے لیکن اُس نے امتحان کے لیے ہمیں معمولی سا اختیار دے دیا ہے۔ ہمارا یہ اختیار نہایت محدود ہے کیونکہ ہمارے اپنے وجود پر بھی اکثر و بیشتر اللہ ہی کا حکم جاری و ساری ہے۔ ہمارے دل کی حرکت، ہمارے جسم میں خون کی گردش، ہمارے جسم پر بالوں کی افزائش و غیرہ ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ ہی کے قانون کے تابع ہمارے جسم پر بالوں کی افزائش و غیرہ ہمارے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ ہی کے قانون کے تابع ہمارے داست اور وا ہے اللہ نے انسان کوایک ذراسا اختیار دینے کے بعد آزادی دی کہ اِلمّا شَاکِراً وَ اِلمّا کُوْوراً وَاللّٰہ کا شکر گزار بن کر رہے اور چاہے ناشکری کی روش اختیار انسان کی وہ گانٹھ ہے کہ اِس کولے کراگر کوئی پنساری بن بیٹھے تو بن جائے لیکن رونِ قیامت یہ اختیار ، افتدار ، فرعونیت اور قارونیت سب طشت ازبام ہوجائے گی۔ معلوم ہو گا کہ قیامت یہ اختیار ، افتدار ، فرعونیت اور قارونیت سب طشت ازبام ہوجائے گی۔ معلوم ہو گا کہ وَ مَا لَمْنِ وَ اَلَّٰ اللّٰہ کَا قَالُ اللّٰہ کَا اللّٰہ کَا اللہ کُورا مہ میں مختلف لوگوں کو عارضی طور پر مختلف کر دار دے دیئے گئے شے ایک ڈرامہ "۔ اِس ڈرامہ میں مختلف لوگوں کو عارضی طور پر مختلف کر دار دے دیئے گئے شے جن کاحقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔
- آیت کے اگلے حصہ میں فرمایایہ کی و یُبینی "وبی زندہ رکھتا ہے اور وبی موت دیتا ہے "۔ آیت کا یہ حصہ اُس گر ابی کا ازالہ کرتا ہے جس کا ذکر سور ۱۶ بجاثید ق<sup>45</sup> آیت 24 میں یوں کیا گیا کہ ما چی الآ حیّاتیا اللہ نیا نُدونہ و نَحیّا "نہیں ہے کوئی زندگی سوائے اِس دنیا کی زندگی کے ، ہم فود مرتے ہیں، خود جیتے ہیں "۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حیات و موت کا سلسلہ از خود نہیں چل رہا بلکہ یہ اللہ کے حکم کے تحت ہے۔ سود آن عبر ان³ آیت 145 میں فرمایا گیا و مَا کان لینفیس اَنْ تَدُونُونَ الله کِ کَتْبُونُ الله کِ کُونُون الله کِ کُون الله کِ حَد ہو کے بیان وقت ہے کہ عام ہوا"۔ یہ مادّہ پر سانہ فطر یہ ہے کہ ہم خود سے زندہ ہیں اور ہم خود ہی مرتے ہیں جبکہ اللہ پر ایمان اور اُس کی معرفت کا مظہر یہ یقین ہے کہ اللہ ہی ہمیں زندہ رکھے ہوئے ہے اور وہی ہمیں موت دے گا۔ ہم اگر موت سے فرار اختیار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے اور اگر خود سے مرنا چاہیں تو نہیں مرسکتے جب موت سے فرار اختیار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے اور اگر خود سے مرنا چاہیں تو نہیں مرسکتے جب مرنا چاہیں تو نہیں مرسکتے جب میں اللہ کا حکم نہ ہو۔

- آگے فرمایا وَ هُو عَلَیٰ کُلِّ شَکَیْ وَ قَرِیْرٌ "اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ یہ الفاظ قر آنِ مجید میں کئی بار
  آئے ہیں۔ اِن الفاظ کے ذریعہ اللہ نے کفار کے اِس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ کیسے ممکن ہے
  کہ جب ہم مر جائیں اور ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو کر چورا چورا ہو جائیں تو ہمیں دوبارہ زندہ کیا
  جائے۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے یعنی جب وہ نطفہ سے مکمل انسان بناسکتا ہے تو بوسیدہ ہڈیوں سے
  دوبارہ زندہ کرنے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔
- علیٰ کُلِنِّ شَکَیْءِ قَارِیْرٌ میں لفظ "کُل" اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اعتبار سے ہمارے لیے پناہ گاہ ہے۔
   جہاں تک اللہ کی معرفت کا معاملہ ہے تو ہم اللہ کی ذات کا ادراک تو کر ہی نہیں سکتے۔ حضرت ابو بکر صدیق ڈلائنیڈ کے الفاظ ہیں:

ٱلْعِجْزُعَنْ دَرْكِ النَّاتِ إِدْرَاكُ

"الله كي ذات كے ادراك سے عاجز ہونے كااحساس ہى ادراك ہے"

حضرت على وللنائي في إس يركيا خوب اضافه فرمايا:

وَالْبَحْثُ عَنْ كُنْهِ النَّاتِ إِشْهَاكُ

"الله كي ذات كے بارے میں كھوج كريد كرناشرك ہے"

ہمیں اللہ کی معرفت صرف صفات کے حوالے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔البتہ اُس کی صفات کی بھی اصل کیفیت (Quality) اور کمیت (Quantity) ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ سمیع یعنی سننے والا ہے، لیکن وہ کسے سنتا ہے؟ کتنا سمیع ہے؟ ہم نہیں جان سکتے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ قدیر ہے، لیکن کتنا قادر ہے؟ اِس کا احاطہ کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ لفظ "کُل" ہمارے لیے عافیت کا ذریعہ ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے، وہ ہر شے یہ گود کھنے والا ہے۔ ہم ہر شے پر گواہ ہے، وہ ہر شے سے باخبر ہے اور وہ ہر شے کود کھنے والا ہے۔

#### آیت3:

هُوَ الْأَوَّلُ وَ الْاَحِدُ وَ الطَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ مِن وَى بِهِلا اور آخرى اور ظاہر اور پوشیدہ ... وَهُوَ بِكُلِّ ثَنَىٰءٍ عَلِيْدُ ۞ اور وہ ہر چیز کوخوب جاننے والاہے۔ اس آیت میں الله کی چار صفات بیان ہوئی ہیں۔ اُلاکو اُن - "وہ ہستی جو سب سے پہلے ہو"۔ اُلا اِخرا - "وہ ہستی جو بالکل نمایاں ہو" یا"وہ ہستی جو غالب اور جھائی ہوئی ہو":

معمور ہورہا ہے عالم میں نور تیرا ازمہ تابہ ماہی سب ہے ظہور تیرا اَلْبَاطِنُ – "وہ ہستی جو مخفی ہے اور جس کی حقیقت کو کوئی نہیں جان سکتا": ر دائے لالہ و گُل پر دہُ مہ و الجُم جہاں جہاں وہ چھے ہیں، عجیب عالم ہے!

سورہ حدید کی یہ تیسری آیت قرآنِ حکیم کے مشکل ترین مقامات میں سے ایک ہے۔ اِس آیت میں پہلی صفت اَلاَ اِن اُن ہوئی ہے جوبظاہر دوسری صفت اَلاَ اِن کی ضد ہے۔ اِسی طرح تیسری صفت اَلفًا هِرُہ ہے جوبظاہر چو تھی صفت اَلْبَاطِنُ کی ضد ہے۔ ویسے تو اللہ کی اور صفات بھی باہم مضاد ہیں جیسے وہ اَللہ اِن اور صفات بھی ہاہم مضاد ہیں جیسے وہ اَللہ اِن اُن کا بیک وقت ایک ذات میں ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن اِس آیت میں جوصفات میں ہونا ہارے ناقص فہم میں آنانا ممکن ہے۔ پھر یہ ایان ہوئی ہیں اُن کا بیک وقت کسی ذات میں جمع ہونا ہارے ناقص فہم میں آنانا ممکن ہے۔ پھر یہ آیت قرآنِ حکیم کا واحد مقام ہے جہاں اللہ کی صفات کے در میان حرفِ عطف "و" آیا ہے۔ گویا حتی انداز سے واضح کیا گیا کہ اللہ تعالی بیک وقت اُلاَدِّ لَ بھی ہے اور اَلْاِخِی بھی اَلْقَاهِر بھی ہے اور اَلْاِخِی بھی اَللّٰاهِر بھی کے اور اَلْاِخِی بھی اَللّٰهِ کی صفات کے در میان حرفِ عطف "و" آیا ہے۔ گویا حتی انداز سے واضح کیا گیا کہ اللہ تعالی بیک وقت اُلاَدِّ لَ بھی ہے اور اَلْاِخِی بھی اَللّٰهِ کی منازی بھی الله کی منازی بھی الله کی منازی بھی اللہ کی منازی بھی اللہ کی منازی بھی ہیں امام رازی بھی اللہ کے تاثر ات ہے ہیں کی اور اَلٰہ اُلٰہ کی اللہ کی بارے میں امام رازی بھی اللہ کی تاثر ات ہے ہیں کے بارے میں امام رازی بھی اللہ کی تاثر ات ہے ہیں کے بارے میں امام رازی بھی اللہ کی تاثر ات ہیہ ہیں کے:

اِعْكُمُ أَنَّ هٰنَا الْمَقَامَر مَقَاهُر غَامِضٌ عَبِيْقٌ مُهِيْبٌ (ا) "جان لو كه يه مقام برامشكل، گهرا، لرزادين والامقام ہے"۔

<sup>(</sup>۱) تفسيرالرازي،سورة الحديد آيت

ایک عام سطح کا ذہن رکھنے والے کے لیے نبی اکرم سکی ٹیٹٹر نے اِس آیت کے فہم کو اپنی ایک مناطق میں اِن الفاظ کے ذریعہ آسان فرمادیا:

اَللَّهُ مَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ هَٰى عُ، وَانْتَ اللَّحِرُ فَلَيْسَ بَعُرَاهَ هَٰى عُ، وَاَنْتَ اللَّهُمَّ اَنْتَ اللَّهُ مَّ اَنْتَ اللَّهُ مَّ اَنْتَ اللَّهُ مَّ اَنْتَ اللَّهُ مَا اللَّهُ اللَّهُ مَا عُرَالُهُ اللَّهُ عَلَيْسَ دُوْنَكَ هَٰى عُ(ا)
"اے اللّٰد! تو وہ پہلا ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہیں تھا، تو وہ آخر ہے کہ جس کے بعد کچھ نہیں، تو وہ ظاہر اور غالب ہے کہ جس کے اوپر کچھ نہیں اور تو وہ مُخْفَى ہے کہ تجھ سے پرے اور تجھ سے زیادہ مُخْفَى اور کوئى نہیں"۔

- اِس آیت میں غوروفکر کرنے والوں کے لیے اللہ کی معرفت کے حصول کا عکیمانہ نکتہ پوشیدہ ہے۔ اِس نکتہ تک رسائی سے قبل یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ ایک عام آدمی کے لیے معرفت اللہ کی کے حوالے سے اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ ہی اُس کا اور کا نئات کی ہر شے کا خالق ہے۔ پھر اُس خالق کی صفاتِ کمال کا ایک اجمالی علم حاصل ہو جائے۔ اِس کے بعد معاملہ عمل کا ہے کہ اُس کی اطاعت کرو، اُس کے سامنے سر جھکاؤ، اُس سے دُعاکر واور اُس سے محبت کرو۔ یہ معاملہ ہے ایک الیے انسان کا جو عام عقلی سطح کا عامل ہے۔ البتہ جولوگ غورو فکر کرنے والے معاملہ ہے ایک ایسے انسان کا جو عام عقلی سطح کا عامل ہے۔ البتہ جولوگ غورو فکر کرنے والے ہوتے ہیں اور فطری طور پر ایک شدید علمی پیاس اُن کے اندر موجود ہوتی ہے، وہ خالق کے وجود اور مخلوق سے اُس کے تعلق کی نوعیت جاننے کے لیے خود کو بے چین پاتے ہیں۔ ایسے وجود اور مخلوق سے اُس کے تعلق کی نوعیت جاننے کے لیے خود کو بے چین پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بے چینی دور کرنے کے لیے تسکین کا سامان بھی اِس آیت میں موجود ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم ھُدًی لِلنّاس ہے اور اِس میں ہر ذہنی سطح کے انسان کے لیے ہدایت موجود ہے۔
- خالق و مخلوق کے باہمی تعلق کو علم الکلام کی اصطلاح میں "ربط الحادث بالقدیم" سے تجیر کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت توسب کے نزدیک مسلّم ہے کہ کائنات بغیر کسی پیدا کرنے والے کے وجود میں نہیں آئی۔مشکل مسلہ یہ ہے کہ خالق و مخلوق کا باہمی تعلق کیا ہے؟ آیا خالق و مخلوق کے

<sup>()</sup> صعيىمسلم،كتاباللِّاكُرِوَاللُّعَاءِوَالتَّوْبَةِوَالِاسْتِغْفَارِ،بابمَا يَقُولُ عِنْدَالنَّوْمِروَأَخْدِالْمَضْجَعِ، عَنابى هريرة الْمُنْتَوَّ

- مابین کوئی شویت یادوئی ہے کہ خالق کو جدا سمجھا جائے اور مخلوق کو جدایا یہ کہ اِن کے مابین کوئی اور تعلق ہے؟ پھر اگر کچھ اور تعلق ہے تووہ کیا ہے؟
- خالق و مخلوق کے باہمی تعلق کے حوالے سے پہلا فلسفیانہ تصور تویہ پیش کیا گیا کہ جس طرح کسی
  بڑھئی نے لکڑی سے کرسی بنادی، اِسی طرح خالق نے مادہ سے کا نئات کی مختلف اشیاء بنادیں۔ یہ
  تصور خالق اور مادہ دونوں کو قدیم مانتا ہے لیعنی خالق کے ساتھ ساتھ مادہ بھی شروع سے موجو دھا
  جس سے خالق نے یہ کا نئات بنائی۔ اِس اعتبار سے یہ تصور ایک گر اہی ہے اور شرک کی ایک
  صورت ہے۔
- ایک دوسر افلسفیانہ تصور یہ بیان کیا گیا کہ کہ خالق و مخلوق کا باہمی تعلق اِسی نوعیت کا ہے جیسے برف پھل کر پانی بن جائے۔ اب برف کو تلاش کرنا کہ وہ کہاں ہے، ایک بے معنی ہی بات ہے۔ وہ برف اب کہبیں نہیں ہے بلکہ یہ پانی ہی برف ہے۔ اِسی طرح خالق نے خود تحلیل ہو کر کا نئات کی شکل اختیار کرلی ہے۔ یہ نظر یہ ہمہ اوست (Pantheism) کہلاتا ہے جو شرک فی الذات کی بدترین صورت ہے۔ اِس نظر یہ کی رُوسے ہر شے الوہیت کی حامل بن جاتی فی الذات کی بدترین صورت ہے۔ اِس نظر یہ کی رُوسے ہر شے الوہیت کی حامل بن جاتی ہے۔ ایک گر اہ کن نظر یہ حلول و اتحاد کا بھی ہے کہ جیسے پانی میں شکر گھل جاتی ہے اور شکر کا علیحہ ہوجاتا ہے اِسی طرح خالق اِسی کا نئات میں یا کسی انسان میں حلول کر گیا ہے۔ یہ علیحہ ہوجود ختم ہوجاتا ہے اِسی طرح خالق اِسی کا نئات میں یا کسی انسان میں حلول کر گیا ہے۔ یہ سب گر اہی کی صور تیں ہیں:

حلول و اتحاد این جا محال است که دروحدت دوئی، عین ضلال است

خالق و مخلوق کے تعلق کے ضمن میں یہ مختلف تصورات دنیا میں رہے ہیں۔ سوچنے والے بہر حال سوچنے پر مجبور تھے۔ یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ انہیں سوچنا نہیں چاہیئے تھا۔ یہ بات اُن لوگوں کے لیے تو صحیح ہے کہ جن کے ذہن میں وہ سوال پیداہی نہیں ہوا۔ جے پیاس لگی ہی نہ ہو اس کا معاملہ مختلف ہوگا، لیکن جے لگ گئ ہو اُسے تو اب پانی تلاش کرنا ہوگا۔ چنانچہ جن لوگوں کے ذہنوں میں یہ مسائل کلبلارہے ہوں، جولوگ فلسفیانہ مزاج کے حامل ہوں اور جن کی افراد طبع یہ ہوکہ وہ ہرشے کی حقیقت کو جاننا چاہے ہوں:

## اے اہلِ نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن جوشے کی حقیقت کونہ دیکھے وہ نظر کیا

وہ اِن مسائل پر غور و فکر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور خود کو اِس معاملے میں بے بس پاتے ہیں۔ جن کے ذہن حقائق الاشیاء تک پہنچنے کے لیے بیتاب ہوتے ہیں، وہ یہ جاننے کے لیے خود کو مجبوریاتے ہیں کہ خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے مابین تعلق کی نوعیت کیاہے؟

- خالق ومخلوق کے تعلق کی نوعیت کو سمجھنے کے لیے بے چین لو گوں کے اطمینان کے لیے ضروری ہے کہ اُن کے ذہنول میں اُٹھنے والے سوالات کا جواب دیا جائے۔ جن مسلمان متکلمین نے ایبا کیا اُن میں سب سے پہلے نمایاں شخصیت شیخ محی الدین ابنِ عربی عظیمیت کی ہے۔ اِبنِ عربی عیث نے وجودِ باری تعالیٰ کو سمجھانے کے لیے فلسفہ کو صدت الوجود پیش کیا۔ اِس فلسفہ کے مطابق وجو دِ حقیقی صرف اللہ ہی کا ہے۔ اِس وجو د نے جب تعین کی شکلیں اختیار کیں تو مختلف وجو د ظہور میں آ گئے اور اِن میں اور اُس وجو دِ مطلق میں ایک اعتباری پانسبت کے اعتبار سے مغائرت پیدا ہوگئی۔ بیہ صرف تعینات کا پر دہ ہے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے ماہیت وجود صرف ایک ہی ہے۔ یہ فلسفہ اِس قدر دقیق ہے اوراس کی تعبیر کا معاملہ اتنامشکل ہے کہ اِس کے لیے جو بھی الفاظ اختیار کئے جائیں وہ کچھ یوں تلوار کی دھار پر چلنے کی مانند ہیں کہ ذرااد ھر ہوں تومعاملہ ہمہ اوست کا بن جا تاہے۔ ہمہ اوست اور وحدت الوجو د کے نظریات میں بنیادی فرق میر ہے کہ ہمہ اوست کے نظریہ میں مخلو قات کے وجود کو حقیقی ماناجاتا ہے جبکہ وحدت الوجود کے فلیفہ میں حقیقی وجو د صرف الله تعالیٰ کا تسلیم کیاجا تاہے۔ صرف ظاہری طور یر صورت رہے کہ ثنویت سامنے آتی ہے یعنی خالق اور ہے مخلوق اور ہے،عبد اور ہے معبود
- شیخ احمد سر ہندی عید نے وحدت الشہود کا فلسفہ پیش کر کے فلسفہ وحدت الوجود کو زیادہ مختاط اور عام فہم کر دیا اور خطرات سے بہت حد تک بچا دیا۔ اُنہوں نے خالق و مخلوق کے ربط کو یوں بیان کیا کہ وجود تو در حقیقت ہے صرف ذات ِباری تعالیٰ کا۔ مخلو قات، اِس وجود حقیقی کا سامیہ یا عکس ہیں اور سائے یا عکس کا کوئی مستقل وجود نہیں ہوتا:

کُلُّ مَافِی الْکُوْنِ وَهُمٌّ اُوْ خِیال اَوْ عَکُوْش فِی الْمَرَایا اَوْ ظِلال جو کچھ جہان میں ہے وہ کوئی وہم یا خیال ہے یا کسی آئینہ میں عکس ہے یا ساسہ ہے

غالب نے اِسی تصور کو بوں بیان کیا:

ہتی کے مت فریب میں آ جائیواسد عالم تمام حلقہ کرام خیال ہے!

فلسفه و حدت الشہود کو سمجھانے کے لیے شخ احمد سر ہندی تُرُدُاللَّهُ نے ایک بہترین تشبیه اختیار کی کہ ایک لکڑی کے سرے پر کپڑا باندھ کر اُس میں تیل ڈال کر آگ لگا دی جائے۔ ایک شعله جوالہ وجو دمیں آجائے گا۔ اب اگر اِس لکڑی کو تیزی کے ساتھ دائرے میں حرکت دی جائے تو ایک آتی دائرہ نظر آرہاہے، محسوس ہورہاہے، مشہودہے لیکن فی الواقع موجود نہیں:

لو شمع حقیقت کی ، اپن ہی جگہ پر ہے فانوس کی حرکت ہے ، کیا کیا نظر آتا ہے

یہ ہے مثال اِس کا ئنات کی، اِس سلسلہ موجودات اور کون و مکال کی۔ کا ئنات اور اس میں بے شار مخلو قات نظر آتی ہیں، محسوس ہوتی ہیں، مشہود ہیں لیکن اِن کا وجود نہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ احمد سر ہندی مُنِیْنِیْ فرماتے ہیں:

ایں از صنعت ِباری تعالیٰ است کہ معدوم را موجو د می نمایند " یہ اللّٰہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اُس نے معدوم کوموجو د کرکے د کھایا"۔

• لوگوں کو مغالطہ ہے کہ شاید شیخ احمد سر ہندی تی این عربی تو اللہ کے فلسفہ وحدت الوجود کو گراہی سیجھتے ہیں۔ اُنہوں نے اختلاف کیا ہے لیکن اپنے مکتوبات میں ایک جگہ اعتراف کرتے ہیں کہ:

- "میں اُس کے دستر خوان کے جھوٹے گئڑے کھانے والوں میں سے ہوں"۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللّٰہ دہلوی تحصیٰ اللّٰہ نے اپنے مشہور مکتوبِ مدنی میں تحریر فرمایا ہے کہ
- ابن عربی عشلیہ کے فلسفہ کو حدت الوجود اور شیخ احمد سر ہندی عیداللہ کے فلسفہ کو حدت الشہود میں صرف ایک تعبیر کا فرق ہے ورنہ بنیادی تصور ایک ہی ہے۔
- مولاناسید مناظر احسن گیلانی عُیشتهٔ نے اپنی تصنیف "الدِّینُ القیّم" میں ایک مثال کے ذریعہ
  اِس مسکلے کو بہت آسان بنادیا ہے۔ آپ تصور کیجئے اپنے ذہن میں کسی عمارت کا۔ یہ تصور آپ

  کے ذہن کی تخلیق ہے۔ آپ کے ذہن میں قائم ہے اور آپ کی توجہ پر اِس کا دارو مدار ہے۔ ذرا
  توجہ ہٹ جائے تو اُس کا کوئی وجود نہیں۔ آپ اپنے تصور میں قائم تخلیق کے اوپر بھی ہیں اور
  ینچ بھی۔ دائیں بھی ہیں بائیں بھی۔ باہر بھی ہیں اندر بھی ہیں۔ آپ ہی آپ بیں۔ آپ کے بغیر
  اُس تخلیق کا کا کوئی حقیقی وجود علیحہ ہے نہیں ہے۔ بالکل یہی تمثیل ہے اللہ کی اور اُس کی تخلیق
  کردہ کا نئات کی۔ اِس تمثیل پر یہ الفاظ کتنے صادق آتے ہیں کہ "ہم جس میں بس رہے ہیں وہ
  دنیاتم ہی توہو"۔ یہ ساراسلسلہ ہمارے چاروں طرف، ہمارے اوپر ، ہمارے انچے ، ہمارے اندر ،
  ہمارے باہر ، یہ سب پچھ وجو دِ باری تعالی ہی تو ہے۔ اِس کا نئات میں ہم ہو سکتا ہے۔ اُس کی
  جمارے باہر ، یہ سب پچھ وجو دِ باری تعالی ہی تو ہے۔ اِس کا نئات میں ہمی ہو سکتا ہے۔ اُس کی
  تجالیات کا ظہور کسی خاص Time & Space Complex میں بھی ہو سکتا ہے۔ اُس کی
  تک ذات باری تعالی کا تعلق ہے ہو اُل وَالْ خُولُ وَ الْالْخِدُ وَ الظّاهِدُ وَ الْبُاطِنُ "وہی اوّل ہے ، وہی اور اُن متعین طافر کے ، وہی باطن" ، بس وہ ہی وہ کو وہ کے وہی وہی وہ ہے۔ اُس کہ تحدین طافر سے ، وہی باطن" ، بس وہ ہی وہ کے ۔
- ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاَحِرُ وَ الطَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ مِیں اول و آخر کی صفات سے زمان (Time) کا احاطہ ہورہا ہے۔ اِس سلسلہ کون و مکان کا اول بھی اللہ ہے آخر بھی وہی ہے۔ اول وآخر کے الفاظ زمانِ مسلسل کی دو انتہاؤں کو بیان کر رہے ہیں۔ اِن دوانتہاؤں کے مابین مکان (Space) کا بھیلاؤ ہے۔ اِس پھیلاؤ ہم بھی اللہ ہے اور باطن بھی وہی ہے۔ معلوم ہوابس وہی وہ ہے۔ بیہ ہے وہ مقام جس کو تعبیر کیا صوفیانے کہ کراللة اِلَّا اللهُ کا مفہوم ہے کا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللهُ ۔ "کوئی موجود نہیں سوائے اللہ کے "۔

- ھُو اَلْاَؤُلُ وَ اَلْاَخِرُ وَ الطَّاهِرُ وَ اَلْبَاطِنُ كَامنْهُوم سَجِحَتَ كَ بِعد وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءَ عَلَيْهُ كَامنْهُوم خود بخود واضح ہو گیا۔ جب وہی وہ ہے تو کسی شے سے اُس کی بے خبر ی کا کیا سوال؟ وہ ہرشے کا علم رکھتا ہے۔ جب وہ ہر آن اور ہر جگہ موجود ہے تو کسی درجہ میں بھی کہیں کوئی وسوسہ، کوئی خیال، کوئی گمان، کوئی مغالطہ، کوئی احساس وارد نہ ہو کہ کوئی شے اُس کے علم میں نہیں۔ وَ هُو بِکُلِّ شَیْءَ عَلَیْهُ ۔ یہاں پھر دیکھئے کہ وہی لفظ کل ہے اور اِسی لفظ کل کے حوالے سے اللہ تعالی کی صفت علم کا بھی بیان ہور ہاہے کہ اللہ ہر شے کا علم رکھتا ہے خواہ ہمیں اِس کا شعور وادراک ہو یانہ ہو۔
- ہوت سے فلسفی اِس بات پر متفق ہیں کہ اللہ عالم کُلیات ہے عالم جزئیات نہیں۔ بڑے بڑے قانون اور ضوابط تو اُس کے علم میں ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی تفصیلات سے اُسے کوئی دلچیں نہیں۔وہ تو اپنی ذات میں مگن ہے۔ قر آن اِس گر اہی کی نفی بار بار اِن الفاظ سے کر تا ہے کہ و هُوَ بِکِلِّ شَکَیْءِ عَلِیْمُرُ۔
- تقدیر پر ایمان اللہ کی اِن دوصفات یعنی علی کُلِّ شَکَيءٍ قَلِ یُرُّ اور بِکُلِّ شَکَيءٍ عَلِیمٌ کومانے کامنطق تیجہ ہے۔ اللہ تعالی ہر چیز پر قادرہے۔ مخلوقات میں سے کسی کے بس میں نہیں کہ بغیر اُس کی

اجازت کے محض اپنے اراد ہے سے پچھ کر سکے۔ ہم جو پچھ کرتے ہیں وہ اللہ کے اذن اور اُس کی تو فیق سے کرتے ہیں۔ اِس د نیا میں جو پچھ ظہور پذیر ہو تا ہے، خواہ وہ کسی کو بھلا لگے یا بُرا ، اللہ کے اذن ہی سے ہو تا ہے۔ اگر ایسانہ ہو تو اللہ کا عاجز ولا چار ہو نالازم آتا ہے۔ پھر اللہ ہر شے کو جانتا ہے اور ہمیشہ سے جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اِس پوری کا نئات میں ماضی میں کیا ہوایا حال میں کیا ہورہا ہے یا مستقبل میں کیا ہو گا۔ یہ سب حالات اُس کے علم قدیم میں پہلے سے موجود ہیں۔ کل مجھے جو پچھ کرنا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے۔ البتہ اِس کے بیہ معنی نہیں ہیں کہ جو پچھ میں کل کرنے والا ہوں وہ اللہ کے علم میں ہے، لہذا میں مجبور ہوں کہ وہ کروں۔ اللہ کا مستقبل میں کل کرنے والا ہوں وہ اللہ کے علم میں ہے، لہذا میں مجبور ہوں کہ وہ کروں۔ اللہ کا مستقبل کے واقعات کا علم (Pre-knowledge) ہمارے لیے جبر محض (-Pre-knowledge) کی دلیل نہیں۔ ہمیں عمل کرتے ہوئے ایک اختیار محسوس ہوتا ہے، بقول فانی بدائونی:

فانی ترے اعمال ہمہ تن جر ہی سہی سانچ میں اختیار کے ڈھالے ہوئے توہیں

#### آيت4:

هُو الَّذِي خَكَ السَّلُوتِ وَ الْأَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ... وبى به جس نے بنائے آسان اور زمین چه دن میں ... ثُمَّ السَّلُوتِ وَ الْأَرْضِ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ... بهروہ بیٹا تخت پر... یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخُوجُ مِی اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ فَی اللَّائِقُ وَ مَا یَخُوجُ مِی اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ وَ مَا یَنْوِلُ مِنَ السَّهَاءِ وَ مَا یَعْوِدُ اللَّهُ وَمَا یَنْوِلُ مِنَ السَّهَاءِ وَ مَا یَعْوِدُ اللَّهُ اللَ

• چید دنوں میں آسانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر قرآنِ علیم میں باربار آیا ہے۔ اِس کا ننات میں اللہ کے دوعالم کام کررہے ہیں ایک عالم امر اور دوسراعالم خلق۔سودۃ الاحداف<sup>7</sup> آیت 54 میں ان دونوں عالموں کا ذکر ہے یعنی اَلا کَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَحْمُو ہے۔عالم امرکی شان بیہ ہے کہ اُس

میں وقت کا عضر نہیں اور اللہ کے احکام کا معاملہ کُنْ فَیکُونْ کی شان کے ساتھ ظہور میں آتاہے:

إِنَّهَاَ ٱمُوْهَا إِذَاۤ ٱدَادَ شَيْعًا ٱنْ يَتَعُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (يْسَ 36:82) "بِ شَك ٱس (الله) كے امر كامعالمہ تويہ ہے كہ جب وہ كسى شے كاارادہ كرتا ہے تو كہتا ہے ہو جااور وہ شے ہو جاتی ہے "۔

عالم خلق کا معاملہ برعکس ہے۔ یہاں اشیاء کے بیمیل پانے میں وقت لگتا ہے۔ نیج سے درخت بننے میں وقت لگتا ہے۔ جب آسانوں اور زمین کی تخلیق ہوئی توبہ تخلیق بھی چھ دنوں میں مکمل ہوئی۔

- چودن کون سے ہیں؟ ہم اِن کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ ہم تواُس دن سے واقف ہیں جس میں زمین سورج کے اعتبار سے اپنے محور کے گردگردش مکمل کرتی ہے۔ جب ابھی زمین و آسان سنے ہی نہیں تھے تواُس وقت، دن کا کیا تصور تھا ہم نہیں جان سکتے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے چھ مراحل میں زمین اور آسان بنائے۔
- آسانوں اور زمین کی تخلیق کے ذکر کے بعد اِس آیت میں فرمایا گیا تُدُّہ اسْتُوای عَلَی الْعُرْشِ "پھر وہ بیٹھا تخت حکومت پر "۔ گویاکا نئات کا خالق بھی اللہ ہے اور حاکم بھی اللہ۔ مختلف اصطلاحات کے ساتھ کا نئات کے ایک خالق کے ہونے کا تصور تو کئی فلاسٹی پیش کرتے ہیں لیکن اِس کے ساتھ کا نئات کے ایک خالق کے ہونے کی وجہ سے گمر اہ کن نظریات بھی وابستہ کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک گمر اہ کن فلسفیانہ تصور ہے کہ ایک خالق نے کا نئات کو پیدا کیا اور اِس کے دیتے ہیں۔ یہ بھی ایک گمر اہ کن فلسفیانہ تصور ہے کہ ایک خالق نے کا نئات کو پیدا کیا اور اِس کے لیے پچھ طبعی و کیمیائی قوانین کو قوانین کے تحت خود بخود رواں دواں ہے۔ اِس بات کو یوں اِسے چھوڑ دیا۔ اب یہ کا نئات اِن قوانین کے تحت خود بخود رواں دواں ہے۔ اِس بات کو یوں سیحے کہ آپ نے زور دار ٹھو کر ایک فٹ بال کولگادی ہے۔ اب وہ فٹ بال جار ہی ہے۔ آپ کا اب اُس فٹ بال سے کوئی تعلق نہیں۔ آج کے ایک سائنس زدہ ذبمن کے لیے یہ تسلیم اب اُس فٹ بال سے کوئی تعلق نہیں۔ آج کے ایک سائنس زدہ ذبمن کے لیے یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ کا نئات کے ہر معاملہ میں اور ہر آن وہر کی اللہ ہی کی مرضی اور اللہ ہی کی مرضی اور اللہ ہی کا

فیصلہ جاری وساری ہے۔ اِس آیت میں اللہ نے اِس غلط تصور کی نفی کر دی کہ اللہ نے صرف کا ننات نہیں بنائی بلکہ وہ ہی تختِ حکومت پر بیٹھ کر کا ننات کے مختلف امور کی تدبیر بھی کر تا ہے اور وہی اِس کا ننات کے نظام کو چلا بھی رہاہے۔ یہ کا ننات اپنے ہر معاملہ کے لیے اللہ کی توجہ اور اُس کے حکم کی محتاج ہے۔

- اس آیت میں اللہ کی صفت علم کو پھر دیکھئے کہ وہ کس شان سے آرہی ہے۔ یَعْلَمْ مَا یَلِجُ فِی الْاَدْضِ وَ مَا یَخْوجُ عِنْهَا" وہ جانتا ہے جو داخل ہو تا ہے زمین میں اور جو نکلتا ہے اُس سے "۔

  پانی کا ہر قطرہ جو زمین میں جذب ہو تا ہے، در ختوں سے گرنے والے پھولوں سے وہ ہر نیج جو زمین کا ہر قطرہ جو زمین میں جذب ہو تا ہے، در ختوں سے گرنے والے پھولوں سے وہ ہر نیج سے زمین کے اندر پڑتا ہے، اللہ کے علم میں ہے۔ ایک ایک نیج کو اللہ پالتا ہے۔ پھر کسی نیج سے کو نیل کا کوئی سر از مین سے نہیں نکلتا مگر وہ اللہ کے علم میں ہو تا ہے۔ یہ سب از خود نہیں ہورہا اللہ کی مشیت سے ہو رہا ہے۔ و مَا یَنْزِنُ مِنَ اللهَّهَاءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا "اور (اللہ جانتا ہے) جو از تا ہے آسان سے اور جو چڑھتا ہے اُس کی طرف "۔ آسان سے نازل ہونے والے بارش کے ہر قطرے اور اللہ کا حکم لے کر اتر نے والے ہر فرشتہ کا اللہ کو علم ہے۔ اِسی طرح آسان کی طرف اُسے مالی کی طرف اُسے والے بخارات اور آسان کی طرف جانے والے فرشتوں سے سے بھی اللہ باخبر ہے۔ طرف اُسے خالق کو مان لینا کا فی نہیں بلکہ اُس اللہ کو ماننا مطلوب ہے جس کی صفاتِ اعلیٰ سے صرف ایک خالق کو مان لینا کا فی نہیں بلکہ اُس اللہ کو ماننا مطلوب ہے جس کی صفاتِ اعلیٰ سے قرآن حکیم ہمیں متعارف کر اتا ہے۔
- وَهُو مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُهُ "اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہال کہیں ہو"۔ اللہ کی معیت کی دو شانیں ہیں۔ ایک ہے عمومی معیت یعنی اللہ ہر جگہ ہے اور ہر انسان کے ساتھ ہے۔ اُس کی موجود گی کی کیفیت کو ہم نہیں جان سکتے۔ ہم یہ نہیں جانتے وہ کیسے موجود ہے لیکن وہ کسی خاص جگہ یاسمت میں محدود نہیں ہے۔ سودۃ البقرۃ 2 آیت 115 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَلَيْنَمَا نُوَّلُّواْ فَنَمَّ وَجُهُ اللَّهِ

"اور مشرق ومغرب سب الله كے ہيں۔ پس تم جہاں بھى رخ كروگے موجود ہو گا الله"۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں ایک عام تصوریہ ہے کہ وہ کسی ایک خاص جگہ پر موجود ہے اور اُس کا وجود کا نئات میں ہر جگہ نہیں ہے۔ وَ هُوَ مَعَكُمْ أَیْنَ مَا كُنْتُمْ كے بارے میں بالعموم بیہ تصور ہے کہ وہ صرف اپنی صفات کے اعتبار سے ہمارے ساتھ ہے لینی ہمیں دیکھ رہاہے اور ہماری باتیں سن رہاہے۔ یہ تصور محض ایک تاویل ہے۔ یہ تاویل در حقیقت اِن الفاظ کا حق ادا نہیں کررہی کہ وَ هُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْدُو "اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہال کہیں ہو"۔ وہ ہمارے ساتھ ہے جہ یہ ہم نہیں جانے، لیکن وہ ہمارے ساتھ ہر جگہ اور ہر آن موجو دہے۔ وہ عرش پر متمکن ہے لیکن صرف وہیں محدود نہیں۔ وہ ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے۔

- دوسری ہے اللہ کی معیتِ خصوصی جو اللہ کے نیک بندوں کو حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کی میں آیا اِنَّ اللّٰه کَمَعَ اللّٰہ حِیْمِ مِیں آیا اِنَّ اللّٰه کَمَعَ النَّہ حَیْمِ اللّٰه کَمَعَ النَّہ حَیْمِ مِیں آیا اِنَّ اللّٰه کَمَعَ النَّہ حَیْمِ اللّٰه کَمَعَ النَّہ حَیْمِ مِیں آیا اِنَّ اللّٰه کَمَعَ النَّہ حَیْمِ اللّٰہ مَعَیْنَ اللّٰه کَمَعَ النَّہ اللّٰه کَمَعَ النَّہ اللّٰه مَعَنَا (التوبة وَ اُس وقت جب کہ دشمن غار کے دہانے پر پہنچ گیا تھا فرمایا لا تَحْذُنُ إِنَّ اللّٰه مَعَنَا (التوبة وَ الله مَارے ساتھ ہے "۔ اِسی طرح حضرت موسی عَالیا جب مصر سے بنو اسرائیل کو لے کرنیک تو فرعون نے اپنے لئکروں سمیت آپ کا پیچھاکیا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ فرعون کا لشکر قریب آ پہنچا اور آگے دریا تھا، ایسے میں حضرت موسی عَالیٰ اُللہ نے اطمینان سے فرعون کا لشکر قریب آ پہنچا اور آگے دریا تھا، ایسے میں حضرت موسی عَالیٰ اُللہ نے وہ عنقریب فرمایا اِنَّ مَعِی دَیِّ سَیَهُوں یُنِ (الشعواء 26: 62) "میرے ساتھ میر ارب ہے وہ عنقریب میر ایس نکال دے گا"۔
- وَهُو مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُهُ كَا لاز مَى نتيجہ ہے وَ الله بِهَا تَعْمَلُونَ بَصِيْدٌ لِيتَى جب الله ہر جگه موجود ہے تووہ عینی شاہد ہے ہر عمل کا۔وہ دیکھنے والاہے اُسے جو کچھ کہ تم کررہے ہو۔اُسے کی کے باخبر کرنے (Reporting) کی احتیاج نہیں ہے۔ فرشتے جونامہ اعمال تیار کررہے ہیں وہ صرف تم پر اتمام جمت کے لیے ہے ورنہ اللہ توبذاتِ خود دیکھ رہاہے کہ کون کیا کر رہاہے ؟

#### آيت5:

لَكُ مُلُكُ السَّانُونِ وَ الْأَرْضِ اللهِ مَن كَ لِيهِ عَ بادشامت آسانوں اور زمين كى ... وَ إِلَى اللهِ تُوجَعُ الْأُمُونُ وَ اور الله مى كى طرف لوٹائے جاتے ہيں تمام معاملات۔

- لَكُ مُلْكُ السَّالَوْتِ وَ الْأَرْضِ كَ الفاظ آيت نمبر 2 ميں إس سے قبل آ چکے ہیں۔ إن الفاظ كو دوبارہ اِس لیے لایا گیا کہ اللہ کوماننے والوں کی اکثریت اللہ کو خالق تومان لیتی ہے لیکن باد شاہ مان کر اُس کے احکامات کے نفاذ کے لیے تیار نہیں ہوتی۔در حقیقت اللہ کی بادشاہت اور اُس کی حاکمیت پر مبنی نظام قائم کرنے کا تصور خلافت راشدہ کے بعد رفتہ رفتہ زہنوں سے محو ہوتا گیا۔ جب خلافت ختم ہوئی تو ملوکیت کا آغاز ہو گیا۔ اُس وقت اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لیے کچھ کو ششیں ہوئیں لیکن دنیوی اعتبار سے بہ کو ششیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اِس کے بعد مسلمانوں نے ذہناً تسلیم کرلیا کہ اب بیہ حکومت اور ریاست کامعاملہ تو توت کے بل پر چلے گا۔ جس کے یاس طاقت ہوگی وہی حکومت کرے گا۔ اللہ کی حکومت کا تصور ہی مسلمانوں کے ذ ہن سے نکل گیااور دین کو محض چند عقائد ، عبادات اور رسومات تک محدود سمجھ لیا گیا۔اب دین کا تصور صرف به ره گیا که الله کوایک مانو، الله کے لیے نمازیر هو، روزے رکھو، زکوۃ دواور أس كے گھر كانچ كرو\_إن چھ آيات ميں دومرتبه لكة مُلْكُ السَّانوتِ وَ الْأَرْضِ كَ الفاظ كا آناظامِر كرتاہے كه قرآن حكيم الله تعالى كى حاكميت كے تصور كوكتنى اہميت ديتاہے۔انسان كاخود حاكم بن کر بیٹھ جاناایک بہت بڑا فساد اور اللہ کے خلاف بغاوت ہے۔جو اللہ کا و فادار ہے اُس کا فرض ہے کہ اِس بغاوت کا قلع قمع کرے تا کہ اللہ کا حق حاکمیت بحال (Restore) ہو اور زمین پر الله كى حاكميت بالفعل قائم ہو جائے۔
- اس آیت کے اگلے حقے میں خبر دار کیا گیا و آلی الله و تُوجِع اُلا کُمُورُ "اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام معاملات "۔ اللہ کے بادشاہ ہونے کا ایک منطقی نتیجہ ہے کہ تمام معاملات اُسی کی عدالت میں پیش کیے جائیں اور آخری فیصلہ کا اختیار اُسی کو حاصل ہو۔ گویا یہ ایمان باللہ اور ایمان باللہ کے در میان منطقی ربط ہے۔ یہاں اسلوب مجبول کا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ خواہی، پیند ہونالپند، تم چاہویانہ چاہولیکن تمام معاملات اللہ کے دربار میں پیش ہوں گے۔ اُس روز کی شر مند گی سے محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ دنیا میں اللہ کوباد شاہ حقیقی سمجھ کر اُس کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔

#### آيت6:

يُوْلِجُ النَّهَارِ فِي النَّهَارِ ... وه داخل كرتا ہے رات كو دن ميں ... وَ يُوُلِجُ النَّهَارَ فِي النَّهَارِ اللَّهُ النَّهَارَ فِي النَّهَارِ فِي النَّهَارِ فِي النَّهَارِ فِي النَّهَارِ فِي النَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ النَّهُ اللَّهُ اللَّ

1. اِس آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی کہ یہ سلسلہ روز وشب اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک عظیم آیت ہے۔ یہ رات اور دن کا نظام خود بخود نہیں چل رہابلکہ یہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ سود ۱۵ القصص 28 آیات 71 – 73 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلُ ارَءَيْتُمُ إِنْ جَعَلَ اللهُ عَلَيْكُمُ النَّيُلَ سَرُمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيْمَةِ مَنَ اللهُ عَنَيْرُ اللهِ يَأْتِيكُمُ إِنْ جَعَلَ اللهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ يَأْتِيكُمُ بِضِياً وَ الْقَلْمُ النَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ اللهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ اللهُ عَلَيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ الْقَلْمَ اللهُ عَنْدُ اللهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ الْقَلْمَ اللهُ عَنْدُ اللهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونُ فِيهِ الْقِيلِمَةِ مَعَلَ لَكُمُ النَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُونُ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن تُمُومُونَ ﴿ وَمِنْ تَرْضَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ النَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُونُ وَيْهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضُله وَ لِعَنْكُمُ تَشُكُونُ فَي ﴿ وَمِنْ تَلْعُمُ اللّهُ اللهُ عَلَيْلُ وَالنَّهُمَارَ لِتَسْكُنُونُ وَيْهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن اللهُ عَلَيْمُ اللهُ فَيْلُولُ وَالنَّهُمَارَ لِتَسْكُنُونُ وَيْهِ وَلِتَبْتَعُونُ امِن اللهُ عَلَيْمُ اللهُ عَلَيْمُ اللهُ عَلَيْمُ اللهُ عَلَيْمُ اللهُ اللهُ عَلَيْمُ اللهُ عَلَيْمُ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ عَلَيْمُ اللّهُ عَلَيْمُ اللّهُ عَلَيْمُ اللّهُ اللّهُ عَلَيْمُ اللّهُ عَلَيْمُ اللّهُ عَلَيْمُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَيْمُ اللّهُ الللهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللهُ اللّهُ اللهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللهُ اللّهُ الللهُ الللهُ اللّهُ الللهُ الللّهُ الللهُ الللهُ

"(اے نبی مَنَّ النَّیْمِ ) پوچھے کیا تم دیکھتے ہواگر اللہ رات کو تم پر مسلسل طاری کر دے روزِ قیامت تک کے لیے تو اللہ کے سواکون سا معبود ہے جو تمہارے لیے دن کی روشنی لاسکے ؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ (اے نبی ) پوچھے کیا تم دیکھتے ہواگر اللہ دن کو تم پر مسلسل جاری کر دے روزِ قیامت تک کے لیے تو اللہ کے سواکون سامعبود ہے جو تمہارے لیے جاری کر دے روزِ قیامت تک کے لیے تو اللہ کے سواکون سامعبود ہے جو تمہارے لیے رات کو لا سکے جس میں تم سکون حاصل کرتے ہو؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ یہ اُس (اللہ) کی رحمت میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لیے دن اور رات بنائے تاکہ تم سکون حاصل کرو رات میں اور تاکہ تم شکر کرو"۔

یُوْلِجُ کامفہوم ہیہ ہے کہ اللہ پر ولا تاہے رات کو دن میں اور پر ولا تاہے دن کورات میں۔ رات اور دن کا میہ فام گویا کہ ایک ایسی تشیج کے مانند ہے جس میں سیاہ اور سفید دانے ایک دوسرے کے بعد پرو دیئے گئے ہوں۔ سیاہ دانہ گرا تو یہ رات ہے اور سفید دانہ گرا تو یہ دن ہے، بقول اقال:

### مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹیک رہے ہیں میں اپنی تشبیج روزو شب کا شار کر تا ہوں دانہ دانہ

یُو لِیجُ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ مجھی دن بڑھتاہے اور رات گھٹ جاتی ہے، گویا کہ اللہ دن کو رات میں داخل کر رہاہے۔ پھر مجھی رات بڑھتی ہے اور دن گھٹتاہے، گویا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر رہاہے۔

2. وَهُوَ عَلِيْهُ اِبِنَاتِ الصُّدُ وَ لِ عَ الفاظ كَ ذریعہ اِن آیات میں تیسری بار اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم پر زور دیا گیا۔ یہاں اشارہ اصل میں محاسبہ اخروی کی طرف ہے جس روز حُصِّلُ مَا فِی الصُّدُ وَ لِ (العادیات 100) "جانجا جائے گا جو پچھ سینوں میں ہے" کا معاملہ ہوگا۔ اللہ جانتا ہے جو پچھ سینوں کے اندر ہے لینی اللہ اُن نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے جن پر اعمال کا دارو مدار ہوتا ہے۔

یہاں وہ چھ آیات ختم ہوئیں جن کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کا بیان انتہائی جامعیت کے ساتھ، بہت سے مختلف پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے اور بعض اعتبارات سے اعلیٰ ترین علمی سطح پر اِن آیات میں آیاہے۔



# سورة الحديد حصة دوم: آيات 7 تا 11 دين اسلام ك تقت ضے

اعُوْدُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطِنِ الرَّحِيْمِ 0 بِسُعِ اللهِ الرَّحْلِنِ الرَّحْلِنِ الرَّحِيْمِ 0 الْمُوْا بِاللهِ وَ رَسُوْلِهِ وَ اَنْفِقُوا مِنَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ وَالسَّوْلُ يَكُعُونُهُ المَّنُوا مِنْكُمْ وَ اَنْفِقُوا لِهَمْ اَجُرُّ كَبِيْرُ وَ مَا لَكُمْ لاَ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَ الرَّسُولُ يَكُعُونُكُم لِتُوْمِنُوا النَّهُ وَ الرَّسُولُ يَكُعُونُكُم لِتُوْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَلُ اَخَلُ مِيْنَا قَكُمْ إِنْ كُنْتُم مُّؤُمِنِيْنَ ﴿ هُوَ النَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبُوبَ اللهِ بِي اللهِ وَيَنْ اللهُ اللهُ وَلِي اللهُ وَلَيْ اللهُ وَلَى اللهُ اللهُ اللهُ وَلَى اللهُ وَلَيْ اللهُ وَلِي اللهُ وَلَا اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلَوْلُ اللهُ اللهُ وَلَا اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلَا اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلِي اللهُ وَلَوْلُ اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلِي اللهُ وَلَى اللهُ وَلَى اللهُ وَلَا اللهُ وَلَوْ اللهُ وَلَا اللهُ اللهُ وَلَا لَهُ إِلَيْ اللهُ وَلَا لَهُ مِنَا اللهُ وَيُهُ وَاللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا لَهُ اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَوْلُ اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا لَهُ إِلَيْ اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَوْلُ اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَكُونُ اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَى اللهُ وَلَوْلُ اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلِي اللهُ وَلَا لَا اللهُولِ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا لَا لَهُ اللهُ اللهُ اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا لَاللهُ وَلَا اللهُ اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَلَا اللهُ اللهُ وَلَا الللهُ وَلَا اللهُ اللهُ وَلَا اللهُ الللهُ وَلَا اللهُ وَلَا

# تمهيدى نكات:

- 1. سورۂ حدید کا دوسرا حصہ پانچ آیات یعنی آیات 7 تا 11 پر مشتمل ہے۔ اِس جصے میں بڑی جامعیت کے ساتھ دین کے کل تفاضے صرف دوالفاظ "ایمان" اور "انفاق" کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں۔
- 2. سورہ حدید کے پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بیان آیا تھا۔ اِس حصہ میں دین کے تقاضے کچھ اِس طرح سامنے آئے ہیں کہ کوئی مانے یانہ مانے اور کسی کو شعور ہو یانہ ہو، یہ توحقیقت ہے کہ کائنات کا ایک خالق ہے،کائنات کی ہر شے اُس کی تشبیح کر رہی ہے، وہی کائنات کا بادشاہ اور مالک ہے جو تخت ِ حکومت پر متمکن ہے، ہر ہر شے اُس کے علم میں ہے،ہر

- ہر لحظہ اُسی کا تھم جاری و ساری ہے اور انسانوں کے نفع و نقصان اور کامیابی و ناکامی کا کل اختیار اُسی کو حاصل ہے۔ لہٰذا فوز و فلاح اور کامیابی صرف اُن کے لیے ہے جو اللّٰہ پر ایمان لا کر اُسی کو مطلوب ومقصود بنالیں اور اُس کی راہ میں اپناسب کچھ قربان کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔
- 3. نحو کی اصطلاح میں یوں کہیں گے سورہ کو دید کا پہلا حصہ کلام خبریہ کی صورت میں ہے کہ ایساہے اور ایساہورہا ہے۔ اب دو سرے حصہ میں کلام انشائیہ آرہا ہے۔ انسان کی خیر اِسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے اور اُس کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں لگادے، کھیادے۔
- 4. سورۂ حدید کے اِس حصہ میں حسن ترتیب اور حسن توازن کے ساتھ انتہائی مرتب انداز میں دین کے تقاضے بیان کیے گئے ہیں۔ پہلی آیت میں جامعیت کے ساتھ دین کے جملہ تقاضوں کو دوالفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس کے بعد اِن میں سے ہر ایک تقاضے پر دودو آیات آر ہی ہیں۔ ایک ایک آیت میں ذرا جھنجھوڑنے اور ملامت کا انداز ہے اور ایک ایک آیت میں ترغیب و تشویق کے اسلوب میں اِن تقاضوں کی ادائیگی کی طرف متوجہ کیا گیا۔ پہلی آیت میں تقاضوں کے بیان میں اجمال ہے اور بعد میں اِن کی تفصیل ہے۔

#### آيت7:

اَمِنُواْ بِاللّهِ وَ رَسُولِهِ... ایمان لاوَ الله پر اور اُس کے رسول مَنَّالِیَّا پُر ... وَ اَنْفِقُواْ مِمَّا جَعَلَکُهُ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیهِ اِن اور خرچ کروہر اُس شے میں سے جس پر تمہیں عارضی اختیار دیا گیاہے... فَالَّذِیْنَ اَمَنُواْ مِنْکُهُ وَ اَنْفَقُواْ لَهُمْ اَجُرُّ کَبِیْرُ ﴿ جِولُوگُ تَمْ مِیں سے ایمان لائے اور خرج کرتے رہے اُن کے لیے بڑا اُواب ہے۔

• اِس آیت میں دین کے دو تقاضے بیان ہوئے ہیں ایمان اور انفاق۔ منتخب نصاب کا پہلا حصہ سودۃ العصر 103 کی روشنی میں دین کے چار تقاضوں کو بیان کر تاہے یعنی ایمان، عملِ صالح، تواصی بالحق اور نہی عن المنکریادعوت الی التھ کے اللہ کے الفاظ بھی آ گئے تھے۔ منتخب نصاب کے چوتھے حصہ کے تیسرے سبق سودۃ الصف 61 اللہ کے الفاظ بھی آ گئے تھے۔ منتخب نصاب کے چوتھے حصہ کے تیسرے سبق سودۃ الصف

میں دین کے تقاضے دو اصطلاحات میں بیان کیے گئے یعنی ایمان اور جہاد فی سبیل الله۔ایمان جب حقیقی ہو گاتواس میں عمل آپ سے آپ آجائے گا۔ قانونی سطے پر ایمان اور عمل جدا ہیں۔ حقیقت کی سطح پر یہ دونوں ایک وحدت ہیں۔اِسی طرح جہاد فی سبیل الله، تواصی بالحق اور تواصی بالحق اور تواصی بالحق اور تواصی بالصبر دونوں کا مجموعہ ہے۔سورہ کے حدید کی اِس آیت میں بھی دین کے تقاضے دو ہی اصطلاحات میں ہیں یعنی ایمان اور انفاق۔ گویا یہاں انفاق کی اصطلاح جہاد کی اصطلاح کے مقرر پر آئی ہے۔

اِس آیت میں دین کا پہلا نقاضا آیا کہ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسول منگالیُّرُوْم پر۔ یہ بات اِس سے قبل ہمارے سامنے آچکی ہے کہ اِس سورۃ میں خطاب کا رُخ صرف مسلمانوں کی طرف ہے۔ گویا مسلمانوں سے کہا جارہا کہ ایمان لاؤ جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ تمہیں "اِقْحَالاً اُوْ بِاللِّسَانِ" یعنی زبانی اقرار کی بنیاد پر قانونی ایمان تو حاصل ہے لیکن اب" تَصْدِیْتُ اِبِالْقَلْبِ" یعنی زبانی اقرار کی بنیاد پر قانونی ایمان تو حاصل ہے لیکن اب" تَصْدِیْتُ اِبِالْقَلْبِ" یعنی نقین قلبی کے حصول کی کوشش کر کے ایمانِ حقیقی سے باطن کو منور کرو۔ یہ وہی انداز ہے جو آیاسہ دۃ النساء کی آیت 136 میں:

يَايَّهُا الَّذِيْنَ امَنُوَّا امِنُوْا بِاللهِ وَ رَسُولِهِ

"اے اہل ایمان! ایمان لاؤاللہ اور اُس کے رسول صَلَّى لَیْرُمُ پر"۔

پرسودة الصف 61 يات 10-11 مين بھي إسى أسلوب كوا ختيار كيا گياكه:

يَّالَيُّهَا الَّذِيْنَ اَمْنُواْ هَلُ اَدُلُكُمْ عَلَى تِجَادَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَنَالٍ اَلِيْهِ ۞ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَاللَّهِ مِا اللَّهِ مِا اللَّهِ مِا اللَّهِ عَلَى اللَّهِ عَلَمُوالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ الْذِيكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اللَّهِ عَامُوالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ الْذِيكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اللَّهِ عَالْمُونَ اللَّهِ عَلَمُونَ اللَّهِ عَلَمُونَ اللَّهِ عَلَمُونَ اللَّهِ عَلَمُونَ اللَّهِ عَلَمُونَ اللَّهُ عَلَمُونَ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَمُونَ اللَّهُ الْمُؤْمِنُ اللَّهُ الْمُؤْمِنُ

"ا ہے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں بچالے درد ناک عذاب سے۔ ایمان لاؤاللہ اور اس کے رسول مُنَاللہ ﷺ پر اور جہاد کر واللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جان لو"۔

گویا دین کا پہلا تقاضاہے ایمانِ حقیقی کا حصول۔ایسا ایمان جو انسان کا حال بن جائے اور انسان کے سیرت و کر دار میں نظر آئے۔بیر ایمان کیسے حاصل ہو گا؟اِس کی وضاحت آگے آیت 9

- میں آرہی ہے۔
- ایمان کے حوالے سے یہاں صرف دوائیانیات کا ذکر ہے لینی توحید اور رسالت۔ توحید تو تمام ایمان کے جوالے سے یہاں صرف دوائیانیات کا مفہوم ہی ہیہ ہے کہ اُن تمام باتوں کی تصدیق کرناجو بیان فرمائیں اللہ کے رسول مُلَّا اللَّهِ عَلَمُ نے۔ گویا باقی تمام ایمانیات بھی ایمان بالرسالت میں شامل ہوگئے۔
- اس آیت میں اللہ تعالی نے بیہ مطالبہ نہیں کیا کہ اپناسارامال لگا دو۔ اللہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ اپنے جسم اور جان کی ساری قوتیں اور صلاحیتیں ہماری راہ میں لگا دو، بلکہ اُس کا مطالبہ بیہ ہے کہ اَنْفِقُوْ اُومِیَّا اَجْعَلَکُمْ مُّسْتَخُلُونِیْ فِیْدِ" جن جن چیزوں میں جمہیں عارضی اختیار عطاکیا گیاہے اُن میں سے ہماری راہ میں لگاؤ"۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں "کتنا؟" لگایا جائے۔اللہ کی راہ میں خرج کرنے کا اعلیٰ ترین درجہ سود ۱۵ دبقرۃ آیت 219 میں بیان ہوا:

وَ يَسْعُلُونَكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ \* قُلِ الْعَفْوَ

"(اے نبی مَنَّالَیْکِمُ !)وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کتنا خرج کریں؟ کہہ دیجیے جو بھی تمہاری ضرورت سے زائد ہو"۔

دین کی سربلندی کی جدوجہد اُسی وقت کامیاب ہوگی جب ہماری ایک قابلِ ذکر تعداد ایمان کے اِس درجہ پر پہنچ جائے کہ حضرت ابو بکر صدیق ڈگاٹٹیڈ کے اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے اپناسب پچھ اللہ کے دین کے لیے وقف کر دے۔ ہاں زندگی کوبر قرار رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ اللہ کی عطا کردہ ایک نعمت ہے اور اسے اِس لیے بر قرار رکھنا ہے تاکہ اللہ کے دین کی اقامت کے لیے محنت اور جدوجہد کی جاسکے۔ لہذا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی گذر او قات کے لیے صرف اتنالگایا جائے کہ جس سے اُن کی بنیادی ضروریات پوری ہوجائیں۔ گویازندگی minimum کہ جس سے اُن کی بنیادی ضروریات پوری ہوجائیں۔ گویازندگی subsistence level

جو حرفِ قُلِ العَفُو مِين پوشيره تھی اب تک اس دَور مين شايد وه حقيقت ہو نمو دار!

اِس آیت میں مُسْتَخَلِفِیْنَ کا لفظ در اصل اسم المفعول ہے جس کا مفہوم ہے وہ لوگ جنہیں خلافت دی گئے۔ یہ لفظ واضح کر رہاہے کہ ہماری کوئی حیثیت ہے ہی نہیں۔ ہرشے کا اصل مالک اللہ ہے۔ اُس نے ہمیں بطورِ امانت اور برائے امتحان کچھ چیزوں پر عارضی اختیار دیا ہے۔ اِن میں ہمارا جسم، توانائی، علم، ذہانت و فطانت، دُور بنی و دُور اندیش، وقت، صحت، قوتِ کار، عمر، عاص طور پر جوانی، مال واساب، گھر، سواری، اولا دو غیرہ شامل ہیں۔ روزِ قیامت سوال ہو گاکہ ہم نے اِن نعتوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق اُس کی راہ میں لگایا یا نہیں۔ ارشادِ نبوی سَلُّ اِنْتُمَا ہِنَّ اِنْ نَعتوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق اُس کی راہ میں لگایا یا نہیں۔ ارشادِ نبوی سَلُّ اِنْتُ اِنْ نَعتوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق اُس کی راہ میں لگایا یا نہیں۔ ارشادِ نبوی سَلُّ اِنْتُ اِنْ بِیں۔ ارشادِ نبوی سَلُّ اِنْتُ اِنْ بَانِ اِنْ بِیں۔ ارشادِ نبوی سَلُّ اِنْتُ اِنْ بِی سِرِ اِنْ بَانِ بِی بَانِ بِانِ بَانِ بِیْ بَانِ ب

لَا تَزُولُ قَلَ مُرابُنِ أَدَمَ يَوْمَ الْقِيَا مَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَ أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَ أَبْلَاهُ وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَدُ وَفِيْمَ

أَنْفَقَذُ وَمَاذَا عَلِيَ فِيمَا عَلِمَ<sup>()</sup>

"روزِ قیامت ابنِ آدم کے قدم ہل نہ سکیں گے اپنے ربّ کے پاس سے جب تک اُس سے پانچ باتوں کے بارے میں کہ کہاں لگادی، جوانی پانچ باتوں کے بارے میں کہ کہاں لگادی، جوانی کے بارے میں کہ کہاں تھے دی، مال کے بارے میں کہ کہاں سے کما یا اور کہاں خرج کیا اور جو علم حاصل کیا اُس پر کتناعمل کیا"۔

اِسى طرح آپ صَلَّاللَّهُ عُلِي كاارشاد ہے:

كُلُّكُ مُرَاعٍ وَكُلُّكُ مُمَسْءُ ولُّ عَنْ رَعِيَّتِهِ (١)

"تم میں سے ہر اک نگران ہے اور اُس سے اس کے ماتحوں کے بارے میں باز پر س ہو گی"۔

• آیت کے دوسرے حصہ میں فرمایا فَالَّذِیْنَ اَمَنُوْا مِنکُدُّهُ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجُرُّ کَبِیْرٌ" جولوگ تم میں سے ایمان لائے اور خرج کرتے رہے اُن کے لیے بڑا اجرہے "۔ ہمارے پاس جو پچھ ہے اللہ ہی کاعطا کر دہ ہے۔ مال، اولاد، گھر، سواری، جسمانی قوت، ذہانت وغیرہ۔ اگر ہم یہ سب اللہ کے دین کے لیے لگادیں تو کوئی بڑی بات نہیں:

> جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادانہ ہوا

لیکن اِس کے باوجود اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور اپنی راہ کے لیے مال واسباب لگانے والوں کو بڑے اجرکی خوشنجری دے رہاہے:

إِنَّ الله كَ لَنُ وُ فَضَيلٍ عَلَى النَّاسِ وَلكِنَّ أَكَثَرَهُ مُر لاَ يَشْكُرُونَ (يونس 10:00) "بِ شِك الله لو كون (يونس 20:10) "بِ شِك الله لو كون يرفضل كرنے والا بے ليكن اكثر لوگ شكر نہيں كرتے "-

<sup>(</sup>۱) سنن ترمذى، كتاب صفة القيامة والمرقائق والورع عن رسول الله، باب ما جاء فى شان الحساب والقصاص، عن ابن مسعود وللمنتظ

<sup>(</sup>٢) صحيح البخارى،كتاب الاحكام، باب قَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَ { أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ }، عن عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اللهِ

#### آىت8:

وَ مَا لَكُهُ لاَ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ قَلَ اور تههيں كيا مواہے كه ايمان نهيں لاتے الله پر؟ ... وَالرَّسُولُ يَدُعُوكُهُ لِا تُؤْمِنُونَ بِاللهِ قَلَ مِلَا لَكُهُ رسول تههيں دعوت ديتے ہيں كه ايمان لاؤاپنے رب پر ... وَقَلْ اَخْذَا مِدْ اِنْ كُنْتُهُ مُّؤُمِنِيْنَ ﴿ اور (رسول) لے چکے ہيں تم سے عهد اگر تم (واقع) مومن ہو۔

اس آیت میں دین کے پہلے تقاضے بعنی ایمان کے حوالے سے جھنچھوڑا جارہاہے۔ فرمایا جارہاہے کہ تمہارا ایمان سیرت و کر دار میں نظر کیوں نہیں آرہا۔ اللہ کے نزدیک تو ایمان والے وہ ہیں جن کانقشہ سود ۱۵ کیجہ دات 49 کی آیت 15 میں یوں کھینچا گیا:

إِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ اَمَنُوا بِاللهِ وَ رَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَا بُوْا وَجْهَلُ وَا بِاَمُوالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيْلِ اللهِ الْوَلِيكَ هُمُ الصَّرِاقُونَ

"مومن توبس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے اور اُنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے اموال اورا پنی جانوں کے ساتھ۔ یہی لوگ سیج ہیں"۔

اِسی طرح الله کے رسول مُنگافیّا کا ایمان کے حوالے سے ارشادہے:

لَا يُوْمِنُ أَحَدُ كُمُ حَتَّى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِّمَا جِعْتُ بِد (١)

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کی خواہشِ نفس اُس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"۔

گویااللہ اور اُس کے رسول مَثَلِقَیْمُ کو ایساایمان مطلوب ہے کہ جس کے نتیجہ میں نہ صرف انسان کا اپنا عمل شریعت کے نفاذ کے لیے مال اور کا اپنا عمل شریعت کے نفاذ کے لیے مال اور حان سے جہاد کر رہاہو۔

• وَالرَّسُوْلُ يَكُ عُوْكُهُ لِتُتُوْمِنُوْ البِرَبِّكُهُ سے مرادیہ ہے كہ اللّه كے رسول مَلَّ عَيْرُ اللّهِ عَير پر ایمان لانے كی دعوت نہيں دے رہے بلكہ ایك اليي ہتى پر ایمان لانے كی دعوت دے رہے

<sup>(</sup>۱) شرح السنة،كتاب الإيمان،باب ردالبه والأهواء عن عبد الله بن عمروبن العاص الله عبروبن العاص

ہیں جو تمہارارب یعنی محسن حقیقی ہے۔اُس نے تمہیں پیدا کیا، وہی تمہارامالک ہے اور وہی تمہارا وہ راحسان وہ رازق ہے جو تمہاری تمام ضروریات پوری کر کے تمہیں پال رہاہے۔شکر گزاری اور احسان مندی کا تقاضاہے کہ اپنے رب پر نہ صرف ایمان لایا جائے بلکہ دل وجان سے اُس کے احکامات کی جائے۔

• وَقَدُّ اَخَذَ مِیْتَا قَکْمُ کے الفاظ میں اُس عہد کی طرف اشارہ ہے جو کلمہ پڑھ کر ہر مسلمان الله تعالیٰ سے کر تاہے۔ بہ عہد سودة ۱۲ سودة وقات تعالیٰ سے کر تاہے۔ بہ عہد سودة ۱۳ سودة وقات سے کرتاہے۔

إِنَّا اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمُ وَ اَمُوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ لَيُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ الله فَيَقْتُوْنَ وَيُقْتَلُونَ

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں جنت کے عوض وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کرتے ہیں (کا فروں کو) اور قتل کئے جاتے ہیں "۔

اِس عہد کی رُوسے ہم اپنی جان اور اپنے مال کا اللہ کے ہاتھ سودا کر چکے ہیں اور یہ مال و جان ہمارے پاس اللہ کی امانتیں ہیں۔ ایفائے عہد اور ادائے امانت کا تقاضا ہے کہ اب مال و جان اللہ کی اطاعت اور دین کی سربلندی کے لیے اِس طرح و قف کر دیے جائیں کہ ہم قمال فی سبیل اللہ کی طرف لے جانے والی راہ پر چل کر فَیَکْوَنُونَ وَ یُقْتُلُونَ کی سعادت حاصل کر سکیں۔

#### آيت9:

هُوَ الَّذِي يُنَوِّلُ عَلَى عَبْرِهِ الْيَتِ بَيِّنْتٍ ... وبى توہے جو نازل كرتاہے اپنے بندے پر واضح آيات ... لِيُخْرِجُكُمْدُ مِِّنَ الظَّلْمُاتِ إِلَى النَّوْرِ لِمَ ... تاكه نكال لائے تهميں اندهيروں سے روشني ميں ... وَ إِنَّ اللَّهَ بِكُمْدُ لَرَّهُوْفٌ رَّحِيْدٌ ﴿ اور بِ شِك اللَّهِ تَم پر نهايت شفقت كرنے والامهر بان ہے۔

اِس آیت میں رہنمائی فرما دی گئی کہ دین کا پہلا تقاضا پورا کرنے لیعنی ایمانِ حقیقی کے حصول کا ذریعہ ہے قرآنِ عکیم۔ فرمایا اللہ نے اپنے بندے یعنی نبی اکرم سُلُ ﷺ پروہ واضح آیات نازل فرمائی ہیں جس سے وہ تمہیں اندھیروں سے "نور" کی طرف لارہے ہیں۔ یہ اندھیرے بے یقین کے ہیں، شرک کے ہیں، کفر والحاد کے ہیں، مادیت کے ہیں، حرص وہوا کی غلامی کے ہیں۔ نور سے مراد ہے ایمانِ حقیقی۔ سودۃ النود 24کی آیت 35 میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ قرآنِ حکیم

میں ایمان کو نور کہا گیا ہے جو نورِ فطرت اور نورِ وحی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ سودۃ التغابن <sup>64</sup>کی آیت 8 میں قرآنِ حکیم کے لیے بھی لفظ "نور" آیا ہے:

فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا

" پس ایمان لا وَاللّٰہ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے نازل فرمایا"۔

قرآن ازخود نور ہے اور در حقیقت اِسی سے نورِ ایمان حاصل ہوتا ہے۔ گویا ایمانِ حقیقی کے حصول کا ذریعہ ہے قرآنِ حکیم کی واضح آیات پر غورو فکر۔ آیت کے معنی ہوتے ہیں نشانی۔ اِس کے ذریعہ سے انسان کے قلب میں موجود ایمان تازہ اور شعور کی سطح پر اجا گر ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم سُکُا ﷺ کے اُس کے قرآن کی اِن واضح آیات کی تلاوت کے ذریعہ ہی صحابہ کرام شُکَالَّٰ اُلَّمُ کے دلوں کو نورِ ایمان سے اِس طرح منور کیا کہ وہ شرک، الحاد اور مادہ پر سی سے تائب ہو گئے۔ توحید اُن میں سرایت کر گئی، اُن کی نگاہ میں دنیا کی حقیقت مچھر کے پر سے بھی کم ہو گئی، فکر آخرت اُن پر طاری ہو گئی اور رسالت کو وہ نوعِ انسانی کے لیے ایک عظیم رحمت سیجھنے گے۔ بقول مولانا ظفر علی خان:

ایمان نہیں وہ جنس جے لے آئیں دکانِ فلفہ سے ڈھونڈھے سے ملے گی عاقل کویہ قرآں کے سیپاروں میں سودةالانفال<sup>8</sup>آیت 2 میں قرآن کی تاثیر بیان کی گئ:

وَإِذَا تُلِيَتُ عَلَيْهِمُ النَّكُ ذَا دَتُهُمْ إِيْمَانًا

"اورجب اُن پراُس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تویہ اُن کے ایمان کوبڑھادیتی ہیں "۔ سودة الشودی<sup>42</sup> آیت 52 میں بیان کیا گیا کہ خود نبی اکرم مَثَلَّ اَلْیُکُمُّ کے ایمان کی تکمیل بھی قرآن حکیم کے ذریعہ ہوئی:

مَا كُنْتَ تَكُرِي مَا الْكِتْبُ وَ لَا الْإِيْمَانُ وَ الْكِنْ جَعَلْنَهُ نُوْرًا نَّهُٰ لِيَ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۗ وَ إِنَّكَ لَتَهْدِى ثَى إلى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

"(اے نبی مَنَّالَیْکُمُ ) آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ہی جانتے تھے ایمان کو لیکن ہم نے اِس قر آن) کو نُور بنایا ہے جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں میں سے جس

کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بے شک اب آپ سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے رہے ہیں"۔ رہے ہیں"۔

• اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ضروری ہے کہ ہم ایمانِ حقیقی کے حصول کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

> وَ اَنْتُهُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُهُ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿ (آلِ عمران 3:139) "تم بى غالب بو كَيْ بشر طيكه مومن بو" ـ

پھرکسی معاشرے میں تبدیلی کے لیے ضروری ہو تا ہے کہ اُس کے اُن افراد کی سوچ اور فکر کوبدلا جائے جو اپنی صلاحیت کے اعتبار سے دانشور ہوتے ہیں اور معاشرے کے باقی لوگ اُن کے دیے ہوئے نظریات کی پیروی کرتے ہیں۔یہ معاشرے کی وہ ذبین اقلیت (Intelligentsia) یا (Intellectual elite) ہے جے معاشر سے کا brain trust) کہا جاتا ہے۔ یہی ذہین اقلیت معاشرے کارُخ معین کرتی ہے۔ اگرید "ذہین اقلیت " دولت ا بیان سے محر وم رہتی ہے اور کچھ دیگر افراد ایمان کی دولت سے بہر ور ہو جاتے ہیں تو کچھ جزوی سی اصلاح ہو جائے گی لیکن اُس معاشرہ میں بحیثیت مجموعی کوئی بڑی تبدیلی واقع نہ ہو گی یعنی دین کی سربلندی کی منزل سرنہ ہو گی۔ چنانچہ معاشرے کی بحیثیت مجموعی اصلاح کے لیے ذہین اقلیت کے قلوب میں ایمان کی آبیاری بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔اِس طبقہ میں ایمان کی آبیاری کا ذریعہ صرف اور صرف قرآنِ حکیم ہے۔ قرآنِ حکیم ایک انسان کے احساسات و جذبات کو بھی اپیل کر تاہے اور اس کے تعقل و تفکر کو بھی۔ قرآنِ حکیم بار بار تعقل و تفکر کی وعوت دیتا ہے اَفَلا تَتَفَکّرُونَ "کیاتم عقل سے کام نہیں لیتے ؟" قر آن حکیم میں جہاں ایک عام انسان کے لیے ہدایت ہے وہال بڑے سے بڑے فلسفی کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کاجواب بھی ہے۔ قر آنِ حکیم ہی میں وہ حکمت کے موتی ہیں جو ہر دور کی اعلیٰ علمی سطح پر ذہین عناصر کومتاکژ کر سکتے ہیں۔ لہذا دین کی سربلندی کے لیے جس علمی و فکری سطح کا ایمان در کارہے اُس کا واحد منبع اور سرچشمہ قر آن تحکیم ہے۔

اِس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی دوصفات بیان ہوئی ہیں دَءُوفُ اور رَحِیْھُ ۔سودۃ التوبۃ وی آخری آیت میں یہ دونوں صفات اِسی تر تیب کے ساتھ نبی اکرم مَنگائیو ہُم کے لیے بھی آئی ہیں۔ اِسی سورہ حدید کی آیت 27 میں فرمایا گیا کہ یہ دوصفات یعنی مالیٹھ کی پیروی کی تھی۔ اِن اُن لو گوں کے دلوں میں بھی رکھ دی تھیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ عَالیتھ کی پیروی کی تھی۔ اِن دونوں صفات کے مابین بڑا گہر اربط اور تعلق ہے۔ کسی کو تکلیف میں دکھے کر تڑپ جانا اورائس کے دکھ کو دور کرنے پر آمادہ اور متوجہ ہو جانا رحت ہے۔ پھر اُس کے دکھ کو دور کرنے پر آمادہ اور متوجہ ہو جانا رحت ہے۔ ایک ہی عمل کے یہ دورخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ثانِ روو فی اور شانِ رحیمی کا وہ اللہ کے بندوں کو عقائد واعمال کے حوالہ سے اندھیروں سے نکال کرروشنی میں لے آئیں۔ وہ اللہ کے بندوں کو عقائد واعمال کے حوالہ سے اندھیروں سے نکال کرروشنی میں لے آئیں۔ اللہ کے یہ بندے د نیا میں بھی افراط و تفریط کے د ھکوں سے بچیں گے اور آخرت میں بھی دردناک عذاب سے محفوظ ہو جائیں گے۔ واقعی اللہ بندوں کے حق میں رؤوف اور رحیم ہے۔

## آيت10:

وَ مَا لَكُمْ اللَّا ثَنْفِقُوْا فِي سَبِيلِ اللهِ ... اور تمهيں كيا ہوا ہے كہ خرج نہيں كرتے اللہ كى راہ ميں ... وَ لِلّٰهِ مِيْوَاثُ السَّلُوتِ وَ الْاَرْضِ لَى ... حالا نكه آسانوں اور زمين كى وراشت اللہ ہى كے ليہ ہے ... لاَ يَسْتَوِى مِنْكُمْ هَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَتَلَ لَى برابر نہيں تم ميں سے وہ جس نے خرج كيا فَحْ سے پہلے اور جنگ كى ... أوللِكَ أعظم دُرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُواْمِنْ بَعْلُ وَ قَتَلُوالْ ... السے لوگوں سے كہيں بڑھ كرہے جنہوں نے بعد ميں خرج كيا اور جنگ كى ... وَ كُلاَّ وَعَدَاللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ اللهِ اللهُ ال

• اِس آیت کے شروع میں دین کے دوسرے تقاضے "انفاق" کے حوالے سے جھنجھوڑا گیا کہ ممہیں کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں حالا نکہ آسانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہرشے کا حقیقی مالک اور وارث اللہ ہے۔ ہمارے یاس جو کچھ بھی ہے امانت

ہے۔ ہمارا امتحان ہے کہ ہم اِسے اللہ کی خوشنودی کے لیے لگاتے ہیں یا بچا بچا کرکسی اور کے فائدہ کے لیے رکھ کرخود محروم رہ جاتے ہیں۔اقبال نے کیاخوب کہاہے:

تو بچابچاکے ندر کھا ہے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ کہ شکتہ ہو توعزیز ترہے نگاہِ آئینہ ساز میں

مال واسباب در حقیقت چلتی پھرتی دولت ہے۔ آج کسی کے پاس ہے اور کل کسی کے پاس۔ یہ نسلًا بعد نسلِ منتقل ہور ہی ہے۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو جارہی ہے۔ بالآخریہ سب پھھ اللہ ہی کے لیے رہ جائے گا۔ کوئی باقی نہ ہو گاجو اِس پر دعویٰ کرسکے۔ نبی اکرم مَثَلَّ اللَّیْمُ کا ارشادہے:

یَقُولُ ابْنُ اٰ دَمَ مَا لِیْ مَا لِیْ وَهَلْ لَّكَ یَا ابْنَ اٰ دَمَ مِنْ مَا لِكَ اِلاَّ مَا اَ كَلْتَ فَا فَدَیْتَ

اَوْ لَبَسْتَ فَا بَلْکَتُ اَوْ تَصَدَّ قُتَ فَا مَصْدُتُ (۱)

"انسان کہتا ہے میر امال،میر امال حالانکہ اے انسان! تیر امال (ایک تووہ ہے)جو تونے کھا کر ختم کر دیا، یا(دوسرا) پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا (تیسر ا)صدقہ کر کے (آخرت کے لیے) آگے بھیج دیا"۔

إِس طرح ايك اور حديث مين آيا ہے كه آپ مَنَّ النَّيْرَ أَ فَ صحابه كرام ثُنَالَثُمُّ ہے سوال كيا: أَيُّكُمْ مَالُ وَادِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ قَالُوا يَا دَسُولَ اللهِ مَا مِنَّا أَحَدُّ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ قَالَ فَإِنَّ مَا لَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَادِثِهِ مَا أَخَدُ (٢)

" آپ لوگوں میں سے کون ہو گا جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ عزیز ہو؟" صحابہ کرام ٹنے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسے خود اپنامال (وارث کے مال سے) محبوب تر نہ ہو۔ اس پر آپ منگالٹینِ نے فرمایا" اُس کا مال تو وہ ہے جو اُس نے بیچھے چھوڑا"۔

اِس حدیث کی رُوسے ہماارامال صرف وہی ہے جوہم اللہ کی راہ میں اپنی زندگی کے اندر خرچ کرتے ہیں، باقی مال جوہم جمع کررہے ہیں وہ در حقیقت وار ثوں کا ہے۔

<sup>(</sup>١) صعيد مسلم، كتاب الزُّهْ يوالرَّقَايِق، باب، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْن الشَّخِيْرِ وْاللهَيْ

<sup>(</sup>٢) صحيد البخارى، كتاب المقاق، باب مَا قَدَّم مِنْ مَالِهِ فَهُوَلَهُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْن مسعود والله

• مال کے حوالے سے بیربات پیش نظر رہے کہ ضرورت سے زائد جمع نہ کیا جائے۔ حضرت عیسی مَالِیناً کے ایک وعظ کا مفہوم ہے:

"Do not store up for yourselves treasures on earth, where moths and vermin destroy, and where thieves break in and steal. But store up for yourselves treasures in heaven, where moths and vermin do not destroy, and where thieves do not break in and steal. For where your treasure is, there your heart will be also." (1)

"ا پنامال زمین پر جمع نه کرو، جہال کیڑا بھی خراب کر تا ہے اور چوری کا بھی خوف ہے بلکہ آسان پر جمع کرو جہاں نه کیڑا خراب کر تا ہے، نه چوری کا خوف ہے۔ کیونکه جہاں تمہارا مال ہوگاوہیں تمہارادل ہوگا"۔

اگر ہم نے مال یہیں جمع کیا تو دل بھی یہیں پر لگارہے گا۔ دنیاسے جانے کو دل نہیں چاہے گا اور موت کے فرشتے دھکے دے دے کر زبر دستی لے کر جائیں گے۔ ایک حدیث میں الفاظ آتے ہیں کہ جیسے کانٹے دار جھاڑی پر کپڑا ڈال کر کھینچا جائے اسی طریقے سے ایسے لوگوں کی روحیں کھینچی جائیں گی۔ اِس کے بر عکس جس نے مال آگے بھیجا ہوگا وہ موت کے لیے ہر وقت تیار ہوگا اور بقول اقبال موت کے وقت اُس کی کیفیت یہ ہوگی کہ:

نشانِ مر در مو من با تو گویم چول مرگ آید تبسم برلب ِ اوست!

ایک حدیث کی رُوسے ایسے لوگوں کے لیے موت ایسے ہوگی جیسے کہ ایک بند مشکیزے میں سے ایک بوند پانی ٹیک جائے (۲)۔ اُن کے لیے یہاں سے نقل مکانی کرنے میں کوئی نا گواری نہیں ہوگی، کوئی سختی نہیں ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کوالیی ہی موت عطافر مائے۔ آمین!

• آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا کہ برابر نہیں ہیں وہ جنہوں نے فتے سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کیااور جنگ کی۔ مختلف حالات کے اعتبار سے انسان کے عمل کی قدر وقیمت اور اجر و ثواب میں

<sup>(1) (</sup>Matthew, Chapter 6, Verses 19-21) (۲) المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب الايمان، باب أَمَا حَدِيثُ مَعْمَر، عَنْ الْمَرَاءِ فِنِ عَازِبٍ ﴿ اللَّهِ

زمین و آسان کا فرق و اقع ہوجاتا ہے۔ حالات نامساعد ہوں، مخالفتیں عروج پر ہوں، دشمن اپنی قوت و وسائل کی بنیاد پر دند نار ہاہو اور جان و مال کو ہر و قت خطرات لاحق ہوں تو ایسے میں کسی تحریک کے لیے مال و جان کی بازیاں لگانے والوں کے در جات بہت بلند ہیں۔ اِس کے برعکس جب کوئی تحریک ایک ابھرتی ہوئی طاقت کی حیثیت سے سامنے آپھی ہو تو اب تو بہت سے لوگ اُس کے معاون بن جائیں گے۔ جس و قت یہ آیت نازل ہوئی اسلام مغلوب تھا۔ صحابہ رشی اُلٹی اُس کے معاون بن جائیں گے۔ جس و قت یہ آیت نازل ہوئی اسلام مغلوب تھا۔ صحابہ رشی اُلٹی نے دین کی اِس غربت کے دور میں قربانیاں دیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام غالب ہوگیا۔ اِس تھوڑے سے عرصہ کی قربانیوں سے اُنہوں نے اپنے لیے عظیم در جات کے حصول کا سامان کر لیا۔ اِس دور میں بھی دین اسلام دنیا میں مغلوب ہے اور مخالفین بڑے منظم انداز سے اِس کے خلاف ساز شیں کررہے ہیں، بقول حالی:

پتی کا کوئی حدسے گزرنا دیکھے اسلام کا گر کرنہ ابھرنا دیکھے مانےنہ کبھی کہ مدہے ہر جذرکے بعد دریا کا ہمارے جو انزنا دیکھے

ور

اے خاصہ کناصانِ رُسل وقت ِ دعاہے اُمت پہ تیری آئے عجب وقت پڑاہے جودین کہ بڑی شان سے نکلاتھاوطن سے پر دیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

دین کی مغلوبیت کے اِس دور میں اگر ہم اِس کی سربلندی کے لیے مال و جان لگاتے ہیں تو ہم بھی بہت عظیم اجر و ثواب کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اِر شادِ نبوی صَلَّ اَلَّهُ عِبِّمْ ہے:

بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُودٌ كَمَا بَدَأَ غَرِيْبًا فَطُولِي لِلْغُرَبَاءِ(ا) "اسلام كا آغاز ہوا تھا جبکہ یہ مغلوب تھا اور عنقریب یہ مغلوب ہوجائے گا توخوشنجری ہے

<sup>(</sup>١) معيىمسلم،كتاب الإيمان، باب بَيَانِأَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا ...، عَنْ ابى هريرة وَاللَّ

- اُس وقت اسلام کاساتھ دینے والوں کے لیے "۔
- آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جنہوں نے فتح سے قبل اللہ کے دین کی سربلندی

  کے لیے انفاق کیا اور جنگ کی، بہت عظیم در جات کے حامل ہوں گے اُن کے مقابلہ میں جنہوں
  نے بعد میں اللہ کی راہ میں انفاق کیا اور جنگ کی۔ عربی زبان میں عظیم اور اعظم کے الفاظ کسی
  شے کی معنوی بڑائی اور عظمت کے اظہار کے لیے آتے ہیں جبکہ کبیر اور اکبر کے الفاظ ظاہر ک
  بڑائی اور شوکت کے لیے۔ ایسے لوگوں کے در جات اللہ کے ہاں بڑے بھی ہیں اور عظیم بھی جو
  اُس دور میں جان اور مال کی بازیاں تھیلیں جبکہ دین مغلوب ہو اور اُس کے لیے کام کرنامشکلات
  کو دعوت دینے کے متر ادف ہو۔
- و گُلاً وَعَدَاللهُ الْحُسْنَى" اور اللہ نے سب سے وعدہ کیا بڑی بھلائی کا" کے الفاظ کے ذریعہ ایسے لوگوں کو بھی تسلی دی گئی جو فتح کے بعد خلوص سے مال اور جان کی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ دین کے لیے جب بھی کوئی محنت کی جائے گی تو اُس کا اجر و تو اب ضائع نہیں ہو گا۔ البتہ جنہوں نے اسلام کا ساتھ اُس وقت دیا جب دین پامال تھا اور دین کا کوئی ساتھی نہیں تھاوہ اکسشابِ قُونَ الْاَوَّلُونَ میں شامل ہیں۔ اللہ کے ہال اُن کا مرتبہ بہت عظمتوں کا حامل ہے۔ اِس مرتبہ تک وہ لوگ ہر گزنہیں پہنچ سکتے جو اسلام کو غلبہ حاصل ہونے کے بعد آئے اور قال و انفاق کیا۔ اگر وہ حسن نیت سے آئے ہیں تو اُن کے اجر و تو اب کی بھی اللہ کی طرف سے ضانت دی گئی ہے، لیکن درجے میں وہ اُن کے برابر کبھی نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے قبل دین کی مرتبہ نامرت کی۔ اللہ کا سب سے بہت اچھاوعدہ ہے۔ جنت سب کو ملے گی، جو پہلے آئے ان کو بھی اور جو بعد میں آئے اُن کو بھی، البتہ حسن نیت شرط ہے۔ ہاں جنت کے درجات میں بھی بہت فرق و تفاوت ہو گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ نچلے درجے والا جنتی اوپر کے درج والے جنتی کو فرق و تفاوت ہو گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ نچلے درجے والا جنتی اوپر کے درجے والے جنتی کو الیے دیکھے گا جیسے تم زمین سے آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو (ا)۔

<sup>(</sup>۱) صعيم مسلم، كتاب الْجُنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، باب تَرَابِي أَهْلِ الْجُنَّةِ أَهْلَ الْغُرَفِ كَمَا يُرَى الْكُوْكُ فِي السَّمَاءِ، عَنْسَهْلِ بْنِسَعْدِ وَاللَّهِ عَلِي اللَّهِ عَلَى اللَّهِ عَلَى اللَّهِ عَلَى اللَّهُ عَلَى الْك

• آیت کے آخر میں فرمایا و الله یہ انتخباؤن خیبی "الله تعالی خوب جانتا ہے جو پچھ تم کر رہے ہو"۔ إن الفاظ ہے مرادیہ ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ کس نے کس نیت کے ساتھ اور کن داخلی و خارجی مشکلات کا مقابلہ کر کے کتنا عمل کیا ہے؟ ہر انسان میں طبعی طور پر پچھ کمزوریاں ہوتی ہیں جو ہر وفی جو موروثی ہوتی ہیں۔ یہ داخلی رکاوٹیس ہیں۔ پھر ماحول میں بھی پچھ دشواریاں ہوتی ہیں جو ہیر وفی مشکلات ہیں۔ ایک انسان کو اندرونی و ہیر ونی طور پر کس طرح کی مشکلات کا سامنا تھا اور اُس نے مشکلات ہیں۔ ایک انسان کو اندرونی و ہیر ونی طور پر کس طرح کی مشکلات کا سامنا تھا اور اُس نے کس حد تک اِن کا مقابلہ کر کے خلوص کے ساتھ عمل کی کوشش کی ، اللہ اِس سے خوب واقف ہے۔ ایک عمل کی انجام دبی کے لیے کس شخص کو کتنی جد و جہد کرنا پڑی اور کس کے لیے وہ عمل آسان تھا، سب اللہ کے علم میں ہے۔ اِن سب کے اعتبارات سے کسی بھی عمل کی قدرو قیمت کا نعین ہو گا۔ ہمارے بڑے سے بڑے کمپیوٹر کے لیے بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اِن تمام حقائق کو پیش نظر رکھ کر کوئی معاملہ طے کر سکے۔ لہذ اواضح کر دیا گیا کہ جو پچھ تم کر رہے ہو، صرف اللہ ایس سے باخبر ہے۔ تمہارے اعمال کا ہر پہلوائس کے سامنے واضح ہے۔ ہر شخص کا درجہ اللہ تعالی کے اِسی کا مل علم کے اعتبار سے معین ہو گا۔

### آيت11:

مَنْ ذَاالَّذِي يُقُرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ... كون ہے جو الله كو قرض دے، اچھا قرض؟ ... فَيَطْعِفَهُ لَكُ لَكُ ... پھر وہ دوچند كرے أس كے ليے إس (انفاق) كو ... وَ لَكَ آجُرٌ كُرِيْهُ ﴿ اور أس كے ليے عزت كاصلہ ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کے لیے دو مدات ہیں۔ بندوں کی احتیاج پوری کرنے کے لیے جو مال خرج کیا جاتا ہے اُسے "صدقہ " کہا جاتا ہے اور اللہ کے دین کی تبلیغ اور غلبے کے لیے خرچ کیے جانے والے مال کو " قرضِ حسنہ "۔ دین کی خدمت کے لیے کیے جانے والے انفاق کے نتائج دنیا میں کم ہی نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندوں کی دلجوئی کے لیے اللہ اِس انفاق کو قرضِ حسنہ قرار دے کریقین دہائی کرارہا ہے کہ تمہارا خرچ کیا ہوا مال نہ صرف محفوظ ہے بلکہ اُسے بڑھا چڑھا کر وٹایا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ عزت والا بدلہ بھی دیا جائے گا۔ سود ڈالمزمل <sup>73</sup>کی آتے میں یہی مضمون اِس طرح بیان ہوا:

وَ اَقْرِضُوا اللهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴿ وَمَا تُقَلِّمُوا لِالنَّفْسِكُمْ مِّنْ خَلَيْ تَجِلُ وَهُ عِنْكَ اللهِ هُوَ خَيْرًا وَ أَعْظَمَ آجُرًا

"اور الله کو دیتے رہواچھا قرض اور جو پچھ تم اپنے لیے آگے بھیجو گے بھلائی میں سے اُس کو اللہ کے ہاں یاؤگے بہتر اوراجر کے اعتبار سے عظیم "۔

سورہ حدید کی اِس آیت میں مَنْ ذَا الَّذِی یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کے الفاظ میں لاکارنے کا انداز ہے کہ کون ہے وہ جس کا اللہ اور آخرت پر یقین اِس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ وہ نتائج کی پرواہ کیے بغیر اپنامال اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لگانے کے لیے تیار ہو۔

- نوٹ یجے کہ یہاں اجر کے ساتھ "کریم" کی صفت آئی ہے۔ اِس سے پہلے آیت 7 میں اجر کے ساتھ "کبیر" کی صفت آئی تھی۔ یہ اجر کی دو صفات ہیں۔ ایک تو مقد ار کے اعتبار سے یہ اجر کہ ہوتا ہے کہ جب یہ اجر دیاجائے گاتواں میں عزت افزائی کا پہلو بھی ہوگا۔ یہت زیادہ ہوگا، دوسرے یہ کہ جب یہ اجر دیاجائے گاتواں میں عزت افزائی کا پہلو بھی ہوگا۔ عام طور پر تو یہ ہوتا ہے کہ "اُئیڈ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیُبِو السُّفْلِ" (ا) کے مصداتی لینے والا محسوس کرتا ہے کہ میری حیثیت پھے کم ہوئی ہے، گری ہے، لیکن نہیں! اللہ کے طرف سے جب اجر ملے گاتواں میں اکرام اور اعزاز ہوگا۔ ویسے تو ہم سب رَبِّ اِنِیؒ لِماً اَنْذَائت اِلَیٌ مِن خَیْرِ فَقِیرٌ فَیْ اِللہ کے دَر کے بھاری ہیں لیکن اللہ ہمیں اجر دیتے ہوئے ہماری عزت ہوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ ہوں "کے مصداتی اللہ کا اپنے ہندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔
- صحابہ کرام نُحُالِّذُ فَرُ آنِ حکیم کے احکامات عمل کی نیت سے سنتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رُقالِتُنَّ مِن آنِ حکیم کے احکامات عمل کی نیت سے سنتے تھے۔ حضرت عبد الله بارک مسعود رُقالِتُنَّ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور نبی اکرم مَا اللّٰیَّ اللّٰهِ مَا اللّٰهُ عَلَیْ اللّٰهُ اللهُ الللهُ الللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ

<sup>(</sup>١) صحيح البخارى، كتاب الزكاة، باب لاصَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنِّى، عَنْ حَكِيمٍ بْنِ حِزَامٍ وَالنَّيْ

نے آپ منگانی کی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا" میں نے اپنے رب کو اپناباغ قرض دے دیا"۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود طفائی فرماتے ہیں کہ اُس باغ میں تھجور کے چھ سو در خت تھے، اُسی میں ان کا گھر تھا، وہیں اُن کے بال بچ رہتے تھے۔ نبی اکرم منگانی کی سے یہ بات کرکے وہ سیدھے گھر پہنچ اور ہیوی کو پکار کر کہا "وَ حداح کی مال، نکل آو، میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے "۔ وہ بولیں "تم نے نفع کا سودا کیا وَحداح کے باپ " (ا)۔ اِس واقعہ سے اندازہ ہو تاہے کہ مخلص اہل ایمان کا طرنے عمل اُس وقت کیا تھا، اور اِسی سے یہ بات بھی سبجھ میں آسکتی ہے کہ وہ کیسا قرضِ حسنہ ہے جسے کئی گنابڑھا کر واپس دینے اور پھر او پرسے اجرِ کر یم علل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ ہم طلوب کہ مطالبہ آئے اور فورًا بورا کیا علم جائے، اللہ کی پکار سامنے آئے اور فورًا لبیک کہا جائے۔ یہ ہے وہ جذبہ انفاق کہ جس نے ایک عظیم جدوجہد کوکا میابی سے ہمکنار کیا اور محض تنگیں (23) برس کی مختصر سی مت میں ایک عظیم جدوجہد کوکا میابی سے ہمکنار کیا اور محض تنگیں (23) برس کی مختصر سی مدت میں ایک عظیم انقلاب بریا ہو گیا۔ اللہ جمیں بھی اپنے دین کے لیے ایس قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرائے۔ آئیں!



(۱) شعب الإيمان للبيهق، كتاب الاختيار في صدقة التطوع، بأب إن الله ليريد منا القرض؟، عَنْ عبد الله بن مسعود رَالله بن مسعود رالله بن مسعود

# سورة الحديد حصة سوم: آيات 12 تا 15 دين كے تقت اضے اور انحب م آحن سرت

اَعُوْدُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطِنِ الرَّحِيْمِ 0 بِسُحِ اللهِ الرَّحْمِنِ الرَّحِيْمِ 0 بِهُ مِ اللهِ الرَّحْمِنِ الرَّحِيْمِ اللهِ مِنَ المُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَهُمْ بَيْنَ اَيُنِيْهِمْ وَبِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيُهَا لَا لِهُ هُو الْفُوزُ الْعَظِيمُ ﴿ يَوْمَ الْمُؤْمِنَ الْمَنْ الْمَنْ الْمَنْ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمَافِقُ وَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ اللهِ وَالْمُؤْمُونَ الْمُؤْمِنَ الْمُؤْمِنَ اللهِ الْمُؤْمِنَ اللهِ الْمُؤْمِنَ اللهِ الْمُؤْمِنَ اللهِ وَالْمُؤْمُونَ اللهِ الْمُؤْمُونَ اللهِ وَالْمُؤْمُونَ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ وَالْمُؤْمُونَ اللهُ اللهُ اللهِ وَالْمُؤْمُونَ اللهُ اللهُ

# تمهيدى نكات:

- 1. پیچیلی آیات میں دین کے دو تقاضے بیان ہوئے تھے ایمان اور انفاق۔ اِن آیاتِ مبار کہ میں دین کے تقاضے اداکر نے والوں کا آخرت میں حسین انجام بیان کیا گیاہے۔ اِس کے بعد تفصیل سے دین کے تقاضوں سے پہلو تھی کرنے والوں کو منافقین قرار دے کراُن کے برے انجام کا نقشہ کھینچ دیا گیاہے۔
- 2. اِن آیات میں جواہم ترین موضوع وارد ہواہے وہ ہے نفساتی سطح پر نفاق کے مرض کے درجہ بدرجہ شدت اختیار کرنے کی کیفیات کا بیان۔ نفسیاتی طور پر منافق کے اندر کی کیا کیفیت ہوتی ہے، اور اس اعتبارسے نفاق کے کیا مدارج اور مر احل ہیں، نفاق کہاں سے شر وع ہو تاہے، پھر

اس کا دوسرا، تیسر ااور چوتھا مرحلہ کیا ہے، حقیقتِ نفاق کے ضمن بیان کیا جاچکا ہے کہ ظاہری اعتبار سے نفاق کے چار در ہے (stages) ہوتے ہیں۔ نفاق کا پہلا درجہ یہ ہے کہ جب اللہ کی راہ میں مال اور جان کھیانے کا حکم آتا ہے تو ایسا شخص انفاقِ مال اور جہاد و قال سے بچنے کے لیے جھوٹے بہانوں کا اعتبار نہیں رہتا تو پھر جھوٹی حجو ٹی بہانوں کا اعتبار نہیں رہتا تو پھر جھوٹی قشمیں کھائی جاتی ہیں اور یہ نفاق کا دوسر ادرجہ ہے۔ نفاق کا تیسر ادرجہ یہ ہے کہ دوسروں کو مسمیں کھائی جاتی ہیں اور یہ نفاق کا دوسر ادرجہ ہے۔ نفاق کا تیسر ادرجہ یہ ہے کہ دوسرول کو جھی دین کے لیے مالی و جانی قربانی دینے سے روکنے کی کوشش کرنا۔ اِس کے بعد نفاق کا چوتھا درجہ ہے اُن مخلص اہل ایمان کے خلاف شدید نفرت اور بغض جو اللہ کی راہ میں جان اور مال کی بازیاں لگارہے ہوتے ہیں۔ یہ چار مدارج تو علامات ہیں جو عمل میں ظاہر ہوتی ہیں، لیکن ذہن میں اور نفسیات کے اندر جو کھچڑ کی پک رہی ہوتی ہے وہ کیا ہے، اور یہ علامات در حقیقت کس اندرونی مرض کا ظہور ہیں، یہ سورہ حدید کے اِس حصہ کامر کزی مضمون ہے۔

## آيت12:

يُوْمَ تَرَى الْمُؤُمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اللّهِ اللّهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ ال

اس آیت میں میدانِ حشر کے ایک خاص مرحلے کا ذکر ہے جسے عرف عام میں بل صراط سے
تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک تاریک راستہ ہے جو جہنم کے اوپر سے گزر تا ہے۔ اِس راستہ کو طے
کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کے پاس نور یعنی روشنی ہو۔ دین کے نقاضے اداکر نے
والوں کے پاس یہ نور ہوگا اور وہ اِس کی مدد سے یہ کھن راستہ عبور کر کے جنت میں چلے جائیں
گے۔ دین کے نقاضوں سے پہلو تہی کرنے والے اِس نور سے محروم ہوں گے اور تاریکیوں میں
گھوکریں کھا کر جہنم میں گر جائیں گے۔

اِس آیت میں فرمایا کہ مومن مر دوں اور مومن خواتین کے سامنے بھی نور ہو گا اور دائیں طرف بھی۔ سامنے کے نور سے مراد ہے ایمانِ حقیقی کا نور سودۃ النود 24کی آیت 35کی روشنی میں بیہ حقیقت سامنے آپکی ہے کہ ایمانِ حقیقی ایک نور ہے جو نورِ فطرت اور نورِ و حی کے امنز ان سے وجود میں آتا ہے اور اِس نور کا محل اور مقام قلب ہے۔ ایمانِ حقیقی کا حصول دین کا بہلا تقاضا ہے۔ چو نکہ یہ ایمان دل میں ہو تا ہے لہذا اِس کا نور انسان کے سامنے ہوگا۔ دوسر انور ہے نورِ اعمال دیک انسان کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوگا لہذا یہ نور انسان کے دائیں طرف ہوگا۔ ہوگا۔ ہوگا۔ ہوگا۔ ہوگا۔ ہوگا۔ ہوگا۔ ہر عمل کے اندریا کوئی نورانیت ہے یا ظلمانیت۔ ہماری بصارتِ ظاہری اِس کا ادراک نہیں کریاتی۔ جب انسان اچھا یابرا عمل کرتا ہے تواس عمل کی نورانیت یا ظلمانیت کو اپنی شخصیت میں جذب کرتا ہے۔ دونِ قیامت اِس کا ظہور ہوگا کیونکہ اُس روز ہر شے کی اصل حقیقت سامنے جذب کرتا ہے۔ دونِ قیامت اِس کا ظہور ہوگا کیونکہ اُس روز ہر شے کی اصل حقیقت سامنے آتا ہے گا۔

به مضمون اِس ت قبل سودة التحريم 66 كى آيت 8 ميں بھى آچكا ہے:
 نُورُهُمْ يَسُعٰى بَايْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتُمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ
 لَنَا ۚ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيدُرُ

"اُن کانُور اُن کے سامنے اور داہنی طرف روشنی کرتا ہوا چل رہاہو گا اور وہ التجاکریں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے پورافر مادے ہمارے نور کو اور ہمیں معاف فرما بے شک تو ہمرچیزیر قادرہے"۔

نبی اکرم مَنَّ النَّیْوَ نِ فرمایا "کسی کا نور اتنا تیز ہوگا کہ مدینہ سے عدن تک کی مسافت کے برابر فاصلے تک پہنچ رہاہو گا اور کسی کا نور مدینہ سے صنعاء تک اور کسی کا اِس سے کم یہاں تک کہ کوئی مومن ایسا بھی ہوگا کہ جس کا نور اُس کے قد موں سے آگے نہ بڑھے گا "(() \_ اِسی لیے سورہ تحریم کی اِس آیت میں ذکر کیا گیا کہ اہل ایمان اللہ سے اپنے نور کے اضافے کے لیے دعا کریں گے اور اُن گناہوں پر بخشش ما تگیں گے جن کے انرات نے اُن کے نور کو دھند لا کر دیا۔اللہ ہم

<sup>(</sup>۱) تفسير الطبرى، تفسير سورة الحديد آيت 12

شے پر قادر ہے اور اُسے اختیار ہے کہ اپنے فضل و کرم سے گناہوں سے در گزر فرما کر نور میں کی کی تلافی فرمادے۔

- اس آیت میں مومن مر دوں اور مومن خوا تین کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا گیا۔ اگلی آیت میں نفاق کے ضمن میں بھی بہی اسلوب ہے۔ گویا یہاں خوا تین کے علیحدہ تشخص اور اُن کی ذاتی اخلاقی ذمہ داریوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ روزِ قیامت ہر مر دکو اپنا حساب دینا ہوگا اور ہر خاتون کو اپنا۔ شوہر خواہ کتانیک ہو، اپنی بیوی کے کام نہیں آسکتا اور بیوی خواہ کتنی نیک ہو، شوہر کو نہیں بچاسکتی۔ الرِّجَالُ قَوْمُونَ عَلَی النِّسَاّءِ (النساء 4:34)" مر دعور توں پر حاکم و نگہبان ہیں" کی روشنی میں خوا تین دنیا میں بیوی کی حیثیت میں تو شوہر کے تابع ہیں لیکن روزِ قیامت بیوی، شوہر کے تابع ہیں لیکن روزِ قیامت بیوی، شوہر کے تابع نہ ہوگی اور اِس کا حساب بالکل علیحدہ حیثیت میں ہوگا۔
- س آیت میں مزید فرمایا کہ جب مومن مرداور خوا تین پل صراط کے کھن مرحلے کو طے کر رہے ہوں گے تو آنہیں خوشنجری دی جائے گی کہ تمہاری محنت اور مشقت کا دور ختم ہوا۔ امتحان اور آزمائش کے مرحلے سے تم گزر آئے ہو۔ اب تمہارے لیے دہ باغات ہیں جن کے دامن میں نہ بیش نہیاں بہتی ہیں۔ ان باغات میں تم ہمیش رہو گے اور یہی ہے سب سے بڑی اور عظیم کامیابی ۔ ذٰلِک ہُو اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ میں ہُو کی ضمیر حصر کا مضمون پیدا کر رہی ہے یعنی اصل کامیابی کی سے ۔ مقابلہ کرنے والوں کو چاہئے کہ اِس کامیابی کے حصول کے لیے مقابلہ کریں۔ سودۃ کہیں ہے ۔ مقابلہ کرنے والوں کو چاہئے کہ اِس کامیابی کے حصول کے لیے مقابلہ کریں۔ سودۃ اللہ معاملہ میں ایک دوسرے سے آگے نگلیکنکافیس المُتنکافیشوں کے مطابق کو نگا کے مطابق کے نگا کو کہ نہوں کو اس کے دو شخص دین کی کسی خدمت کا بیڑا الٹھائے اُس پر یہ بات پوری طرح کوئی نہ ہو۔ کوئی اور شے اُس کی فیر میں نصب العین کا درجہ اختیار نہ کر لے۔ وہ دنیوی نتائے کی پرواہ کیے بغیر اپنے دین کے نقاضے اداکر تارہے اور اِسی طرز عمل سے وہ کامیابی کی اصل منزل کو حاصل کر لے گا۔

#### آيت13:

يُومَر يَقُوْلُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقْتُ لِلَّذِينَ الْمَنُوا ... أس روز كهيس كے منافق مر داور عور تيں ايمان والوں سے ... انْظُرُونَا نَقْتَبِسُ مِنْ نُوْدِ كُمْنَ ... ہماراانظار كروتا كه ہم لے ليس تمهارے نور ميں سے يجھ حصد ... قِيْلَ ارْجِعُوا وَرَاعَكُمْ فَالْتَيْسُواْنُورًا للهِ ... كها جائے گالوٹ جاؤا بي يجھے (دنيا ميں) اور تلاش كرونور ... فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُودٍ لَهُ بَابُ للهِ عال كردى جائے گاأن كے در ميان ايك ديوار جس ميں ہوگا ايك دروازه ... بَاطِنْهُ فِيْ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْكَانُ فَيْ أَس رديوار) كى اندرونى جانب رحمت ہوگى اور اس كے سامنے باہركى جانب عذاب ہوگا۔

- اِس آیت میں روزِ قیامت پلِ صراط پر اُن لوگوں کی ہے لبی اورانجام بد کا بیان ہے جنہوں نے دنیا میں دین کے نقاضوں سے پہلو تھی کی۔ایسے لوگ منافق قرار پائیں گے، نورِ ایمان و نورِ اعمال سے محروم ہوں گے اور اند هیروں میں ٹھوکریں کھائیں گے۔
- بے بسی کے عالم میں منافق مر د اور منافق خواتین اہل ایمان کو پکار کر کہیں گے کہ کہاں آگ بڑھے چلے جارہے ہو، ہمارے پاس کوئی روشنی نہیں ہے، ذرا تھہر و، رکوتا کہ ہم بھی تمہارے نورسے استفادہ کرلیں۔اہل ایمان خوداُس کھن مرحلہ کو عبور کرنے کی فکر میں ہوں گے لہٰذا وہ منافقین کو کوئی جواب نہ دیں گے۔حدیث نبوی مَالِیْنَا مِنْ ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رفی جہا سے روایت ہے کہ اُنہیں ایک دفعہ دوزخ کا خیال آیا، اور وہ رونے لکیں، رسول اللہ مَا گیا گیا ہے، تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کویاد یاد آئی، اور اُسی کے خوف نے مجھے رلایا ہے، تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کویاد رکھیں گے؟ رسول اللہ مَا گیا گیا ہے نو فرمایا: "تین جگہ تو کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا (اور کسی گی خبر نہیں لے گا) ایک وزنِ اعمال کے وقت، جب تک کہ بید نہ معلوم ہو جائے، کہ اُس کے اعمال کا وزنِ اعمال نامہ پاکر خوشی دوسرے اعمالناموں کے ملنے کے وقت جبکہ مر د مومن اپنے داہنے ہاتھ میں اپنا اعمال نامہ پاکر خوشی دوسرے سے کہے گا، کہ پڑھو میر ااعمال نامہ، یہاں تک کہ معلوم ہو جائے، کہ کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے اس کا اعمال

نامہ، آیادا ہنے ہاتھ میں یا پیچھے کی جانب سے بائیں ہاتھ میں، اور تیسر سے پل صراط پر جبکہ وہ رکھا جائے گا جہنم کے اوپر (اور حکم دیا جائے گاسب کو اُس پر سے گزرنے کا)"۔(۱) مومنین تو منافقین کی فریاد کا جو اب نہ دیں گے لیکن اللہ کی طرف سے کوئی پکارنے والا منافقین سے کہے گا کہ لوٹ جاؤا پنے پیچھے کی جانب اور تلاش کر و نور۔ یہال ترجمانی کرنی پڑے گی کہ اگر ممکن ہے تو دنیا میں واپس جاؤاور وہاں سے نور حاصل کر کے لاؤ۔ یہ نور دنیا کی زندگی ہی سے حاصل کیا جاسکتا تھا۔روزِ قیامت کسی کا دوبارہ دنیا میں آنا ناممکن ہو گالہذا یہ الفاظ کہ اگر لوٹ سے ہو تولوٹ جاؤ بیچھے کی جانب، منافقین کی حسر تول میں اور اضافہ کریں گے۔

اِس آیت میں مزید فرمایا کہ پھر مومنوں اور منافقوں کے در میان ایک فصیل حاکل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا۔ اِس فصیل کے اندر کی جانب رحمتِ خداوندی ہوگی اور بیر ونی جانب عذاب۔ گویایہ فصیل جنت اور دوزخ کے در میان حاکل ہے۔ اِس فصیل میں دروازہ اُن گناہ گار مسلمانوں کو جہنم سے نکا لئے کے لیے ہے جو صدقِ دل سے ایمان تولائے تھے لیکن اپنے گناہوں کی مزا سے کہ مستحق قرار پائے۔ یہ مسلمان اپنے گناہوں کی مزا پانے کے بعد اِس دروازہ کے ذریعہ جہنم سے نکال دیے جائیں گے۔ اہل سنت کا جمع علیہ عقیدہ پانے کے بعد اِس دروازہ کے ذریعہ جہنم سے نکال دیے جائیں گے۔ اہل سنت کا جمع علیہ عقیدہ ہے کہ جس شخص کے دل میں ایمان کی پچھ رمق بھی ہوگی وہ اپنے گناہوں کی سز ایا کر بالآخر جہنم سے نکال لیاجائے گا۔ جہنم میں خُلود صرف ان کے لیے ہے جن کے دلوں میں سرے سے جہنم سے نکال لیاجائے گا۔ جہنم میں خُلود صرف ان کے لیے ہے جن کے دلوں میں سرے سے ایمان کی کوئی رمتی نہیں ہوگی۔ البتہ بعض بے عمل مسلمان کہہ دیتے ہیں چلو پچھ عرصہ جہنم میں سزایانے کے بعد جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ سوچ انتہائی غلط ہے۔ سودۃ الفہ قان 25 میں فرمایا گیا:

إِنَّهَا سَاءَتُ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا

"بِ شَكَ جَہْم برى جگه ہے مستقل رہنے كے اعتبار سے اور عارضى رہنے كے اعتبار سے بھى "۔ جہنم بہت برى جگه ہے اور وہ عارضى طور پر داخل ہونے والے كو بھى اپنى بورى ہولناكى وكھادے گى۔ اَللَّهُمَّ اَجِرُنَا مِنَ النَّادِ۔ آمين!

<sup>(</sup>١) سنن ابى داؤد، كتاب السنة، باب في ذِكْرِ الْمِيزَانِ، عَنْ عائشة وَاللَّهُا

#### آيت14:

یُنَادُونَهُمْ اَکُمْ نَکُنْ مَعَکُمْ اِن وه (منافقین) پاری گے اُن (اہل ایمان) کو کیا ہم (دنیا میں) مہارے ساتھ نہ تھے؟ ... قَالُوْ ابکی ... وه (مسلمان) جواب دیں گے کیوں نہیں! ... وَ الْکِنْکُمْ فَتَنَمُ انْفُسُکُمْ ... اور لیکن تم نے خود کو (دنیا کی محبت کے) فتنہ میں ڈالا ... وَ تَرَبَّصْتُمْ ... اور تم (جزاو تم (جزاو تم (جزاو تم اللہ کے حوالے سے) تاخیر کرتے رہے ... وَ ازْتَبْتُمْ ... اور تم (جزاو سزاکے حوالے سے) شک میں پڑگئے ... وَ عَرَّتُکُمْ الْاَمَانِیُّ ... اور تم بیں پھے خوش کن خواہشات نے دھو کہ میں ڈال دیا ... کتی جانے اَمْرُ الله یک بارے میں تم بیں ایک بڑے دغا باز شیطان) نے دھو کہ دیا۔

کا فیصلہ) آ پہنچا ... وَ عَرَّکُمْ بِاللّٰهِ الْفَدُودُ ﴿ اور اللّٰه کے بارے میں تم بیں ایک بڑے دغا باز شیطان) نے دھو کہ دیا۔

- اِس آیت میں فرمایا کہ منافقین جہنم میں گرنے کے بعد چیج چیجی کر مومنوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ مومنین اب محفوظ مقام پر پہنچ چکے ہوں گے لہذا جواب دیں گے کیوں نہیں! ہمارے تمہارے در میان والدین اور اولاد کا یاشوہر اور بیوی کا یا بہن بھائی کا یا بہم دوستی کا یا کوئی اور تعلق تھالیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں مبتلا کیا، تم گو مگو کی کیفیت میں انتظار کرتے رہے، تم شکوک و شبہات میں پڑگئے، تمہیں تمہاری خوش کن خواہشات نے دھو کہ میں ڈالا اور یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ لیعنی تمہاری موت کا وقت آگیا۔ در حقیقت تمہیں ایک بہت بڑے دھو کہ بازیعنی شیطان نے اللہ کے حوالے سے فریب میں مبتلا کیا۔
- اِس آیت میں ایک مومن کے باطنی اعتبار سے درجہ بدرجہ منافق بن جانے کے چار مراحل کا ذکر ہے:
  - i. اینے آپ کو فتنے میں مبتلا کرنا۔
  - ii. دین کے تقاضے اداکرنے کے حوالے سے گو مگو کا شکار ہو جانا۔
    - iii. زهن مین شکوک و شبهات کا گھر کرلینا۔
- iv. خود ساختہ خوش کن خواہشات کے دھو کہ میں آگر دین کے تقاضوں سے غفلت برتنا۔

## نف ال كايب لامسرحله:

نفاق كا پېلا مرحله ہے اپنے آپ كو فتنه ميں ڈالنا۔ سورة التغابن 64 آيت 15 ميں فتنه كى وضاحت اس طرح بيان ہو كى:

إِنَّهَا آمُوالُكُهُ وَ أَوْلَادُكُهُ فِتُنَةً

"بِ شِک تمهارے مال اور تمهاری اولا د تو فتنه یعنی آزمائش کا ذریعه ہیں "۔

مال اور اولاد کی محبت انسان کے اندرر چی بھی ہوئی ہے۔ انسان اگر اِس محبت سے اتنامغلوب ہو جائے کہ اُسے شریعت کے احکامات کا پاس ہی نہ رہے اور وہ اپنی دینی ذمہ داریوں سے غافل ہو جائے تو یہ محبت فتنہ ہے۔ مال و اولاد کی محبت فتنہ ہے اگر یہ اللہ ، اُس کے رسول مَثَّلَ اللّٰہ ﷺ اور اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرنے کی محبت سے قوی تر ہو جائے۔ سودۃ التوبہۃ کی آیت نمبر 24 کو ایک بار پھر ذہن میں تازہ کرلیں:

قُلُ إِنْ كَانَ ابَآ وَّكُمْ وَ اَبْنَآ وُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمُوالُ إِنْ كَانَ ابَآ وَكُمْ وَ اَبْنَآ وُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمُوالُ اِلْتُوهُ وَ مَا اللّهُ وَتَجَارَةٌ تَخْشُونَ كَسَادَهَا وَ مَسْكِنُ تَرْضَوْنَهَا آحَبَ اِلْيُكُمْ مِّنَ اللّهُ وَتَكَنَّمُ مِّنَ اللّهُ وَتَكَنَّمُ اللّهُ وَكُمْ اللّهُ لِا يَهْدِي اللّهُ وَكُمْ الْفُسِقُونَ لَكُمْ اللّهُ اللّهُ لِا يَهْدِي اللّهُ لِا يَهْدِي اللّهُ وَلَا اللّهُ لَا يَهْدِي اللّهُ وَاللّهُ لَا يَهْدِي اللّهُ وَاللّهُ لَا يَهْدِي اللّهُ اللّهُ اللّهُ وَاللّهُ لَا يَهْدِي اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ لَا يَهْدِي اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّه

"کہہ دیجے (اے نبی مَنَافِیْمِ ) اگر تمہارے باپ دادااور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے درشتہ دار اوروہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اوروہ تجارت جس میں خسارے سے تم ڈرتے ہواوروہ گھر جو تمہیں پیند ہیں، اگر تمہیں زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اس کی راہ میں جہاد سے تو انظار کرویہاں تک کہ لے آئے اللہ اینا فیصلہ (یعنی تمہاری موت) اور اللہ السے نافر مانوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔

مال اور اولاد کو Asset یعنی سرمایہ نہیں بلکہ Liabilities یعنی ایسی امانتیں سمجھنا چاہیے جن کے بارے میں روزِ قیامت باز پر س ہوگی۔ار شادِ باری تعالی ہے:

ٱلْمَالُ وَالْمِنُونَ زِيْنَةُ الْحَيُوةِ اللَّانِيَا ۚ وَالْبِقِيتُ الصِّلِحَتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ الْمُهُونَ وَالْبَقِيتُ الصِّلِحَتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ الْمُهُفَ 18:18)

"مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جو بہتر ہیں تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور امید لگانے کے اعتبار سے "۔

گویا نفاق کا پہلا مرحلہ ہے مال و اولا دکی محبت میں اِس قدر کھو جانا کہ اللہ کے احکامات اور آخرت کی تیاری کی فکر ہی نہ رہے۔

## نف ال كادوسسرامسر حسله:

دین کے تقاضوں کی ادائیگی کے حوالے سے گو مگو کا شکار ہونا۔ اپنے آپ کو مال اور اولاد کے فتنہ میں ڈالنے کا نتیجہ نکلتا ہے تربص یعنی گو مگو کی صورت۔ ایک ہے وہ کیفیت کہ جب دین کے تقاضے واضح ہو گئے تواب میسوئی کے ساتھ منجد ھار میں کو دیڑنا۔ ہرچہ باداباد ماکشتی درآب انداختیم – اب جو ہوسو ہو ہم نے تواپنی کشتی یانی میں ڈال دی ہے۔ بقول فیض:

واپس نہیں پھیرا کوئی فرمان جنوں کا تنہا نہیں لوٹی تبھی آواز جرس کی خیریتِ جاں، راحتِ تن، صحتِ داماں سب بھول گئیں مصلحتیں اہلِ ہوس کی!

ایک ہے گومگو یعنی انتظار کی کیفیت اور فیصلہ نہ کر سکنا کہ چلوں یانہ چلوں۔انسان سوچ میں پڑجائے کہ کہیں ایسانہ ہوجائے اور کہیں ویسانہ ہوجائے! فیصلہ کن اقدام کی صلاحیت انسان میں باقی نہ رہے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھائے اور ایک پیچھے ہٹالے۔ آگے بڑھنے کو بھی جی چاہے لیکن پھر خطرات، آزمائشوں اور قربانیوں کے تقاضے کو دیکھ کر انسان کی ہمت جواب دے جائے اور اُس کا جذبہ عمل سر دیڑھائے۔ بقول غالب:

ایمال مجھے روکے ہے جو کھنچ ہے مجھے گفر کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے!

یہ شیطان کے حربوں میں سے ہے کہ اگر انسان کسی دینی تقاضے کی ادائیگی کے لیے تیار ہو جائے تووہ انسان کو تاخیر کی پٹی پڑھا تاہے تا کہ شاید وقت گزرنے کے ساتھ انسان کا جذبہ 'عمل ٹھنڈ اہو جائے۔

# نف ق كاتيب رامسر حله:

انسان کا ذہن شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جائے۔ تربص کا نتیجہ ہے شکوک و شبہات میں پڑجانا۔
انسان کے پاس جو کوئی تھوڑی بہت پو نجی ایمان اور یقین کی ہوتی ہے وہ گو مگو کی کیفیت کی وجہ سے
زائل ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کا ظاہر وباطن ایک دوسرے سے متاثر ہو تاہے۔ اگر اس
کاباطن اس کے خارج پر عکس ڈالتا ہے تواس کے خارج سے اس کاباطن بھی متاثر ہو تاہے۔ اگر انسان
کے دل میں یقین کی دولت ہے اور وہ ہمت کرکے آگے بڑھتا ہے تواس کے عمل کے ذریعہ اُس کے
ایمان ویقین میں اضافہ ہو تاہے۔ اِس کے بر عکس اگر انسان کم ہمتی کی وجہ سے تربص یعنی گو مگو کا شکار
ہے توجو تھوڑی بہت پو نجی ایمان ویقین کی تھی وہ بھی ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ سود ڈالمنافقون 63
کی آیت 3 میں اِس صورتِ حال کا فشہ یوں کھینیا گیا:

ذٰلِكَ بِٱنَّهُمُ امْنُوانُّمَّ كَفُرُوا فَطْبِعَ عَلَى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لاَ يَفْقَهُونَ

" یہ اِس لیے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے تو اُن کے دلوں پر مہر لگادی گئی سواب یہ سمجھتے ہی نہیں "

جب دل پر مہرلگ جائے تو انسان دین اور دینی تقاضوں کے صیح تصور کا فہم حاصل کرنے سے محروم ہو جا تاہے۔ وہ شکوک و شبہات کے تحت سوچتا ہے کہ ہم اپناسب کچھ یہاں کھپادیں اور معلوم نہیں کہ اس کا کچھ بدلہ بھی ملے گایا نہیں! پیتہ نہیں آخرت ہوگی بھی یا نہیں۔ اِس لیے کہ یہ ساراادھار کا سودا ہے۔ سودۃ التوبۃ آیت 111 میں فرمایا گیا:

إِنَّ اللهُ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَ أَمُوالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

"ابل ایمان سے اللہ نے اُن کے مال اور جانیں خرید لیے ہیں جنت کے عوض "۔

جنت توسلے گی آخرت میں، یہاں تو نہیں ملے گی۔ یہ توادھار کا سوداہے اور ادھار کے سودی پر آدمی کچھ نہ کچھ نہ کچھ تو متر دّد ہو تاہے۔ اگر نقد سودا ہو تو ٹھیک ہے کہ ہاتھ سے ایک چیز دی اور دوسری لے لی لیکن یہ توادھار کا سوداہے۔ یہ ہے نفاق کا تیسر امر حلہ جس کی وجہ سے ایمان کی بو نجی برف کی طرح کچھانا شروع ہو جاتی ہے۔

## نف ق كاچونسامسر حسله:

خودساخة خوش كن خواہشات كے فريب ميں آكرد ينى تقاضوں كى ادائيگى سے غافل ہو جانا۔ وہ انسان جو آخرت كو مانتا ہوليكن جر أتِ عمل سے محروم ہو وہ خود كو آخرت ميں كاميابى كے اعتبار سے مطمئن كرنے كے ليے پچھ من پيندخواہشات وضع كرتا ہے۔ يہ خواہشات انسان كے ذہن پر اِس درجہ حاوى ہو جاتى ہيں كہ وہ اب اِنہى كے حوالے سے سوچتا ہے اور رفتہ رفتہ ان خواہشات كا تانہ بانہ ایک نظر یہ اور عقیدہ كی شكل اختیار كرلیتا ہے۔ اِن خود ساختہ اور خوش كن خواہشات كو قر آن "امانى "كہتا ہے۔ انگریزى میں اِن كے ليے wishfull thinkings كے الفاظ آتے ہيں۔

کوئی بھی امت مسلمہ جب بگر تی ہے اور اپنے مقام سے گرتی ہے تو لازماً پچھ" امانی "کاسہارا لیتی ہے۔
اہل کتاب آخرت کو اور آخرت میں حیاب کتاب ہونے کو برحق سیجھتے تھے۔ البتہ جب وہ اپنے عمل کو دیکھتے تھے تو احساس ہو تا تھا کہ عدل کے تقاضے کے اعتبار سے آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ اب اِس مسئلے کا حل اُنہوں نے یہ نکالا کہ پچھ دلفریب خواہشات کو عقیدہ کا درجہ دے دیا۔ اِن خواہشات میں شفاعت باطلہ کا عقیدہ اللہ کی محبوب قوم ہونے کا عقیدہ "نَحْنُ اَبُنْ وُّا اللهِ وَ اَحِبُّا وُّوٰ کُو اللهِ وَ اَحِبُّا وُّوٰ کُلُ اللهِ وَ اَحْبُلُو وَ اَحْلُ وَ اِللّٰ اللّٰ اللّٰ اللهِ اللهُ وَلَى اللّٰهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ وَلَا لَا عُلُو لُو اللّٰ اللهُ وَلَا لَا اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَالُهُ اللهُ وَلَا لَا عُلُو لُو اِلْ اللهُ وَلَا لَا اللهُ وَاللّٰهُ اللهُ اللهُ وَلُو اللهُ ا

وَ قَالُوْا كَنْ يَّكُخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوُدًا أَوْ نَطْرَى ۚ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۚ قُلُ هَا تُوْا بُرُهَا نَكُمْ اِنْ كُنْتُمُ طِيقِيْنَ (البقرة 111:2)

" اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سواکوئی جنت میں نہیں جائے

گا-يه ان لوگوں كى خواہشات ييں - (اے نبى) كه ديج كه اگر سچ هو تودليل پيش كرو" -وَقَالُوْا كُنْ تَهَسَّنَا النَّادُ الِّآ آيَّامًا مَّعْدُودَةً لَّ قُلُ اَتَّخَنُ نُدُ عِنْدَ اللهِ عَهْدًا فَكُنْ يَّخُلِفَ اللهُ عَهْدَةً أَهُمْ تَقُوْلُونَ عَلَى اللهِ مَا لا تَعْلَمُونَ (البقرة 80:28)

"اور وہ کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں ہر گزنہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز۔ (اے نبی عَلَّ اللَّهِ عَلَیْ الله جس کے نبی عَلَّ الله جس کے اللہ جس کے خلاف نہ کرے گایاتم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں "۔

قَالُوْا كَنْ تَهَسَّنَا النَّارُ اِلَّا آيَّامًا مَّعُدُودَتٍ وَّ غَرَّهُمُ فِي دِيْنِهِمْ مَّا كَانُواْ يَفْتَرُونَ (آل عم ان3:24)

"وہ کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چندروز اور اُنہیں دھو کہ میں ڈال دیااُن کے دین کے بارے میں اُس جھوٹ نے جو وہ گھڑ رہے ہیں "۔

قُلُ فَلِمَ يُعَنِّ بُكُمْ بِنُ نُوْبِكُمُ (السائدة 18:5)

" (اے نبی مَنَّالَیْظِمُ)اُن سے بوچھے الله تنهبیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دیتاہے "۔

آج به گمر ابی ہمارے اندر بھی موجو دہے۔ نبی اکرم مَنَّاتَثْنِمُ کاارشادہے:

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا آتَى عَلَى بَنِي إِسْرَابِيل حَدُو النَّعْلِ بِالنَّعْلِ (ا)

"میری اُمت پر بھی لازماً وہی حالات آکر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے اُسی طرح جیسے ایک جوتی دوسری جوتی کے مشاہ ہوتی ہے "۔

بنواسرائیل کی طرح ہم بھی اپنی بے عملی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں لیکن اِس کے وبال سے بیخے کے لیے چھ پر امید لیکن بے سند خواہشات کاسہارالے کر خود کو جھوٹی تسلی دیتے رہتے ہیں کہ ہم نبی اکر م مُلَّا اَلْمِیْمِ کے دامن سے وابستہ ہیں، ہم بہر حال امت مر حومہ میں شامل ہیں اور جہنم تو صرف کفار کے لیے بنائی گئ ہے:

> خوار ہیں بد کار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں کچھ بھی ہیں مولا تیرے محبوب کی امت میں ہیں

<sup>(</sup>١) سنن الترمذى، كتاب الايمان، باب مَاجَاءَ فِي افْتِرَاقِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو وَاللَّيْ

الله تعالى في سودة النساء 4 آيات 123-124 مين واضح فرماديا كه:

لَيْسَ بِامَانِيّكُمُ وَ لَآ اَمَانِيّ اَهُلِ الْكِتْبِ مَنْ يَعْمَلُ سُوْءًا يُّجُزَ بِهِ وَ لَا يَجِلُ لَهُ مِنْ دُونِ اللهِ وَلِيَّا وَ لَا يَجِلُ لَهُ مِنْ الطّياحَتِ مِنْ ذَكِرٍ اَوْ اُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ دُونِ اللهِ وَلِيَّا وَ لَا نَضِيْرًا ﴿ وَمَنْ يَعْمَلُ مِنَ الطّياحَتِ مِنْ ذَكِرٍ اَوْ اُنْثَى وَهُو مُؤْمِنٌ فَاوْلَيْكَ يَلُ خُلُونَ الْحَدَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيْرًا ﴿

"نہ تہہاری خواہشات سے کچھ ہو گا اور نہ ہی اہل کتاب کی خواہشات سے۔ جس نے برائی کی وہ اُس کی سزاپائے گا اور اپنے لیے اللہ کے سواکوئی دوست یا مد د گار نہ پائے گا۔ اور جس نے اچھا عمل کیاخواہ مر دہوں یاعورت بشر طیکہ مومن ہوں توالیے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن کے ساتھ تل برابر بھی ناانصافی نہیں کی جائے گی "۔

یہ ہے نفاق کا چوتھا مرحلہ کہ جس کی وضاحت اِن الفاظ میں آئی کہ وَ غَدَّتُکُمُ الْاَمَانِیُّ "تمہیں دھو کہ دیئے رکھاتمہاری کچھ من گھڑت خواہشات نے "۔

- آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا کہ ٹی جانا اکٹر الله الله الله کا حکم آپنجیا"۔ یہاں الله کے حکم سے مراد ہے انسان کی موت کا فیصلہ۔اگر موت سے پہلے پہلے انسان کو اپنی غفلت کا احساس ہوجائے اور وہ سچی توبہ کرلے تواللہ تمام خطاؤں کو معاف فرمادیتا ہے۔منافقین روزِ قیامت انجام بدسے اس لیے دوچار ہوں گے کہ اُنہوں نے موت کا حکم آنے سے پہلے توبہ نہیں کی۔
- آیت کے آخر میں فرمایا گیا و غَرَّکُوْ بِاللّٰہِ الْغَوْدُوْرُ "اور اللّٰہ کے بارے میں تمہیں ایک بڑے دغا باز نے دھو کہ دیا"۔ "غُرُوْر " کے معنی ہوتے ہیں دھو کہ یا فریب اور "غُرُوْر "کا مفہوم ہے بہت ہی دھو کہ دینے والا یعنی بڑا دھو کے باز۔ اِس سے مرادہ شیطان۔ یہاں زیادہ قابلِ توجہ کلتہ یہ ہے کہ تمہیں اللّٰہ کے بارے میں دھو کہ دیا شیطان نے۔ اللّٰہ کے بارے میں دھو کہ دینا یہ ہے کہ شیطان اللّٰہ کی صرف شانِ رحمت کو انسان کے سامنے کر دیتا ہے جس کے سہارے انسان گناہ پر گناہ کر تار ہتا ہے:

## سوسو گناہ کیے تیری رحمت کے زور پر

انسان بے عملی کے باوجود اِس تصور پر خود کو تسلی دیتار ہتاہے کہ اللہ بڑار جیم ہے، بڑا کریم ہے، بڑاودود ہے، نکتہ نواز ہے اور بخشنے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔اللہ انسان سے اُس کی مال سے بڑھ کر محبت کر تاہے۔کیاماں پیند کرے گی کہ اُس کا بچہ آگ میں جلے؟اِسی طرح اللہ بھی اپنے بندوں کو آگ میں جلنے نہیں دے گا۔اُسے اپنی تخلیق سے بیار ہے،وہ کیسے اِسے آگ میں جمونک دے گا۔ قر آن میں جہنم کا ذکر صرف ڈراوے کے لیے ہے تاکہ انسان بالکل ہی بے قابونہ ہوجائے،بقول شاعر:

عصیاں سے بھی ہم نے کنارہ نہ کیا پر تُونے دل آزر دہ ہمارا نہ کیا ہم نے کنارہ نہ کیا ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر پرتری رحمت نے گوارا نہ کیا اللہ کے بارے میں متوازن عقیدہ میہ ہے کہ وہ رحیم بھی ہے لیکن عادل بھی، غفور بھی ہے لیکن عربیر ڈوانقام بھی۔ارشادِ باری تعالی ہے:
سریع الحساب بھی،ودود بھی ہے لیکن عزیز ڈوانقام بھی۔ارشادِ باری تعالی ہے:

نَبِّتُ عِبَادِئَ آنِنَ آنَا الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ ﴿ وَ آنَ عَنَالِىٰ هُوَ الْعَنَابُ الْآلِيْمُ ﴿ وَ الْعَنَابُ الْآلِيْمُ ﴿ (الحجر  $^{15}$ :  $^{50}$ - $^{49}$ :

"(اے نبی ﷺ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں بڑا بخشنے والا (اور)مہر بان ہوں اور بیہ کہ میر اعذاب بھی در دناک عذاب ہے "۔

إِعْلَمُوْا آنَّ اللهَ شَدِينُ الْعِقَابِ وَ آنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (المائدة 98:5)

" جان ر کھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے اور یہ کہ اللہ بخشنے والا مہر بان بھی ہے "۔

شیطان اللہ کی صرف شانِ رحمت کو انسان کے سامنے اِس طرح مزین کر تاہے کہ انسان اللہ کی شانِ قبہاری سے غافل ہو کر مسلسل بے عملی کا مر تکب ہو تار ہتا ہے۔ ریہ ہے شیطان کا فریب اللہ کے حوالے سے۔اللہ نے ہمیں خبر دار فرمایا:

فَلا تَغُرُّنَكُمُ الْحَلُوةُ التُّانِيَا ۗ وَ لا يَغُرَّنَكُمُ بِاللهِ الْغَرُورُ (نقمان31:33، فَلا تَغُرُّنَكُمُ الْحَلُوةُ التَّانِيَا ۗ وَ لا يَغُرَّنَكُمُ بِاللهِ الْغَرُورُ (نقمان31:33، فاطر53:35)

" پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ بہت زیا دہ دھو کہ دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا دھو کہ دے "۔

اللہ کی صرف شانِ رحمت ہی کو بیان کر کے انسان اللہ کی شخسین نہیں بلکہ جزاوسز اکے تصور کی نفی کر رہاہو تاہے۔ گویا اُس کا خیال یہ ہے کہ نیکی کرنے والے اور برائی کرنے والے سب ہی اللہ کی رحمت سے بخشے جائیں گے۔اللہ نے قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اس گر اہی کی نفی کی ہے:

اَفَنَجُعَلُ الْسُلِدِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ أَمَا لَكُمْ اللَّهُ الْكَيْفَ تَخْكُبُونَ ﴿(القلم 35:68-36)

"كيابهم فرمانبر دارول كوبرابر كرديل كے نافرمانول كى؟ تمهيل كيابو گياہے كيسے فيلے كرتے ہو؟"

اَمُر نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اَمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّلِطَتِ كَالْمُفْسِرِيْنَ فِي الْأَرْضِ ۗ اَمْر نَجْعَلُ الْمُتَقَنِّنَ كَالْفُجَّادِ (صَ38:38)

"کیا ہم اُن کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے بر ابر کر دیں گے اُن کے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یامتقین کو بر ابر کر دیں گے بد کاروں کے ؟"

اَمْرِ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجُتَرَحُوا السَّيِّاتِ اَنْ تَجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اَمَنُوا وَ عَبِلُوا السِّيالِ الْطَلِحَةِ السَّيِّاتِ اَنْ تَجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اَمَنُوا وَ عَبِلُوا الطَّلِحَةِ السَّاءَ مَا يَحُلُونَ (الجاثية 31:45)

"جولوگ بُرے کام کرتے ہیں کیاوہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کو اُن لو گوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اُن کی زندگی اور موت یکسال ہو ل گے ؟ براہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں "۔

يَايَّهُا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ أَالَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوَّكَ فَكَالُكُ فَ الْكِرِيْمِ أَالَّذِيْنِ أَنَّ فَكَالَكُ فَ كَلَّا بَلُ ثُكَنِّبُوْنَ بِالرِّيْنِ أَوْ وَانَّ فَعَكُمُ لَكُ فَكَالَا بُلُ ثُكَنِّبُوْنَ بِالرِّيْنِ أَوْ وَانَّ الْأَبْرَارَ عَلَيْكُمُ لَحْفِظِيْنَ أَوْ كَرَامًا كَاتِبِيْنَ أَنْ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿ وَالْكَبْرَارَ لَا فَعُلُونَ ﴾ وَانَّ الْأَبْرَارَ لَفَى فَعِيْمِ أَوْ وَانَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَعِيْمٍ أَوْ (الانفطار 82:6-14)

"اے انسان تجھے اپنے شفق پرورد گار کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ (وہی توہے)
جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضاء کو) ٹھیک کیا اور (تیرے وجود کو) معتدل رکھا۔ جس
صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مگر تم لوگ جزاو سزا کو جھٹلاتے ہو، حالا تکہ بلاشبہ تم پر نگہبان
مقرر ہیں۔ عالی قدر لکھنے والے (تمہارے اعمال کے)۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے
ہیں۔ بشک نیکوکار نعمتوں میں ہوں گے اور بدکر دار دوزخ میں "۔

#### آيت15:

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَلُ مِنْكُمْ فِلْيَةً ... پس (اے منافقو!) آج تم سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا جائے گا... وَّ لَا مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اللہ اور نہ ہی اُن سے جنہوں نے کفر کیا... مَاوْلَکُمُ النَّارُ اللہ تمہارا شکانہ آگ ہے ... هِی مَوْلْلَکُمُ اللہ وہی تمہاری ساتھی ہے ... وَ بِنْسَ الْهَصِیْرُ ﴿ اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔

اس آیت میں خبر دار کر دیا گیا کہ دنیا میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ ہیں لیکن آخرت میں اُن کا نجام کا فروں کے ساتھ ہو گا۔سود ۃ الدنساء 4 میں یہ مضمون اِس طرح بیان ہوا:

اِنَّ اللّٰہُ جَامِع اُلْمُنْفِقِیْنَ وَ الْکِفِرِیْنَ فِیْ جَهَدِّم جَمِیْعًا (الدنساء 4 140)

" بے شک اللّٰہ منافقوں اور کا فروں کو دوزخ میں اکھا کرنے والا ہے "۔

دنیا میں مجرم جرمانہ دے کر آزاد ہو جاتے ہیں لیکن روزِ قیامت منافقین اور کفار سے کوئی فدید
قبول نہ کیا جائے گا۔

• آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا کہ اے کافرو اور منافقو! آج تمہارا ماوی یعنی طمحانہ آگ ہے۔
ماوی کہتے ہیں ایسی پناہ گاہ کو جس کی طرف انسان خطرات سے بچنے کے لیے لپتا ہے۔ طنزیہ
اسلوب میں کہا گیا کہ اب تمہاری پناہ گاہ آگ ہے۔ مزید طنز کرتے ہوئے حسرت میں اضافہ کیا
گیا کہ یہ آگ ہی تمہاری مولا ہے۔ مولا کہتے ہیں ایسے قابلِ اعتماد ساتھی کو جس سے انسان اپنا
د کھ در دبانٹ سکے۔ فرمایا تمہاری ہمدرد، غم گسار، دمساز اور فیق اب آگ ہے۔ جو شکوہ و فریاد
کرنی ہے اِسی سے کرو۔ یہ آگ ہی تمہارا اوڑ ھنا اور بچھونا ہے اور یہ بہت ہی بری جگہہ ہے۔



# سورۃ الحدید حصتہ چہارم: آیات۔16 تا19 مترب الہی کے حصول کاراستہ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطِنِ الرَّحِيْمِ 0 بِسُمِ اللهِ الرَّحْسِنِ الرَّحِيْمِ 0 اللهِ الرَّحْسِنِ الرَّحِيْمِ اللهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا اللهِ يَانِ لِلَّذِيْنَ اُوْنُوا الْكِتْبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْإِمْلُ فَقَسَتُ قَانُوبُهُمُ وَ كَثِيْرٌ مِّنَهُمُ كَالَّذِيْنَ اُوْنُوا الْكِتْبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْإَمْلُ فَقَسَتُ قَانُوبُهُمُ وَ كَثِيْرٌ مِنَ اللهِ يَحْمِى الْاَرْضَ بَعُلَى مَوْتِهَا فَلَ بَيَّنَا لَكُمُ اللّٰيَتِ لَعَلَّكُمُ فَيْعَوْنَ ﴿ وَاللّٰهِ مَنْ اللّٰهِ عَنْ اللّٰهِ مَنْ اللّٰهِ عَلَى مَوْتِهَا فَلَى اللّٰهِ قَلْمُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّهُ اللّٰهِ وَ اللهِ وَ اللّٰهِ وَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّٰهِ وَ اللّهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ الللللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللللّٰ الللللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللللّٰهُ اللللللّٰ الللللّٰ

سورہ حدید کے تیسرے حصہ میں دین کے تقاضوں سے پہلو تھی کا نتیجہ نفاق بیان ہوا اور نفاق کے برے انجام کاذکر لرزاد سے والے اسلوب میں ہوا۔ اب سورہ حدید کے اِس چوشے حصہ میں بڑے جہنجھوڑ دینے والے انداز میں اپنے باطن میں جھانکنے کی دعوت دی گئی ہے۔ آخرت کے ہلا دینے والے حقائق سامنے آنے کے باوجود بھی اگر انسان دینی تفاضوں کی اوائیگی کی طرف ماکل نہیں ہورہا تو ہوائی سامنے آنے کے باوجود بھی اگر انسان دینی تفاضوں کی اوائیگی کی مور فقہ رفتہ انسان کو تو وہ اپنے باطن کا جائزہ لے کہ کہیں دل کی سختی اُس انتہا تک تو نہیں پہنچ گئی کہ وہ رفتہ انسان کو فاسق بنادے۔ اِس کے بعد ہمت بندھانے کے انداز میں فرمایا گیا اگر دل کی دنیا اجڑی ہوئی ہے تب بھی مایوس نہ ہو، اصلاحِ حال کا امکان ہے۔ پھر اصلاحِ حال کے لیے عملی رہنمائی بیان کی گئی ہے۔

#### آيت16:

اَكُمْ يَانِ لِلنَّذِيْنَ أَمَنُوْآ ... كيا اب بهى وقت نہيں آيا مومنوں كے ليے ... أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ الله لكي يادت ... وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ الله الله كي يادت ... وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ الله الله كي يادت ... وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ الله الله كي يادت ... وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ الله عَلَى اللهِ الله عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى الله عَلَى الله عَلَى الله عَلَى الله عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُ اللهِ عَلَى اللهُ عَلَى اللهُهُ عَلَى اللهُ عَلَى ال

نازل ہواہے حق میں سے ... وَ لَا يَكُونُواْ كَالَّذِيْنَ اُونُواالْكِتْبَ مِنْ قَبْلُ ... اور وہ نہ ہو جائیں اُن كَى طرح جن كو كتابيں دى گئى تھيں اِس سے پہلے ... فَطَالَ عَكَيْهِمُ الْأَمَلُ ... پھر اُن پر زمانہ طویل گزر گیا (غَفَلت میں) ... فَقَسَتُ قُلُوبُهُمُ اللهُ عَنْ اَن كے دل ... وَ كَثِيْرٌ مِنْ اَمْهُمُ فَيْسَتُ فَلُوبُهُمُ اللهُ عَلَى اَن كے دل ... وَ كَثِيْرٌ مِنْ اَمْهُمُ فَيْسَتُونَ ﴿ اور اُن مِیں سے اکثر نافر مان ہیں۔

- اس آیت میں اہل ایمان کے لیے جھنجوڑنے کے انداز میں ایک نفسیاتی اپیل ہے۔ اُن سے فرمایا گیا کہ تمہارے سامنے دین کے تقاضے بھی آگئے ، تقاضے اداکرنے والوں کا حسین انجام بھی آگیا اور تقاضوں کی ادائیگی سے گریز کرنے والوں کے برے انجام کانقشہ بھی آگیا۔ کیااب بھی وقت نہیں آیا کہ تمہارے دلوں میں رقت پیدا ہو اور وہ اللہ کی یاد اور اُس کی فرمانبر داری کی طرف مائل ہو جائیں۔ سوچو کس وقت کا انتظار کررہے ہو؟ کس دلیل کے منتظر ہو؟ تمہارے دل کیوں نہیں جھک رہے اللہ کے احکامات کی بجا آوری کے لیے ؟ تم ایمان وانفاق کے تقاضے یورے کرنے پر کیوں آمادہ نہیں ہورہے؟
- شیطان کے حربوں میں سے ایک حربہ یہ بھی ہے کہ وہ انسان سے نیکی کے معاملہ میں تاخیر کراتا ہے۔ انسان پر دین کے مطالبات واضح ہوجاتے ہیں لیکن شیطان کچھ دنیوی معاملات کی انجام دہی تک دین کے نقاضوں کی ادائیگی کومونخر کرنے کی پٹی پڑھاتا ہے۔ ابھی اولاد کی تعلیمی ذمہ داریوں سے فارغ ہو جاؤ، ابھی ذرا بچیوں کے ہاتھ پیلے ہو جائیں، ابھی ذرامکان کی تعمیر مکمل ہو جائے، اس کے بعد خود کو دین کی خدمت کے لیے وقف کر دینا۔ اِسی لیت و لعل میں وقت گزر تار ہتا ہے، دنیا کے معاملات ختم نہیں ہوتے:

ہزاروں خواہشیں ایسی، کہ ہر خواہش پہ دم نکلے بہت نکلے مرے ارمان ، لیکن پھر بھی کم نکلے

اپنی خواہشات کی تکمیل کے انتظار میں انسان دینی تقاضوں سے مسلسل گریز کرتے کرتے نفاق کی منزلیں طے کر رہاہو تاہے۔ قرآن کی روشنی میں دینی ذمہ داریوں کا شعور حاصل ہونے کے باوجو دیوری پوری زندگیاں تاخیر و تعویق کی وجہ سے غفلت میں بیت جاتی ہیں اور انسان کی مہلت عمر ختم ہوجاتی ہے۔ اِس محرومی سے بچانے کے لیے للکارا گیا کہ اَکٹہ یَانِ لِلَّذِیْنَ اَمَنْوَا

اَنُ تَخْشَعُ قُلُوبُهُمْ لِنِكِدِ اللهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ "كياوقت آنهيں گيا كہ اہل ايمان كے دل جَعَك جائيں الله كى ياد اور اُس حق كے ليے جو نازل ہو چكاہے؟" آخر كس بات كا انظار كررہے ہو؟ كيا يقين ہے كہ انجى زندگى باقى ہے؟ كيا كہيں سے تمہارے پاس كوئى ضانت ہے كہ انجى تمہارے ياس كچھ مہلت عمل موجودہے؟

یہ بات اِس سے قبل بیان کی جا پیکی ہے کہ کئی – مدنی سور توں کے چھٹے گروپ کی مدنی سور توں میں بائل کتاب کا ذکر آیا ہے بطورِ عبرت۔ اہل کتاب مسلمانوں سے قبل امت کے منصب پر فائز سے لیکن اُن میں بعض ایسی اعتقادی اور عملی گمر اہیاں آگئیں جن کی وجہ سے اللّٰد اُن سے ناراض ہو گیا۔ قر آنِ حکیم میں یہ حقیقت کئی باربیان کی گئی کہ اہل کتاب دین حق اور اِس کے نقاضوں کا علم رکھتے تھے لیکن اُنہوں نے جان بوجھ کر اختلاف کیا:

إِنَّ الرِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ " وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتْبَ إِلَّا مِنْ بَعْلِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ اللهِ اللهِ مِنْ بَعْلِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمُ (آل عمران 3:11)

"اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور اہل کتاب نے (اِس دین سے) اختلاف نہیں کیا گرعلم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد کی وجہ سے "۔

اہل کتاب کے اِس اعراض کو جب ایک طویل مدت بیت گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے۔ جبیبا کہ ارشادِ نبوی مَثَلَّاتِیْزِ ہے:

إِنَّ الْعَبُدَاإِذَا أَخُطاً خَطِيعَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سُوْدَا ءُفَإِذَا هُوَنَزَءَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَسُقِلَ قَلْبُذُ وَإِنْ عَا دَزِيدَ فِيْهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَذُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمُ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ "(ا)

" بندہ جب گناہ کر تا ہے تواس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑجا تا ہے ، اگر وہ تو بہ کرلیتا ہے تووہ سیاہی بڑھتی سیاہی دور کر دی جاتی ہے اور اگر تو بہ کے بجائے گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے بہاں تک کہ اُس کے پورے دل پر چھاجاتی ہے ، یہی رَین (زنگ) ہے جس کا ذکر

<sup>(</sup>۱) سنن الترمذي، كتاب تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، باب وَمِنْ سُورَةِ وَيْلٌ لِلْمُطَقِّفِينَ، عَنْ ابي هريرة وَاللَّيْ

اللہ نے کیا گلا بل سے ران علی قُلُوبِهِمْ مَّا کَانُوا یکسِبُون "ہر گر نہیں بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ آگیاہے اُن کی بری کمائی کی وجہ سے "(المطففین 43:83)"۔

چونکہ ایمانِ حقیقی کا محل قلب ہے۔ یہ دل کی سختی در حقیقت ایمان کے نورسے محروم ہوجانے کی کیفیت کا بیان ہے۔ سودۃ ۱ دبقرۃ <sup>2</sup> آیت 74 میں اہل کتاب کے دلوں کی سختی کا نقشہ اِس طرح کھینے آیا:

ثُمَّ قَسَتُ قُلُوبُكُمُ مِّنْ بَعْلِ ذٰلِكَ فَهِى كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَكُّ قَسُوَةً وَ لِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَكَا يَتَفَجُّرُ مِنْهُ الْمَاءُ وَلِنَّ مِنْهَا لَهَا يَشَقَّقُ فَيَخُرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَلِنَّ مِنْهَا لَهَا يَشَقَقُ فَيَخُرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَلِنَّ مِنْهَا لَهَا يَشَعُلُونَ مِنْهَا لَهَا فِل عَبَّا تَعْمَلُونَ مِنْهَا لَهُ إِنَّا فِل عَبَّا تَعْمَلُونَ

" پھر اِس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پھر ہیں یاان سے بھی زیادہ سخت اور پھر اِس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پھر تو بیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہ پھٹ جاتے ہیں اور اُن میں سے پانی بہنے لگتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حموف سے گریڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے "۔

 وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلَيْكَةِ اسْجُدُاوُا لِأَدْمَ فَسَجَدُاوَا إِلَّا إِبْلِيسَ ۚ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبّه

"اور جب ہم نے فرشتوں کو تھم دیا کہ آدم عَالَیْتِلاً کو سجدہ کرو توسب نے سجدہ کیاسوائے المبیس کے۔وہ جنات میں سے تھا، پس اُس نے توڑ دیاا پنے رب کا تھم "۔

قرآنِ حكيم ميں بار بار فرمايا گياوَ اللهُ لاَ يَهْدِى الْقَوْمَ الْفْسِقِيْنَ"الله فاس لوگوں كو ہدايت نہيں ديتا"۔

اس آیت میں ایک عماب آمیز انداز ہے کہ جس کے ذریعہ مسلمانوں کو دینی تقاضوں سے پہلو ہی پر خبر دار کیا گیا ہے۔ دورِ صحابہ رفئ النّہُ میں یہ کمزوری آج کی نسبت بہت کم تھی بلکہ اُسے ہمارے موجودہ جذبہ بہادیا شوقِ شہادت کی کمی سے کوئی نسبت و تناسب ہی نہیں لیکن اُسی کمزوری کو بنیاد بنا کر وہ رہنمائی عطا فرمادی گئ جو ہمیشہ ہمیش کے لیے اُمت مسلمہ کو آمادہ عمل کرنے، جمنجھوڑنے، جگانے اور شیطان کی تھیکیوں اور لوریوں سے نجات دلانے کے لیے انتہائی موکر ہے۔

### آيت17:

اِعْكُمُّوْاَ أَنَّ اللَّهُ يُخِي الْأَرْضَ بَعْلَ مَوْتِهَا ﴿... جان لوكه اللَّه زنده كرتا ہے زمین كوأس كے مرنے كے بعد ... قَدُ بَيَّنًا لَكُمُ الْأَلِتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۞ تم نے كھول كھول كربيان كر دى ہيں اپنی نثانياں تاكہ تم سجھو۔

• اِس آیت میں اُمید کی ایک کرن دکھائی گئی ہے۔ جس طرح زمین مردہ پڑی ہوتی ہے، زندگی

کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اور ویرانی ہی ویرانی دکھائی دیتی ہے۔ ایسے میں بارش برستی

ہے، اب سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے، پھر فصلیں لہلہاتی ہیں، اب حشرات الارض بھی آجاتے ہیں
اور پرندے بھی چپچہاتے دکھائی دیتے ہیں۔ گویا ہر چہار طرف زندگی کا ایک ساں محسوس ہوتا

ہے۔ اِسی طرح امید دلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالی تمہارے قلوب میں بھی ایمان کی صورت
میں ایک حیاتِ تازہ، جذبہ اُنفاق، ولولہ جہاد اور ذوق شہادت پیدا کر سکتا ہے۔

• یہ آیت انسان کو مایوس سے نکال کراُس میں ایک جذبہ عمل پیدا کرتی ہے۔ مایوس سے انسان میں اصلاح کا امکان ختم جاتا ہے، بقول اقبال:

> نہ ہو نومید ، نومیدی زوالِ علم وعرفاں ہے امید مر دِمومن ہے خداکے راز داروں میں

انسان اگر محسوس کرے کہ اُس کے باطن میں اندھیارے ہیں، دل میں نورِ ایمان نہیں، عمل میں جذبہ ُ انفاق اور جوشِ جہاد نہیں اور تمناؤں میں شوقِ شہادت نہیں تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ کمر ہمت کسے، اصلاح پر آمادہ ہوجائے، اللہ تعالیٰ اُس کے کشتِ قلب میں از سر نوایک حیاتِ تازہ پیدا فرمادے گا اور ایمان اور اعمالِ صالحہ سے اُس کے کردار کی کھیتی لہلہانے گئے گی۔

چن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی چن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

### آيت18:

اِنَّ الْهُصَّلِّ قِيْنَ وَالْهُصَّلِ قَتِ ... بِ شَك صدقه كرنے والے مر داور صدقه كرنے والى عورتيں ... وَ أَقُرضُوا اللهَ قَرْضًا حَسَنًا ... اور جنہوں نے الله كو قرض ديا اچھا قرض ... يُضْعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ وَ لَهُمْ وَ اللهُ عَرْثَ كَالُن كے ليے اِس (انفاق) كواور اُن كے ليے عزت كاصله ہے۔ لَهُمْ أَجُرٌّ كَرِيْمُ ﴿ وَفِيْدَ كِياجَائَ كَالُن كے ليے اِس (انفاق) كواور اُن كے ليے عزت كاصله ہے۔

• اِس آیت میں غفلت سے نکل کر اللہ کی قربت کے حصول کاراستہ بتایا گیا ہے۔ اگر ایک انسان فیصلہ کر لے کہ مجھے اپنی اصلاح کرنی ہے اور اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے تو قر آن اُسے ایک ایک راہ کی رہنمائی عطا کرتا ہے جے "سلوکِ قرآنی" کہا جاتا ہے۔ بدقتمتی سے ہمارے معاشر سے میں کم ہی لوگ ہیں جنہیں تزکیه کفس اور قرب الہی کے حصول کی فکر ہوتی ہے۔ پھر جو لوگ اِس طرف متوجہ ہوتے بھی ہیں تووہ ذکر وشغل، ضربیں لگانے، مراقبے کرنے، آبادیوں سے دور جنگلوں یا پہاڑوں کی کھوہ میں بیٹھ کرریاضیں کرنے کو تزکیه کفس اور قرب الہی کے حصول کاذر یعہ سمجھتے ہیں۔ اِس حوالے سے قرآنِ حکیم سے رہنمائی حاصل نہیں کی جاتی۔

قربِ اللی کے حصول کے لیے "سلوکِ قر آنی" کی شرطِ اوّل ہیہ ہے کہ اللہ کی راہ میں این محبوب شے یعنی مال خرچ کرو۔ سورہ ٔ عدید کی اِس آیت میں فرمایا:

إِنَّ الْهُصَّدِّ قِیْنَ وَالْهُصَّدِّ فَتِ وَ اَقْرَضُوااللهُ قَرْضًا حَسَنًا "يقيناً صدقه کرنے والے مرد اور صدقه کرنے والی عورتیں اوروہ جو که الله کو قرضِ حسنه دیں"۔

- آیت 11 کی وضاحت میں یہ بات بیان کی جا پچی ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے مال خرچ کرنے کی دو مدات ہیں۔ غریبوں، مسکینوں، بیواؤں، پییموں، مقروضوں اور معاشی طور پر کسی بھی اعتبار سے پیچے رہ جانے والوں کی احتیاج پوری کرنے کے لیے جو مال خرچ کیا جاتا ہے اُسے "صدقہ "کہاجاتا ہے۔ اِسی طرح اللہ کے دین کی تبلیغ اور غلبے کے لیے خرچ کیے جانے والے مال کے لیے "قرضِ حسنہ" کی اصطلاح آتی ہے۔ دین کی خدمت کے لیے کیے جانے والے انفاق کے نتائج دنیا میں کم ہی نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندوں کی دلجوئی کے جانے والے انفاق کے نتائج دنیا میں کم ہی نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بندوں کی دلجوئی کے لیے اللہ اِس انفاق کو قرضِ حسنہ قرار دے کر یقین دہائی کرارہا ہے کہ تمہاراخرچ کیا ہوا مال نہ صرف محفوظ ہے بلکہ اُسے بڑھا چڑھا کر لوٹا یا جائے گا اور اِس کے ساتھ ساتھ عزت والا بدلہ بھی دیا جائے گا۔
- الله کی قربت کے حصول کے لیے مال خرج کرنے کا ذکر قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ سود قالمدنافقون 63 آیات 9-11 میں انفاق کو منافقت کاعلاج قرار دیا گیا:

  یکایٹھکا الّذِیْن اَمنُواُ الا تُلْهِکُ اُمُوالکُ مُ وَ لاّ اَوْلادکُ مُ حَنْ ذِکْرِ اللهِ وَ مَن یَفْعَلُ ذَلِكَ فَاُولِیكَ هُمُ الْخُورُون وَ وَ اَنْفِقُوْ اون مَّا رَزْقَنَکُ مُ مِّن قَبْلِ اَن یَا تِی اَحَدکُمُ ذَلِکَ فَاوْتِ کُهُ مُن قَبْلِ اَن یَا تِی اَحَدکُمُ الْمُوتُ فَی فَاولِیکَ هُمُ الْخُورُون وَ وَ اَنْفِقُوا وِن مَّا رَزْقَنکُ مُ مِّن قَبْلِ اَن یَا تِی اَحَدکُمُ الْمُوتُ فَی فَاصَد وَ اَکْنُ مِّن الْمُوتُ فَی فَاصَد وَ اَکْنُ مِّن اللهِ اَلَٰ اَجْلِ قَرِیْبٍ فَاصَد وَ اَکُنْ مِّن اللهُ فَو اَکُنْ مِّن اللهُ عَلَیْنَ وَ وَ اَکُنْ مِّن اللهُ عَلَیْنَ وَ وَ اَکُنْ مِّن اللهُ عَلَیْنَ وَ وَ اللهُ عَلَیْنَ وَ وَ اَکُنْ مِّن اللهُ عَلَیْنَ وَ وَ اَکُنْ مِّن اللهُ عَلَیْنَ وَ وَ الله اور تم اور جو ایسا الله اور تم اور جو ایسا اور جم نے جو پھے تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے تی کی کہ موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی کو می کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تی کی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تو جو پھر وہ میں سے تو جو پھر وہ میں سے تی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ میں سے تو ہو پھر وہ میں سے تو جو پھر وہ میں سے تو جو پھر اور میں سے تو جو پھر وہ میں سے تو جو پھر اور جو ایسا میں سے تو جو پھر اور جو ایسا میں سے تو جو پھر ہو پھر وہ سے تو جو پھر ہو پھر وہ سے تو جو پھر ہو پھر ہو پھر وہ سے تو جو پھر ہو پھ

کہنے گئے:" اے میرے رب! تونے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر ات کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا؟" اور جب کسی کی موت آ جاتی ہے تو اللہ اُس کو ہر گز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے"۔

سودة التوبة <sup>9</sup>آیت 99 میں فرمایا گیا کہ انفاق فی سبیل اللہ قربِ الهی کے حصول کا ذریعہ سے:

وَمِنَ الْاَعُرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْخِرِ وَ يَتَّخِنُ مَا يُنْفِقُ قُرْبَتٍ عِنْدَ اللهِ وَ صَلُوتِ الرَّسُوْلِ اللَّا إِنَّهَا قُرْبَةً لَهُمْ

"اور بعض دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو پکھ خرج کرتے ہیں اُس کو اللہ کی قربت اور سول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں، بلا شبہ وہ اُن کے لیے قربت کا باعث ہے"۔

سودة البقرة 2 آيت 177 مين انفاق كونيكي كااولين ولازمي مظهر قرار ديا كيا:

كَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلَّوْا وُجُوُهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اَمَنَ بِاللهوَ الْيَوْمِ الْاخِرِ وَ الْمَلَلِكَةِ وَ الْكِتْبِ وَ النَّبِينَ ۚ وَ الْمَالَ عَلَى حُبِّهُ ذَوِى الْقُدُ بِي وَ الْيَتْلَى وَالْمُسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّلْإِينِينَ وَ فِي الرِّقَابِ

" نیکی صرف یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرلوبلکہ اصل نیکی اُس کی ہے جو ایمان لا یا اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور سولوں پر اور محبت کے باوجود مال دیار شتہ داروں اور بتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور ما نگئے والوں کو اور گردنوں (کے آزاد کرانے) میں "۔

يهي مضمون سودة آل عمران 3 أيت 92 مين إس طرح بيان موا:

كَنْ تَنَالُواالْبِرِّ حَتَّى تُنْفِقُوْامِبًّا تُحِبُّونَ

"(مومنو!) جب تک تم اُن چیزوں میں سے جو تتہمیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کروگے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکوگے "۔

سودة البلد <sup>90</sup> میں بیہ مضمون بڑی ہی وضاحت اور موکڑ انداز سے آیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان پر اپنی کچھ عنایات کاذکر فرمایا: ٱلَدُ نَجْعَلُ لَّهُ عَيْنَيُنِ ﴿ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ ﴿ وَهَرَيْنُهُ النَّجُدُيْنِ ٥

(البله90:8-10)

"کیا ہم نے اُس کو نہیں دیں دو آئکھیں؟اور زبان اور دوہونٹ؟اور اُس کو (خیر وشر کے) دونوں رہتے بھی د کھادیئے"۔

پھر انسان کی ناشکری اور بخل کا نقشہ کھینچا گیا:

فَلَا اقْتَحُمُ الْعَقَبَةَ أَهُ وَمَا آدُرُاكَ مَا الْعَقبَةُ أَهُ فَكُ رَقبَةٍ ﴿ اَوْ الْعَحْمُ فِي يَوْمِ ذِي مَهُ عَبَةٍ ﴿ الْبِلِلْ 11:90 مَهُ عَبَةٍ ﴿ الْبِلِلْ 11:90 مَهُ عَبَةٍ ﴿ الْبِلِلْ 11:90 مَهُ عَبَةٍ ﴿ الْبِلِلَا اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّاللَّ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللللْمُل

اِس کے بعد فرمایا کہ اب جب مال کی محبت کابریک کھل گیا توایمان کی دولت سے انسان مالا مال ہوسکے گا:

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ امْنُوا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ أَوَلَلِكَ اَصْحُبُ الْمَدُنَدَة أَنْ (البلد 17:90-18)

" پھر ہواوہ ان لو گوں میں جو ایمان لائے اور جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور آپس میں ایک دوسرے کو باہم رحم اور شفقت کی نصیحت کی۔ یہی لوگ ہیں داننے ہاتھ والے "۔

یہ ہے سلوکِ قرآنی جس کے مطابق اگر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرکے دنیا کی محبت کو قربان کرنے کامر حلہ طے کرلیا تواب انسان کے ارتقاء میں ، انسان کی روحانی اور اخلاقی ترقی میں ، دین کی راہ پر اُس کے آگے بڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے گی۔

• وَ لَهُوْمُ آَجُرٌ كُرِيْهُ كَ الفاظ مِين بندول كے ليے عزت افزائى كا پہلوہ۔ اللہ كے سامنے ہم سب كى حيثيت بے كس ولا چار فقراء كى سى ہے۔سودة فاطر 35كى آيت 15 ميں ارشادِ بارى تعالى ہے:

يَايَّهُ النَّاسُ اَنْتُهُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَبِيْنُ

"اے لو گو!تم سب اللہ کے در کے فقیر ہو اور اللہ ہی غنی اور بذاتِ خود محمود ہے"۔

الله تعالیٰ اپنے فضل میں سے ہمیں جو بھی عطافر مادے ہم اُس کے محتاج ہیں۔سود ۃ القصص <sup>28</sup> کی آیت 24 میں حضرت موسل عَالِیٰ لاکے بڑے عاجزانہ الفاظ بہان ہوئے:

رَبّ إِنَّ لِمَّا ٱنْزَلْتَ إِلَّى مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ

"اے اللّٰہ توجو خیر میری حجولی میں ڈال دے میں اُس کا فقیر ہوں "۔

ا یک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا عِبَادِى كُلُّكُمْ جَايِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُ فَفَا سُتَطْعِمُونِ أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِى كُلُّكُمْ وَالْمَاتِكُمُ وَالْمَاتِكُمُ وَالْمَاتِكُمُ وَالْمَاتِكُمُ وَالْمَاتِكُمُ وَالْمَاتُكُمُ وَالْمَاتِكُمُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهِ مِنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مَنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مُنْ اللَّالِمُ اللَّهُ مُنْ اللَّالِمُ مُنْ اللَّهُ مُن اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ الْمُعْلِمُ الْمُعْمُولُ اللَّهُ مُنْ الْمُعْمُولُ اللَّهُ مُنْ الْمُعْلِمُ الْمُعْمُولُ اللَّهُ مُنْ الْمُعْمُولُ مِنْ الْمُعْمُولُ الْمُعْمُلِمُ الْمُعْمُولُ مُنْ الْمُعْمُولُ مِنْ الْمُعْمُ واللَّهُ مُنْ

"اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو، سوائے ان کے جن کو میں کھلا دوں۔ لہذا تم مجھ سے کھانے کو مانگو، میں تم کو کھانے کے لیے دول گا۔اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو، سوائے اُن کے جن کو میں پہنا دول۔ لہذا تم مجھ سے پہننے کے لیے طلب کرو، میں تم کو پہننے کے لیے دول گا"۔

اِس سب کے باوجود اللہ تعالی ہمیں اجر دیتے ہوئے ہماری عزت افزائی فرمائے گا۔ یہ اللہ کی این اللہ کی استخابے۔

## آيت19:

وَالَّذِيْنَ اَمَنُوْا بِاللَّهِ وَرُسُلِمَ ... اورجولوگ ایمان لائے الله اور اُس کے رسولوں پر ... اُولَلِهِ کَ هُمُ الصِّدِیْ نَوْدُ اللَّهُ هَلَ اَللَّهِ وَالشَّهُ هَلَ اَعْ عِنْدُ رَبِیِ هِمْ لَا ... وَمی صدیق اور شہید ہیں اپنے رب کے نزدیک ... لَهُمُ اَجُرُهُمْ وَ وُوهُمْ لَا اِسْ اَلْ کَ لِیهِ اُسْ اَوْر ہوگا ... وَالَّذِیْنَ کَفَرُوا ... اور جن اَجُرهُمْ وَ وُوهُمْ لَا اِللَّهُ اَلْ اِللَّهُ اَلْ اَلْ اِللَّهُ اَللَّهُ اِللَّهُ اَللَّهُ اللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ اَللَّهُ اللَّهُ اللهُ الل

<sup>(</sup>١) صعير مسلم، كتاب البرِّوالصِّلةِ وَالاِّدَابِ، باب تَعْرِيمِ الظُّلْمِ، عَن ابى در واللَّهُ

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ دل سے دنیا کی محبت نکالنے کے بعد ہی انسان کا باطن ایمان کے نور سے منور ہو گا۔اللہ کی ذات غیور ہے۔اُس کی قربت ایسے انسان کو حاصل ہی نہیں ہو سکتی جس کا دل کسی اور شے کی محبت میں گر فتار ہو۔ پہلے دل سے دنیوی خواہشات کی محبتیں نکلیں گی چھر دل میں اللہ کی محبت گھر کرے گی۔مولانا اشر ف علی تھانوی وَعُناللَّهُ کے خلیفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب وَعُناللَّهُ نے اِس مضمون کو کیا خوب بیان کیا ہے کہ:

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئ اب تو آجا،اب توخلوت ہو گئ

آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا کہ جب انسان کو اللہ کی قربت نصیب ہو جائے گی تو اب اُس کا شار صدیقین اور شہداء میں ہو گا۔سودۃ ۱ نساء <sup>4</sup> آیت 69 کی روسے ایسے لوگوں کا شار اُن باسعادت لوگوں میں ہو تاہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا:

وَ مَنْ يَّطِعِ اللهُ وَ الرَّسُولَ فَاُولِيكَ مَعَ الَّنِينِ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِينَ وَ الصِّلِيةِ يَنَ وَالشَّهُ مَا آءِ وَ الصَّلِحِينَ وَ حَسُنَ اُولَيْكَ رَفِيْقًا الصِّلِيةِ يَنَ وَالشُّهُ مَا آءِ وَ الصَّلِحِينَ وَ حَسُنَ اُولَيْكَ رَفِيْقًا الله اور رسول كى اطاعت كرے تو الله بى اوگ (آخرت ميں) أن (مقبول اور جو كوئى الله اور رسول كى اطاعت كرے تو الله عنى الله عنى انبياء اور صديقين، شهداء بندوں) كے ساتھ ہوں گے جن پر الله نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین اور به كیابى التھے رفیق ہیں "۔

درجات کے اعتبار سے انبیاء کے بعد صدیقین اور شہداء کا مقام و مرتبہ ہے۔ صدیقین یعنی Introverts وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا مزاح غور وفکر کرنے والا ہو۔ وہ تنہائی پیند ہوتے ہیں، دروں بنی کی طرف مائل ہوتے ہیں، اپنے من میں ڈوب کر زندگی کا سراغ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور زندگی اور کا کنات کے حقائق پر غور کرکے معرفتِ حق کے حصول کی منز لیں طے کرتے ہیں۔

شہداء لینی Extroverts ایسے لوگ ہیں جن کے مزاج میں جوش اور حرکت ہو۔ انہیں خارج سے زیادہ دلچیں ہوتی ہے۔ یہ فعال کر دار کے حامل ہوتے ہیں اور حق قبول کرنے کے بعد اُس کی تبلیغ اور غلبے کے لیے سر گرمی سے محنت کرتے ہیں۔

گویا اگر اپنے دلوں کو مال کی محبت سے پاک کر لیا اور اللہ کی راہ میں مال خرج کیا تو اب اللہ کی قربت کے راستے کھلے ہیں، اپنے مزاج کے اعتبار سے صدیقیت اور شہادت کے مراتبِ عظمٰی تک پہنچا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کواس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

- آیت کے اگلے حصہ میں خوشخری دی گئی کہ کھڑ آجر ھی و دو و دو گئی اُن کے لیے اجر اور نور
   محفوظ ہو چکاہے "۔ یہال لفظ نور بہت اہم ہے۔ یہ وہی نور ہے جس کا ذکر اِسی سورۃ کی آیت
   12 میں آچکاہے اور اِسی نور کے ذریعہ روزِ قیامت پل صر اط کا تھن مر حلہ طے کیا جاسکے گا۔
- آیت کے آخری حصہ میں فرمایا کہ جن لوگوں نے ہماری اِن آیات کا انکار کیا اور اِن کو جھٹلایا تو ایسے ہی لوگ جہنم میں جلنے والے ہوں گے ۔جو لوگ اِن آیات سے استفادہ کرتے ہوئے دولت کی محبت سے اپنے دلوں کو پاک کریں گے، وہ جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کریں گے اور جو اِن آیات سے اعراض کریں گے، وہ جہنم کی آگ کا ایند ھن بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس محرومی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!



# سورۃ الحدید حصتہ پنجب، آیات 20 تا 24 حسیات دنسیااور اِسس کے حواد ش

اعُودُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطِنِ الرَّجِيْمِ 0 بِسُمِ اللهِ الرَّحْمِنِ الرَّحِيْمِ 0 اللهِ الرَّحْمِنِ الرَّحِيْمِ وَ الْمُعُوّا النَّالُكُوّا النَّالُكُوّا النَّالُكُوّا النَّالُكُوّا النَّالُكُوْ وَ لَكُوْ الْمُعُوالِ وَالْاَوْلَادِ لَم كَاللّهِ عَيْثِ الْمُعُوالِ اللّهِ عَيْثِ الْمُعُوالُ وَ مَا الْحَيْوةُ اللّهُ اللهِ وَفِوالُ وَ مَا الْحَيْوةُ اللّهُ اللّهِ عَلَيْهُ فَتَراللهُ مُصُفَوًا اللّهُ يَكُونُ وَ كُلّا مَا وَفِي اللّهِ مَلَا فِحْرَةُ مِنَ اللهِ وَفِي اللهِ وَفِي اللّهُ وَاللّهُ اللهِ وَفِي اللّهِ مَعْفِواللهِ مَعْفِورة مِنْ اللهِ عَنْهِ مَن اللهِ وَمُنْ اللهِ وَمُن اللهُ وَمُن اللهُ وَمُن اللهُ وَمُن اللهِ وَمُن اللهُ اللهُ وَمُن اللهُ اللهُ وَمُن اللهُ اللهُ اللهُ وَمُن اللهُ وَمُن اللهُ ال

## تمهيدى نكات:

• سورہ حدید کے چوتھے حصہ میں اِس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ انسان کی روحانی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ د نیا اور بالخصوص مال کی محبت ہے۔ پہلے اِس محبت کے نتیجہ میں دینی تفاضوں سے غفلت کا بیان آیا اور پھر اِس غفلت سے نکل کر اللہ کی قربت کے حصول کے لیے سلوکِ قر آنی کو واضح کیا گیا۔ اب سورہ حدید کے پانچویں حصہ میں دومضامین بیان ہوئے ہیں:

مناز کے دینی تفاضوں سے پہلو تھی کرتی ہے اور آخرت کی ہمیشہ ہمیش کی زندگی کو خسارے سے دوچار کر لیتی ہے۔

i. دنیامیں پیش آنے والے حادثات و واقعات کی حقیقت بیان کی گئی ہے جن کا شدید تأثر لے کر انسان اپنی دینی ذمہ داریوں سے غافل ہو جاتا ہے۔

#### آيت20:

اِعْلَمُوْا اَنْبَاالْحَيْوةُ اللَّانْيَا لَعِبْ... جان لو که دنیا کی زندگی محض کھیل ہے... و کھوُ... اور تماشا ہے... و زین ہے ... و تنظاخُوا بَنْنَکُهُ... اور آپس میں بڑائی جانا ہے ... و تنظاخُوا بَنْنَکُهُ... اور آپس میں بڑائی جانا ہے ... و تنظاخُوا بَنْنَکُهُ ... اور آپس میں بڑائی جانا ہے ... کہ تنلِ غینہ میں الائم کوالو کو الاو کو الاو کو الاو کو کی کھڑے کے سان کو (بارش سے اُگئے ... بارش کی مثال کی طرح ... اعْجَبَ الْکُلْفَادَ نَبَاتُهُ ... اچھی لگتی ہے کسان کو (بارش سے اُگئے والی کھٹی ... فکرا کہ مُصْفَدًا ... پھر ووراچورا ہو والی کھٹی ... فکرا کہ مُصْفَدًا ... پھر چوراچورا ہو والے ) تو اُس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے ... فکر سے میں ہو گاسخت عذا ہے... و فَی الْاخِدُو قِ عَنَ اَبُ شَی بِیْنُ اِس اور آخرت میں ہو گاسخت عذا ہے... و مَا الْحَدُو وَ اللّٰهُ نُیّا اِلّا مَتَاعُ اللّٰهُ وَ رِضُوانٌ اِس اور دنیا کی زندگی تو ہے ہی دھو کہ کا سامان۔

سورہ حدید کی اِس آیت میں اِغلَمْوا "جان لو" کے الفاظ کے ذریعہ بڑی وضاحت کے ساتھ حیات دنیوی کی اصل حقیقت پر سے پردہ اٹھایا گیا ہے جس کے دھوکے میں آکر ہم ایمانِ حقیق، جوشِ جہاد اور جذبہ انفاق سے تھی دامن ہو جاتے ہیں۔ قر آنِ حکیم میں دیگر مقامات پر دنیوی زندگی کو صرف کھیل تماشا قرار دیا گیا ہے:

وَ مَا الْحَلُوةُ اللَّانْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهُوَّ ۗ وَ لَلدَّادُ الْاَخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَقُونَ ۗ افَلَا تَعُقِلُونَ (الانعام 32:6)

"اور دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر ایک تھیل اور تماشہ اور یقیناً آخرت کا گھر بہتر ہے اللہ کی نافرمانی سے بچنے والوں کے لیے"۔

وَ مَا لَهٰنِ وِ الْحَلُوةُ الدُّنْيَآ الدَّ لَهُوَّ وَ لَعِبُّ وَ اِنَّ الدَّارَ الْأَخِرَةَ لَهِيَ الْحَيُوانُ مُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (العنكبوت 64:29)

" اوریہ دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر ایک تماشا اور کھیل اور بلاشبہ آخرت کا گھرہے جوہمیشہ

رہنے والاہے، کاش پیر (لوگ) جان لیتے "۔

إِنَّهَا الْحَيْوةُ اللَّهُ نَيَا لَعِبٌ وَّ لَهُوْ وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَنَقَقُوْ الْيُؤْتِكُمُّهُ اجُوْرَكُمُ (محسن 43:36) "دنيا كى زندگى تو محض كھيل اور تماشاہے اور اگر تم ايمان لاؤكے اور الله كى نافر مانى سے بچو توہ عطافر مائے گا تمہيں تمہار ااجر "۔

اِس آیت میں دنیوی زندگی کو صرف محاور تا کھیل تماشانہیں کہا گیابلکہ اِس کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے تدریج کے ساتھ اِس کے پانچ ادوار بیان کیے گئے ہیں یعنی بچین، لڑ کین، جوانی، ادھیر عمر اور بڑھاپا۔ پھر ہر دور کا ذکر اُس دلچیس کے ذریعہ کیا گیا ہے جو اُس دور میں انسان کے ذہن پر زیادہ سوار رہتی ہے اور اُسے دیگر ذمہ داریوں سے غافل کر کے اپنے اندر جذب کرلیتی ہے۔

- و زندگی کے بالکل ابتدائی دور بچپن کو یہاں لعب یعنی کھیل کہا گیا۔ بلا شبہ یہ دور صرف کھیل کو دیے عبارت ہو تا ہے۔ وہ کھیل کود کہ جس میں معصومیت کا پہلوہو تا ہے۔ بچے کی تندرستی کا اظہار ہو تا ہی اُس کے معصومانہ کھیل سے ہے۔ اِس کھیل میں کسی لذت یا تماشے کا عضر شامل نہیں ہو تا۔
- اِس کے بعد زندگی کا دوسر ادورہے لڑکین جسے لھویعنی تماشے سے موسوم کیا گیا۔ یہ زندگی کاوہ دور ہے جس میں انسان کھیل میں ایک لذت محسوس کرتا ہے۔اُس کی دلچیں کھیل کے آلات، میدانوں اور تفریخ کے مختلف ذرائع کی طرف ہوتی ہے۔والدین کو اُس کی تعلیم اور تربیت کے لیے بڑی محنت کرنا پڑتی ہے۔ یہ زندگی کا بڑا نازک دور ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی کے بننے اور بگڑنے کا فیصلہ اِسی دور میں ہوتا ہے۔وقت کا درست استعال، اچھی صحبت اور اچھے اطوار وعادات کا اختیار کرنا انسان کو بنادیتا ہے۔ اِس کے برعکس صورتِ حال انسان کو بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔
- اِس کے بعد زندگی کا تیسرا دور جوانی کا ہے جس کے لیے ذینة کے الفاظ آئے۔ اِس دور میں انسان کی توجہ زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کی طرف ہوتی ہے۔ انسان اِس حوالے سے بہت حساس (Conscious ) ہوجاتا ہے کہ میں کیا پہن رہاہوں اور کیسالگ رہاہوں۔جو چیز انسان

کے ذہن پر سب سے زیادہ سوار ہوتی ہے وہ ہے فیشن۔وہ چاہتا ہے کہ اُس کا لباس،وضع قطع اور تراش خراش فیشن کے مطابق ہو۔انسان کے اکثر او قات آئینے کے سامنے کھڑے ہونے اور بننے سنور نے میں صرف ہو جاتے ہیں۔

- زندگی کاچو تھادوراد ھیڑعمری کاہے جے یہاں تھا خُوْا بَیْنَکُمْد یعنی "باہم ایک دوسرے پربرتری

  لے جانے کی خواہش " سے تعبیر کیا گیا۔ مال، جائیداد، کاروبار، حیثیت، قابلیت، علم، عزت،
  و قار، شہرت وغیرہ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مقابلہ اور آگے نگلنے کی کوشش۔ پیپیس
  سے لے کرچالیس سال کی عمر تک انسان میں مفاخرت کا بیہ جذبہ بڑا نمایاں ہو تا ہے۔ اِس کے
  بعد عمر کی ڈھلوان شروع ہوجاتی ہے۔
- انسانی زندگی کا پانچوال اور آخری دور بڑھا ہے کا ہے۔ اِس دور میں تکا ترقی فی الاَمُوالِ وَالاَوُلَا وِ الاَوُلاَوِ اللَّا وَرَاوَلاد کی کُرْت کی ہوس" بڑھ جاتی ہے۔ جب انسان کمانے کے قابل نہیں رہتا تو اب سمیٹ سمیٹ کررکھنے کی خواہش زیادہ ہوجاتی ہے۔ شہری ماحول میں اولاد کی کُرْت کی ہوس زیادہ نمایاں محسوس نہیں ہوتی لیکن دیہاتی یا قبائلی معاشر ہے میں انسان کی عزت کا دارومدار اُس کے بیٹوں کی تعداد پر ہوتا ہے۔ اِس بات کی بڑی اہمیت ہوتی ہے کہ انسان کی عربیں عزت، و قار اور آن کا تحفظ کرنے کے لیے گئے بیٹے اور کتنے ہاتھ موجو دہیں۔ بڑھا ہے کی عمر میں ہوتا ہے۔ جب وہ تکھا ہے گؤ اُن بُنگاہُ کے دور میں ہوتا ہے کہ مال جاتا ہے۔ جب وہ تکھا ہے تو ہو بلکہ صاف ہی ہو جائے لیکن مال ہاتا ہے تو جائے آن نہ جانے پائے اور مونچھ او نجی رہے۔ بڑھا ہے میں انسان کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ مونچھ نیچی ہوتی ہے تو ہو بلکہ صاف ہی ہو جائے لیکن مال ہاتھ سے نہ جائے۔ سود قالات کی ابتدائی دو آیات میں اِس کیفیت کو بو بیان کیا گیا۔

ٱلْهِلْكُو التَّكَاثُوُ ۚ فَ حَلَّى ذُرْتُهُ الْمَقَابِر ۚ "تهمیں غافل کئے رکھا کثرت کی ہوس نے یہاں تک کہ تم قبروں تک حاپنجے"۔

نبی اکرم مَلَاثَیْنِ کے اِس حوالے سے کئی ارشادات ہیں: ۔ لُوْكَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا الثُّرَابُ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ<sup>())</sup>

"اگر آدمی کے پاس مال کے بھرے ہوئے دو میدان ہوں، تو وہ تیسر ااور چاہے گا اور آدمی کا پیٹ توبس مٹی سے بھرے گا(یعنی مال و دولت کی اِس ختم نہ ہونے والی ہوس اور بھوک کا خاتمہ بس قبر میں جاکر ہو گا)اور اللّٰہ اُس بندے پر عنایت اور مہر بانی کر تاہے جو اینارخ اور این توجہ اللّٰہ کی طرف کرلے "۔

یَهْرَهُ ابْنُ آ َدَمَ وَتَشِبُّ مِـنْهُ اثْنَتَانِ الْحِوْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِوْصُ عَلَی الْعُمُو<sup>(۲)</sup>
" آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے (اور بڑھا پے کے اثر سے اِس کی ساری قوتیں مضمل ہو کر کمزور
پڑجاتی ہے) مگر اُس کے نفس کی دو خصلتیں اور زیادہ جوان اور طاقت ور ہوتی رہتی ہیں۔
ایک دولت کی حرص اور دوسری عمر کی زیادتی کی حرص"۔

لَا يَزَالُ قَلْبُ انْڪَبِيرِ شَابَّا فِي اثْنَتَيْنِ فِي حُبِّ اللَّهُ نُيَا وَطُولِ الْأَمَلِ (٣) " بوڑھے آدمی کا دل دوچیزوں کے بارے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے ایک تو دنیا کی محبت اور دوسری لمبی لمبی تمنائیں "۔

بلاشبہ کثرت کی ہوس انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی، کئی کئی نسلوں کی ضروریات پوری کرنے کے اسباب موجود ہوتے ہیں، انسان قبر میں ٹائلیں لئکائے بیٹھا ہوتا ہے، لیکن پھر بھی مزید مال و اسباب کی آرزوباقی رہتی ہے، بقول مرزاعبد القادر بیدل:

حرص قانع نیست بیدل در نه در کارِ حیات آنچه ما در کارِ داریم اکثرش در کارِ نیست

"اے بیدل! حرص قناعت پر آمادہ نہیں ورنہ معاملہ سے کہ ہم جن چیزوں کو زندگی گزارنے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، اِن میں اکثریت ایسی چیزوں کی ہے جو در حقیقت در کار نہیں ہوتیں "۔

<sup>(</sup>۱) صحير البخارى، كتاب الرِقَاقِ، باب مَا يُتَّقَى مِنْ فِتْمَةِ الْمَالِ، عَنْ عبدِ اللهِ ابنِ عباس لَّنَاتُنَّ وصحير مسلم، كتاب الرَّكَاقِ، باب لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَ ادِيَيْنِ لائِتَعَى ثَالِقًا، عَنْ انس لَّنَاتُنَّ

 <sup>(</sup>۲) صحيے مسلم، كتاب الزَّكاقِ، باب كرَاهةِ الْحِرْصِ عَلَى الدُّنْيَا، حَنْ أَنسِ ثُلِنَّيْ

 <sup>(</sup>٣) صحيح البخارى، كتاب الرِّقَاقِ، باب مَنْ بَلغَ سِتِّينَ سَنَةً فَقَدْأَ عَذَرَ اللَّه إلَيْدِ فِي الْعُمُر، عَنْ ابي هريرة الْكُاثُونُ

- یہ بھی حقیقت ہے کہ زندگی کے اگلے مرحلے میں سابقہ مرحلہ کی خواہشات ومشغولیات انسان کو گھٹیا محسوس ہوتی ہیں۔اِس حوالے سے مولاناا کبر آلہ آبادی مرحوم ومغفور کاایک بڑاد کچیپ اور سبق آموز واقعہ ہے۔ اُن کے بچے نے ایک بار اُن سے خواہش کی کہ مجھے ایسی گیند لا کر دیں جس پر گھوڑا بناہو اہو۔مولانامطلوبہ گیند بازار میں تلاش کرتے رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پچہ بڑا ہو گیا اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے بیر ون ملک روانہ ہو گیا۔ مولانانے اِس دوران بھی مطلوبہ گیند کی تلاش جاری رکھی۔ ایک روز وہ ایسی گیند حاصل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے جس پر گھوڑے کی تصویر تھی۔جب اُن کابیٹا بیرون ملک سے تعلیم کی سکیل کے بعدواپس آیاتومولانا نے اُس کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ وہ اِس دعوت میں اپنے صاحبزادے کوایک خاص تخفہ دیں گے۔ تمام لوگ حیران تھے کہ وہ خاص تخفہ کیاہے جو مولانااینے صاحبز ادے کو دینے کاارادہ رکھتے ہیں۔ دعوت کے روز تمام مہمانوں کے سامنے مولانا نے اپنے بیٹے کو تحفہ کے طور پر وہ گیند پیش کی، جس پر گھوڑا بنا ہوا تھا۔ مولاناکے صاحبزادے کو بیہ تخفہ حاصل کرتے ہوئے بے حد شر مندگی ہوئی کہ والدصاحب مجھے میری اِس عمر میں کیا بچوں والا تحفہ دے رہے ہیں۔مولانانے فرمایا کہ بیٹے تمہاری زندگی کا ایک دوروہ بھی تھا جبکہ تم اِس گیند کی شدید خواہش رکھتے تھے اور اِس کے حصول کے لیے ضد کرتے تھے۔ آج تمہیں زندگی کے سابقہ مرحلہ کی خواہش پر شرمندگی ہورہی ہے۔ ایسانہ ہو کہ جب تم زندگی کے اگلے مرحلے یعنی آخرت میں پہنچو تو تمہیں اپنی زندگی کی آج کی خواہشات پر شر مندگی ہو۔لہذااُس روز کی شر مندگی سے بیخے کے لیے آج صرف وہ خواہشات رکھو اوراُن مصروفیات میں وقت لگاؤجو آخرت میں تمہارے لیے مفید ہوں۔
- آیت کے اگلے حصہ میں دنیا کی زندگی کے لیے بڑی مناسب تمثیل بیان کی گئی ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال ایک بھیتی کی سی ہے جس کابڑھنا کسان کو بہت اچھالگتا ہے۔ کھیتی رفتہ رفتہ بڑھتی ہوئی اپنے جوبن کو پہنچتی ہے۔ اِس کے بعد کھیتی پر زوال آتا ہے اور وہ زر دپڑتی ہے، سو کھ جاتی ہے اور چورا چورا ہو جاتی ہے۔ انسان کی دنیو کی زندگی بھی بالکل اِس کھیتی کی مانند ہے۔ کھیتی کے اُس خور اور زوال تک جہنچنے کا عمل چند ماہ میں مکمل ہو تا ہے جب کہ انسان کی دنیو کی زندگی چند

حیاتِ دنیوی کا بیہ تسلسل اور اِس کے بیہ مختلف ادوار تو آنے ہی ہیں، اِن کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، لیکن اصل معاملہ حیاتِ اُخروی کا ہے۔ کیمیتی پر زوال آیا اور وہ ختم ہو گئی لیکن انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اب آخرت کی لا محدود زندگی کی ابدی اور مستقل حقیقت کا سامناکر ناہو گا:

اب تو گھر اکہ یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گ مرکے بھی چین نہ پایا تو کد هر جائیں گے

• آخرت میں تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا،اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور دنیا کی زندگی کے مختلف امور کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔اِس باز پرس کا ذکر ایک حدیثِ نبوی سُلُّ اللَّهِ میں اِس طرح ہوا:

لَا تَرُولُ قَلَ مُرابُنِ أَدَمَ يَوْمَ الْقِيَا مَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِةٍ فِيْمَ أَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَ أَبْلَاهُ وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَذُ وَفِيْمَ

أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ<sup>()</sup>

"روزِ قیامت ابنِ آدم کے قدم ہل نہ سکیں گے اپنے ربّ کے پاس سے جب تک اُس سے پانچ باتوں کے بارے میں کہ کہاں لگادی، جوانی پانچ باتوں کے بارے میں کہ کہاں لگادی، جوانی کے بارے میں کہ کہاں کھیادی، مال کے بارے میں کہ کہاں سے کما یا اور کہاں خرج کیا اور جو علم حاصل کیا اُس پر کتناعمل کیا"۔

باز پرس کے بعد آخرت میں دو صور تیں ہوں گی یعنی عَذَابٌ شَدِیْدٌ "بڑی سخت سزا" یا مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللهِ وَرضُوانٌ "الله کی طرف سے بخشش اور اُس کی رضا"۔

• آیت کے آخری حصہ میں فرمایا وَ مَا الْحَیٰوۃُ اللّٰہُ نَیاۤ الاّ مَتَاعُ الْغُدُوْدِ "اور دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر دھو کہ کاسامان "۔بقول جگر مراد آبادی:

> یہ فریبِ حیلہ ہے سر بہ سر مجھے ڈر ہے اے دلِ بے خبر کہیں جم نہ جائے تیری نظر اِنہیں چند نقش و نگار پر

دنیا کی زندگی کی لذتیں اور رعنائیاں بڑی پر کشش ہیں ،اِس کی چہل پہل اور اِس کی رونقیں انسان کو اپنی طرف متوجہ کرکے اپنے اندر جذب کرلیتی ہیں۔جو انسان دنیا کی زندگی کے ظاہری حسن و جمال کے بھندے میں کھنس گیا اور آخرت کی تیاری سے غافل ہو گیا۔ بلاشبہ وہ بہت بڑے خسارے سے دوحار ہوا،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلُ هَلُ نُنَبِّعُكُمْ بِالْكَفْسِرِيْنَ اَعُهَالًا ﴿ اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيُوةِ اللَّهُ نَيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ اَنَّهُمُ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿ (اللَّهِفَ18:103-104) هُمْ يَحْسَبُونَ اَنَّهُمُ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿ (اللَّهِفَ18:103-104) " (الله في مَثَلِينًا عُمَا اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى الل أَلَّا عَلَا عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَ

<sup>(</sup>۱) سنن ترمذى،كتاب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله،باب ما جاء فى شان الحساب والقصاص، عن ابن مسعود للأثناء

جائیں دنیوی زندگی کے لیے اور اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم کامیاب ہو گئے "۔ کیاہے تونے متاعِ غرور کاسودا فریب سودوزیاں لَا إِلٰہ اِلّا اللّٰہ

یہ بات پیشِ نظررہے کہ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے اگریہ اپنے اندر گم کرلے اور اِس کی وجہ سے انسان آخرت سے غافل ہو جائے۔ یہی زندگی انسان کے لیے آخرت کی کھیتی بن جائے گی اگر وہ یہ سمجھ لے کہ اِس محدود دنیوی زندگی پر آخرت کی طویل زندگی کا انحصارہے۔ یہاں کی مختصر زندگی میں جو کچھ بویا جائے گا وہی آخرت کی طویل زندگی میں کاٹنا پڑے گا۔ یہاں کا وقتی عمل آخرت میں امر بن جائے گا۔ انسان آخرت کو منزلِ مقصود سمجھ کریہاں مسافروں کی طرح رہے، جیسے کہ فرمان نبوی منگا لیائی ہے:

كُنْ فِى الذُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ القُّبُوْدِ () " دنياميں ايسے رہو گويا كہ تم اجنبى ہو ياراسته عبور كرنے والے مسافر اور خود كو قبر والوں ميں سے ثار كرو" \_

خود نبى اكرم مَنَّا لَيْنَا كَمَا مَا مَنَّا لَيْنَا مِنَا لَيْنَا مِنَا لَيْنَا مِنَا لَيْنَا مِنَا لَيْنَا مِنْ اللَّهُ مُنَا إِلَّا كَرَا كِيهِ اسْتَظَلَّ تَعْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ دَاحَ مَا لِي وَمَا لِللَّهُ نَيَا مَا أَنَا فِي اللَّهُ نُيَا إِلَّا كَرَا كِيهِ اسْتَظَلَّ تَعْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ دَاحَ وَتَذَكَمَا (٢)

" مجھے دنیا ( یعنی دنیا کے سازوسامان اور اِس کی راحتوں اور لذتوں ) سے کیا تعلق اور کیالینا! میر اتعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہے ، جیسا کہ کوئی سوار مسافر پچھ دیر سامیہ لینے کے لیے کسی در خت کے پنچے تھہر ا، اور پھر اُس کو اپنی جگہ چھوڑ کے منز ل کی طرف چل دیا"۔ ایک مسافر کو اپنے راستے سے جتنی دلچپہی ہو سکتی ہے بس اتنی دلچپہی انسان کو دنیا سے رہے۔اگر دنیا کو منز ل سمجھ لیا، یہال جمنے اور پھلنے اور پھلنے اور پھولنے ہی کی فکر ذہن پر سوار ہوگئ تو گویا

<sup>(</sup>۱) سنن ترمذى،كتاب الرّهد عن رسول الله، باب مَا جَاءَ في قِصَرِ الْأَمَلِ، عن عبد الله ابن عمر وُلْأُلْتُؤ

انسان دھو کہ میں آگیا اور یہی طرزِ عمل ہلاکت و تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔انسان دنیا میں رہے لیکن دنیا کی محبت کو خود پر سوار نہ ہونے دے۔فارسی کے ایک شعر میں اِس حقیقت کو کشتی کے یانی کے ساتھ تعلق کی مثال کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ:

آب اندر زیرِ کشتی ، مُثنتی است آب در کشتی ، ہلاکِ کشتی است

پانی کشتی کے نیچے رہے تو کشتی کو دھلیل کر آگے بڑھا تا ہے۔ پانی اگر کشتی کے اندر آجائے تو اُسے غرق کر دیتا ہے۔ دنیا کی زندگی کا معاملہ بھی پانی کی طرح ہے۔انسان دنیا کی زندگی کو استعال کر کے آخرت سنوار سکتا ہے لیکن اِس سے جی لگا کرخود کو تباہی سے دوچار کر لیتا ہے۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ وہ اِس دنیا میں اپنے او قات کی حفاظت کرتے ہوئے زندگی اِس طرح گزارے کہ:

د نیامیں ہوں د نیا کا طلب گار نہیں ہوں بازار سے گزراہوں خریدار نہیں ہوں

اِس صورت میں بیر دنیا کی زندگی دھو کہ کاسامان نہیں بلکہ انسان کے لیے دارالعمل اور بہت بڑا فیتی سر مایہ ہے۔ دنیا کی زندگی کی اصل حقیقت سمجھ لینے کا نتیجہ کیا نکلناچاہیے؟ اِس کی وضاحت اگلی آیت میں آر ہی ہے۔

#### آيت 21:

مسابقت یعن ایک دوسرے سے سے آگے نکلنے کی خواہش انسان کی فطرت میں ہے۔ عام طور پرلوگ اِس خواہش کے تحت دنیوی نعمتوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں۔ مال، جائداد، کارخانے، گاڑیاں، سہولیات اور آسائشوں کے اعتبار سے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآنِ حکیم ہمیں یہ ہدایت دیتا ہے کہ ہم اِس خواہش کا میدان بدل دیں۔ ہم نیکیوں میں اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں۔ قرآنِ حکیم میں یہ مضمون کئی بارآیا ہے: وسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں۔ قرآنِ حکیم میں یہ مضمون کئی بارآیا ہے: وکیس کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں۔ قرآنِ حکیم میں یہ مضمون کئی بارآیا ہے:

"ہرایک کاہدف ہے جس کی طرف وہ رُخ کیے ہوئے ہے پس تم ایک دوسرے سے بازی لے جاؤنکیوں میں "۔

سودةالانبياء 21 آيت 90 ميل حضراتِ انبياء ميهاك بارے ميل فرمايا كيا:

إِنَّهُمْ كَانُوْ ايْسْرِعُونَ فِي الْحَيْرُتِ وَيَلْ عُوْنَنَا رَغَبًا وَ كَانُواْ لَنَا خَشِعِيْنَ "وہ نكيوں ميں تيزى سے ايك دوسرے سے آگے نكلتے تھے اور ہميں اُميد اور خوف سے كارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزى اختبار كرنے والے تھے"۔

سودة المطففين 83 آيت 26 ميں جنت كي نعمتوں كے تذكره كے بعد فرمايا:

وَ فِي ذَٰ لِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ

" چاہیئے کہ (جنت کی)اِن نعمتوں کے حصول کے لیے مقابلہ کریں مقابلہ کرنے والے "۔ نبی اکرم مَنگالِیُّ کِمْ نے بھی نصیحت فرمائی کہ دنیا میں کم تر لوگوں پر نگاہ رکھو اور دین میں اُن سے مقابلہ کر وجو تم سے آگے ہیں:

إِذَا نَظَرَا حَدُّكُمْ إِلَى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْحَلْقِ فَلْيَنْظُرُ إِلَى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ(۱)

"جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو مال و دولت اور جسمانی بناوٹ ، یعنی شکل وصورت میں اِس سے بڑھا ہوا ہو (اور اِس کی وجہ سے اُس کے دل میں حرص وطمع اور

<sup>(</sup>۱) صحيح البخارى،كتاب الرِّقَاقِ، باب لِيَنْظُرُ إِلَى مَنْ هُوَأَسْفَلَ مِـنْـهُ ... وصحيح مسلم،كتاب النُّهْ لِوَالرَّقَايِقِ، باب، عَنْ ابي هريرة اللَّيْنَةُ

شکایت پیدا ہو) تو اُس کو چاہیئے کہ کسی ایسے بندہ کو دیکھے ، جو اِن چیز وں میں اُس سے بھی کمتر ہو ( تاکہ بجائے حرص وطمع اور شکایت کے صبر وشکر پیدا ہو)"۔

خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ لَهُ تَكُونَا فِيهِ لَهُ يَكُتُبُهُ اللهُ شَاكِرًا وَلا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَاقْتَلَى بِهِ وَمَنْ نَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ فَحَبِدَ اللهَ عَلَى مَا فَضَّلَهُ بِهِ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَنْ هُوَ دُونَهُ وَنَظَرَ فِي دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فَأَسِفَ عَلَى مَا فَاتَهُ مِنْهُ لَهُ لَهُ يَكُتُ بُهُ اللهُ شَاكِرًا وَلا صَابِرًا (١)

"جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اُس کو شاکرین اور صابرین میں لکھیں گے اور جس شخص میں یہ خصلتیں نہیں ہوں گی اُسے اللہ شاکرین اور صابرین میں نہیں لکھے گا اور جس شخص میں یہ خصلتیں نہیں ہوں گی اُسے اللہ شاکرین اور صابرین میں نہیں لکھے گا (اِن دو خصلتوں کی تفصیل یہ ہے کہ) جس شخص کی یہ عادت ہو کہ وہ دین کے معاملے میں تواللہ کے اُن بندوں پر نظر رکھے جو دین میں اُس سے فائق اور بالاتر ہوں اور اُن کی پیروی اختیار کرے اور دنیا کے معاملے میں اُن (غریب و مسکین اور خستہ حال بندوں ) پر نظر رکھے جو دنیوی حیثیت سے اُس سے بھی کمتر ہوں، اور اِس پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم سے اُسے اِن بندوں سے زیادہ دنیوی نعتیں دے رکھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ صابر وشاکر لکھا جائے گا اور جس کا حال یہ ہو کہ دین کے بارے میں تو ہمیشہ اپنے سے ادنی درجے کے لوگوں کو دیکھے اور دنیا کے بارے میں اپنے سے بالاتر لوگوں پر نظر ہو اور جو دنیوی نعتیں اُس کو نہیں ملی ہیں اُن کے نہ ملنے پر افسوس اور رنج کرے اوگوں کو دیکھا جائے گا اور جس کا طال سے ہو کہ دین کے بالاتر لوگوں پر نظر ہو اور جو دنیوی نعتیں اُس کو نہیں ملی ہیں اُن کے نہ ملنے پر افسوس اور رنج کے لوگوں پر نظر ہو اور جو دنیوی نعتیں اُس کو نہیں ملی ہیں اُن کے نہ ملنے پر افسوس اور رنج کے ال

دنیا میں کم تر کو دیکھنے سے اللہ کے لیے شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں کہ مجھے اللہ نے بہتر حالات میں رکھاہے اور اپنی کسی مشکل پر صبر کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے کہ دوسر امجھ سے بھی زیادہ مشکل حالات میں ہے۔ شیخ سعد کی تو اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اپنی سیاحت کے دوران ایسام حلہ بھی آیا کہ میرے یاؤں میں جوتے نہیں شھے۔دل میں خیال آیا کہ پروردگار

<sup>(</sup>۱) سنن ترمذى،كتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَايِقِ وَالْوَرَعِ عن رسول الله،باب مَا جَاءَفِي صِفَةِ أَوَانِي الْحُوْضِ، عن عبدالله بن عبر الله

نے لوگوں کو کیا کیا نعمتیں دی ہیں اور میرے پاؤں میں جوتے تک نہیں۔ آگے جاکر ایک ایسے شخص پر نگاہ پڑی جس کے پاؤں ہی نہیں تھے۔ میں نے فورًا تو بہ واستغفار کی اور اللّٰہ کاشکر ادا کیا کہ میرے یاؤں توسلامت ہیں۔

صحابہ کرام رفحاً لُنْتُمُ ہر معاملہ میں مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کی کوشش فرماتے تھے۔غزوہ ہوک کے موقع پر مسلمانوں نے صدقہ و خیر ات کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی بے نظیر مثالیں پیش کیں۔حضرت عمرفاروق رفحاً گُنْتُو اپنا آدھا مال لے کر نبی اکرم منگا لِنُنْتُم کی خدمت میں حاضر ہوئے،اِس امید کے ساتھ کہ وہ اِس موقع پر حضرت ابو بکر صدایق رفحالا گُنْتُو سستقت لے جائیں گے۔لیکن اُن کی یہ نیک خواہش پوری نہ ہوسکی کیونکہ حضرت ابو بکر صدایق رفحالا گُنْتُو اپنا پورا مال پیش کر چکے تھے اور گھر پر صرف اللہ اور اُس کے رسول منگا لِنُنْتُم کا نام چھوڑ آئے۔ آئے۔

## پر وانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس صدیق ڈٹائٹنڈ کے لیے ہے خداکارسول بس

اِس آیت میں ہمیں دعوت دی گئی کہ ہم اپناہدف بنائیں آخرت میں بخش اور جنت کے حصول کو۔ جنت بھی وہ جس کا پھیلاؤ آسان اور زمین جتنا ہے۔ دنیا میں اکثر لوگوں کی زندگی بھر کی کمائی کا حاصل ایک مکان ہو تا ہے۔ یہ مکان خواہ کتنا ہی بڑا ہولیکن اِس کے رقبہ کا جنت کے پھیلاؤ سے کوئی موازنہ نہیں ہوسکتا۔ پھر اِس مکان کی سہولیات کم تر بھی ہیں اور عارضی بھی جبکہ و اُلاخِرَةٌ خَیْرٌ وَ اَبْقیٰ (الاعلیٰ 17<sup>8</sup> : 17) کے مصداق "جنت کی نعمتیں بہتر بھی ہیں اور دائی بھی "۔ حدیثِ قدسی ہے:

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِىَ الصَّلِحِيْنَ مَالاَ عَيْنٌ رَ أَتُ وَلاَ أَذُنَّ سَمِعَتْ وَلاَ أَذُنَّ سَمِعَتْ وَلاَ أَذُنَّ سَمِعَتْ وَلاَ خَلَمَ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ وَلاَ خَطرَ عَلَىٰ قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ

<sup>(</sup>۱) الترغيب والترهيب لقوام السنة، بأب الترغيب في الصدقة وفضل المتصدقين، عن الشعبى  $\frac{1}{2}$ 

أَعْيُنٍ (١

"الله تعالی فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعتیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آئدہ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اُن کا ذکر سنا اور نہ ہی کسی دل پر اُن کا خیال گزرا، اگر تم چاہو تو پڑھ لو فَلَا تَعُلَمُ نَفْشٌ مَّمَاۤ اُخْفِی لَهُمْ مِّن قُرَّةً اَعُیُنٍ . . . انسان نہیں جانتے کہ اُن کے لیے کیسی آئھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئے ہے (السجدۃ 17:32)"۔

اِسی لیے نبی اکرم صَلَّاتَیْکِم کاارشادہے:

اَنْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَذُ وَعَلِى لِمَا بَعْدَا الْمَوْتِ(٢)

"عقل مندوہ ہے جواپنے نفس پر قابوپالے اور عمل کرے موت کے بعد کی زندگی کے لیے "۔

آیت کے اگلے حصہ میں جنت کے بارے میں آگاہ کیا گیا کہ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اَمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ
"وہ تیار کی گئی ہے اُن کے لیے جو ایمان لائے اللّٰہ پر اور اُس کے رسولوں بیہاہی پر"۔ یہاں ایمان
سے مر او حقیقی یعنی قلبی ایمان ہے جس کا نتیجہ انسان کے نیک اعمال کی صورت میں ظاہر ہو تا
ہے۔ اِس نکتہ کی تفییر خود قر آن نے سودۃ آلِ عمران کی آیات 133–135 میں اِس
طرح کی:

وَ سَارِعُوْاَ إِلَى مَغْفِرُ وَ مِّنَ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّلُوتُ وَ الْاَرْضُ الْعِبَّنَ عَنِ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿ النَّذِيْنَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَاءِ وَالطَّرَّاءِ وَالْكَظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَالله يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿ وَ النَّذِيْنَ إِذَا فَعَكُواْ فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُواْ اَنْفُسَهُمُ ذَكُرُواالله فَالله يُعِبُونُ وَلِهُمْ وَمَنْ يَتَغْفِرُ اللَّانُونِ الله الله وَ لَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَكُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾

"اورایک دوسرے سے تیزی د کھاؤاپنے رب کی بخشش اور اُس جنت کے حصول کے لیے جس کا عرض آسان اور زمین کے برابر ہے اور جو تیار کی گئی ہے اللہ کی نافرمانی سے بیخے

<sup>(</sup>۱) صحيح البخارى، كتاب بَلْءِ الخَلْقِ، باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مُخْلُوقَةٌ، وصحيح مسلم، كتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيبِهَا وَأَهْلِهَا ... عن الى هريرةٌ

سنن الترمذى، كتاب صِفَةِ الْقِيمَا مُنةِ وَالرَّقَابِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللهِ اللهِ الْمَاعَ في صِفَةِ أَوَانِي الْحُوْضِ
 وسنن ابن ماجة، كتاب الزُّه في، بَاب ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالإسْتِعْدَا وَنَهُ، عَنْ شَدَّا وَبْنِ أَوْسٍ ثَنْقَ

والوں کے لیے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آسودگی اور تنگی میں (اللہ کی راہ میں) خرج کرتے ہیں اور غضے کو روکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت کر تاہے۔ اور جب وہ کوئی کھلی بے حیائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنے حق میں کسی بُرائی کا ارتکاب کرتے ہیں تواللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش ما تکتے ہیں اور اللہ کے سواگناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور وہ جان ہو جھ کر آڑے نہیں رہتے اپنے کسی (برے) عمل پرجو اُنہوں نے کیا"۔

آیت کے آخر میں فرمایا ذلک فضلُ الله یُوْتینی مَن یَشَآء و الله دُو الفَضِلِ الْعَظِیْمِ "یہ الله کا فضل ہے وہ دیتا ہے یا دے گا جسے چاہے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے "۔ فضل سے مراد ہے اللہ کی طرف سے بغیر استحقاق کے دی جانے والی شے ۔ اِس کے بالمقابل اجرت اور اجر کے الفاظ عام استعال ہوتے ہیں جو باہم متر ادفات ہیں۔ اِن کا مطلب ہے بدلہ ، جو کسی محنت اور مز دوری کا متعال ہوتے ہیں جو باہم متر ادفات ہیں۔ اِن کا مطلب ہے بدلہ ، جو کسی محنت اور مز دوری کا متیجہ ہو تا ہے ۔ قر آنِ عیم میں اکثر جنت کے حصول کو اللہ کا فضل کہا گیا ہے ۔ گویا انسان صرف اپنے عمل کے ذریعے جنت کا مستحق نہیں بن سکتا۔ مراد بیہ ہے کہ تم محنت کرو اور دین کے لیے مال و جان کی قربانی دو لیکن جان لو جنت پھر بھی اللہ کے فضل سے ملے گی نہ کہ تمہارے عمل سے ۔ ارشادِ نبوی مُنَا اللہ کے فضل سے ملے گی نہ کہ تمہارے عمل سے ۔ ارشادِ نبوی مُنَا اللہ کے فضل سے ۔ ارشادِ نبوی مُنَا اللہ کے اس کے ۔ ارشادِ نبوی مُنَا اللہ کے فصل سے ۔ ارشادِ نبوی مُنَا اللہ کے فیزیہ کی ہے ۔

كَنْ يُكْخِلَأَ حَدًا مِنْكُمْ عَلَهُ الْجَنَّةَ قَالُوا: وَلَا أَنْتَ ﴿ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْ اللَّهِ عَلَيْ اللَّهِ عَلَيْ اللَّهِ عَلَيْ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عِنْدُ إِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ (١)

"تم میں سے کسی کا عمل ہر گز اُس کو جنت میں نہیں لے جاسکے گا۔ صحابہ رفحاً لُنْتُمَ نے پوچھا اور کیا آپ بھی نہیں اے اللہ کے رسول سَلَّ اللَّهِ َعَلَى فَرَمایا بال، میں بھی نہیں مگر میہ کہ اللہ ڈھانپ لے جھے اپنی رحمت اور فضل سے "۔

<sup>(</sup>۱) صحيم مسلم، كتاب صِفَةِ النَّقِيَامةِ وَالْجُنَّةِ وَالنَّادِ، باب لَنْ يَدُخُلَّ أَحَدُّ الْجُنَّةَ بِعَمَلِهِ بَلُ بِرَحْمَةِ اللهِ تَعَالَى، عن ابي هريرة اللَّيْنَ

#### آيت22:

مَا آَصَابَ مِنَ مُّصِيبَةٍ فِي الْاَرْضِ ... نہيں پڑتی کوئی آفت زمين پر ... وَلَا فِيُ آنفُسِكُمْ ... اور نه بى خود تم پر ... إلَّا فِي كِتْبِ ... مَّرا يَك كتاب مِين ( لَكَسَى بُوئَى ) ہے ... مِّن قَبُلِ آنْ نَّبُرُ آهَا لَّهُ عَلَى اللهِ يَسِدِيرٌ ﴿ اَللهِ يَسِدِيرٌ ﴿ اِللَّهُ عَلَى اللّٰهِ يَسِدِيرٌ ﴿ اِللَّهِ عَلَى اللّٰهِ يَسِدِيرٌ ﴿ اِللَّهُ عَلَى اللّٰهِ يَسِدِيرٌ ﴿ اللَّهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ يَسِدِيرٌ ﴿ اللَّهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ يَسِدِيرٌ ﴿ اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلْهُ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلْهُ عَلَى اللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهِ عَلْمِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهِ عَلَى اللّٰهُ عَلَى اللّٰهِ عَلْمُ عَلَى الللّٰهِ عَلْمُ الللّٰهِ عَلَى اللّٰهُ عَلَى الللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى الللّٰهِ عَلَى الللّٰهُ

اِس آیت میں اُن حوادث کے حوالے سے ایمان افروز ہدایت دی گئی ہے جن کے انزات انسانی زندگی پر اِس طرح انز انداز ہوتے ہیں کہ وہ اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے محروم ہوجاتا ہے۔حوادث کے لیے یہاں لفظ "مصیبت" آیا ہے جس کے لغوی معنی ہیں وار دہونے والی شے خواہ وہ خوشگوار ہویا تکلیف دہ عام طور پر تکلیف دہ معاملہ کا انسان زیادہ تأثر لیتا ہے لہذا "مصیبت" کا لفظ اکثر صرف اِسی صورت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔خوشگوار یا تکلیف دہ حوادث زمین پر بھی وارد ہوتے ہیں اور کسی انسان پر بھی۔زمین پر اِن کی صورت بارانِ رحمت، فرحت بخش ہواؤں اورا چی فصلوں یاز لزلے، طوفانی بارشوں، ژالہ باری، سیلاب، سمندری طوفان، تیز ہواؤں، خراب فصلوں وغیرہ کی ہوتی ہے۔انسان پر اِن کا ورود کامیابیوں یا ناکامیوں ،مال وجان کے نقصان اور بھاریوں کی صورت میں ہوتا ہے۔اس آیت میں رہنمائی عطائی گئی کہ:

1. زمین اور انسانوں پر وارد ہونے والے حوادث اللہ کے حکم سے وارد ہوتے ہیں۔ کائنات کی تخلیق اور اِس میں جاری مختلف معاملات کسی اندھے بہرے مادہ کی کار فرمائی نہیں ہیں۔ ایک حکیم ودانا ہستی اِس کا ننات کی خالق ہے۔ یہاں جو کچھ ہور ہاہے اُس کے اذن سے ہور ہاہے۔ دنیا میں نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ، جب تک اللہ کا اذن نہ ہو۔ ترمذی میں روایت ہے کہ نبی اگرم مُلَّی اللہ کا اُلہ کا شرع عبد اللہ بن عباس ڈلائٹی کو تاکید فرمائی:

إِذَا سِئَلْتَ فَاسْئَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ؛ وَاعْلَمُ أَنَّ الأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوْكَ إِلاَّ بِشَيْءٍ قَلْ كَتَبَدُ اللَّهُ لَكَ، ولَوِ

اجْتَمَعُوْا عَلَى آنُ يَّضُرُّ وُكَ بِشَىءٍ لَّمْ يَضُرُّ وُكَ إِلاَّ بِشَىءٍ قَلْكَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الاَّقِلَا مُواعَلَى اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الاَّقُلاَ مُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (۱)

"جب توسوال کر توصرف الله سے سوال کر، جب تو مد د چاہے تو الله ہی سے مد د طلب کر، اور یہ بات جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تھیے فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا اور اگر وہ جمع ہو کر تھیے نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچاسکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا۔ قلم اٹھائے جا جکے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں "۔

ہر واقعہ کے پیچھے بظاہر کچھ اسباب نظر آتے ہیں لیکن اسباب کی کوئی حقیقت نہیں۔اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی ہے۔ جو بھی حالات وارد ہورہے ہیں، اُن میں بظاہر کوئی بھلائی یا برائی اپنے لیے کمارہا ہے لیکن اِن کے پیچھے اصل فاعل حقیقی صرف اور صرف اللہ ہے۔ ممکن ہے کہ کسی ڈاکٹر نے غلط انجکشن لگادیا ہو، ممکن ہے کہ کسی نے وار کیا ہو اور انسان اُس وارسے ہلاک ہو گیا، لیکن یہ سب کاسب ہو نہیں سکتا تھا جب تک اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔ موت کا وقت اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھا ہے۔ جب تک موت کا وقت نہ آئے، انسان مر نہیں سکتا۔ بڑا حکیمانہ قول ہے:

ٱلْمَوْتُ خَيْرُ الْحَافِظَةِ وَالْمَوْتُ حَيْرُ الْوَاعِظَةِ "موت بهترين محافظ باور موت بهترين واعظ ب"-

موت محافظ اِس معنی میں ہے کہ اِس کا وقت طے ہے لہذا جب تک اِس کا وقت نہیں آتا، کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ موت بہترین واعظ ہے یعنی اگر انسان کو موت یا درہے تو پھر اُس کی زندگی کارخ صحیح ہوجاتا ہے۔

2. جو واقعات بھی ظہور پذیر ہورہے ہیں وہ پہلے سے ایک کتاب یعنی کتابِ نقدیر میں لکھے ہوئے ہیں۔ جو واقعات بھی ظہور پذیر ہورہے ہیں وہ پہلے سے ایک کتاب یعنی کتاب نقدیر میں لکھے ہوئے ہیں۔ بیار اللہ کی نات ہے لیکن واضح کیا گیا کہ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيدُوَّ " بے شک یہ اللّٰہ پر بہت آسان ہے "۔ اگر اللّٰہ کی ذات وصفات کی بے حدو حساب و سعت سامنے ہو تو اِس حوالے سے کوئی تعجب نہ ہوگا۔

<sup>(</sup>١) سنن الترمذي، كتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَايِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحُوْضِ

مٰد کورہ بالا دو حقائق سامنے ہوں تواِس کا جو نتیجہ ظاہر ہو تاہے وہ اگلی آیت میں بیان ہوا۔ **آمت23**:

لِّكَيْلَا تَاْسَوْاعَلَىٰ مَا فَاتَكُوْ ... تاكه تم افسوس نه كرواُس پر جوشے تمهارے ہاتھ سے جاتی رہے... وَلاَ تَفُرَحُوْا بِمِنَا اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ وَلاَ تَفُورُ حُوا إِبِمَا اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالِ فَخُوْدٍ ﴿ اور اللّٰهِ لِسِند نہيں كر تاخود كو يجھ سجھنے والے اور بڑائى كرنے والے كو۔

حیاتِ دنیوی کے دوران ہر انسان کو بدلتے ہوئے حالات سے سابقہ پیش آتا ہے۔ تکلیف دہ واقعات بھی رونماہوتے رہتے ہیں اور مسرت بخش کھات بھی آتے رہتے ہیں۔اللہ تعالی نے تین عالم بنائے ہیں۔ایک بیہ و نیا کاعالم ہے ، دوسر اعالم جنت ہے اور تیسر اعالم جنہم۔ جنت ایساعالم ہے جہاں راحتیں ہی راحتیں ہیں اور ہیں جہنم ایساعالم ہے کہ جہاں پر تکالیف ہی تکالیف ہیں۔عالم د نیا میں راحتیں بھی ہیں اور تکلیف ہیں۔ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ تکلیف یاراحت مسلمان کو بھی پہنچتی ہے اور کا فرکو بھی ۔البتہ اِس حوالے سے ایک مسلمان اور ایک کا فرکے رقبِ عمل میں فرق ہونا چاہئے۔ اِس لیے کہ مسلمان اللہ اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہے جبکہ کا فراس نعمت سے محروم ہے۔ مسلمان جب اِس حقیقت پر غور کرتا ہے کہ ہر معاملہ اللہ ہی کے حکم سے ظہور پذیر ہوا اور کتابِ تقدیر میں وہ پہلے ہی سے درج تھا تو اب نہ وہ ناخوشگوار حالات پر شدتِ غم سے ناٹھال ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کامیا بی پر اتراتا اور اگرتا ہے۔ اِس کی وجہ مذکورہ بالا دو نکات کے حسب ذیل مضمرات ہیں:

1. عام آدمی کو اگر کوئی تکلیف آتی ہے تو وہ اِسے کسی دیو تاکی ناراضگی یا اسباب کے مخالف ہونے کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ اگر اُسے کوئی خوشی نصیب ہوتی ہے تو اِسے کسی دیو تاکی نظر کرم یا اسباب کے موافق ہونے کا ثمرہ قرار دیتا ہے۔ کسی بھی واقعہ کے ظہور کوغیر اللہ کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی گر اہی ہے۔ ہدایت کی طرف پہلا قدم یہ ہے کہ اِسے اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ وَالْقَدُرِ خَدْرِدٌ وَشِیّ اللّٰهِ تَعَالٰی کے مطابق "ہر نعمت اللہ دیتا ہے اور تکلیف بھی وہی دیتا ہے "۔ خیر ہویا شر، خوشگوار حالات ہوں یانا گوار، جو بھی ہے من جانب اللہ ہے۔ سب پچھ اللہ کے حکم سے ہوا، لہذا نقصان کی صورت میں اسباب کے خلاف بھی و تاب اور انتقام کے اللہ کے حکم سے ہوا، لہذا نقصان کی صورت میں اسباب کے خلاف بھی و تاب اور انتقام کے

- جذبات سر دیر جاتے ہیں۔ اِسی طرح اگر کوئی خیر ملی ہے تو وہ اللہ کا فضل ہے نہ کہ انسان کا اپنا کمال۔ لہذاانسان میں نہ تکبر کا احساس پیدا ہو تاہے اور نہ ہی وہ اتر اتا اور اپنی بڑائی کرتاہے۔
- 2. اِس کا ننات میں و قوع پذیر ہونے والے تمام معاملات پہلے ہی سے طے شدہ اور علم خداوندی میں موجود ہیں۔ لہذا ممکن ہے یہال کوئی واقعہ ہمارے لیے حادثہ ہو، در حقیقت حادثہ نہیں ہے۔ کوئی بات انہونی نہیں ہے۔ جو تکلیف آئی ہے وہ اپنے طے شدہ وقت پر آنی ہی تھی اور تقدیر میں لکھا کوئی نہیں ٹال سکتا۔
  - 3. الله کے ہر فیصلہ میں ضرور کوئی خیر پوشیدہ ہے۔ سودة آلِ عبران 3 آیت 26 میں فرمایا گیا: قُلِ اللّٰهُ مَّ مٰلِكَ الْمُلُكِ تُوْقِى الْمُلُكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلُكَ مِسَّنُ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلُكَ مِسَّنُ تَشَاءُ وَ تَعْفِرُ اللّٰهُ مَنْ تَشَاءُ وَ تَكُونَ اللّٰهُ مُنْ تَشَاءُ وَ تَعْفِرُ اللّٰهِ مَنْ تَشَاءُ وَ تَكُون اللّٰهُ مَنْ تَشَاءُ وَ تَعْفِر اللّٰهُ مَنْ تَشَاءُ وَ تَعْفِر اللّٰهُ مَنْ تَشَاءُ وَ مَنْ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ مَنْ تَشَاءُ وَ تَعْفِر اللّٰهُ مَنْ اللّٰهُ اللّٰهِ مِنْ اللّٰهُ وَجِسَ كُوچِا ہے بادشاہی بخشے اور جس کوچا ہے وار جس کوچا ہے ذکیل کرے ہر طرح کی اور جس کوچا ہے ذکیل کرے ہر طرح کی اللّٰہ کی تیرے ہی ہاتھ ہے، بے شک قوہر چیز پر قادر ہے "۔

ہم اپنے ناقص علم کی وجہ سے اللہ کے فیصلہ میں خیر کے پہلو کو سمجھ نہیں سکتے لیکن اللہ کے فیصلہ میں ضرور ہماری بہتری ہوتی ہے۔ اِر شادِ باری تعالیٰ ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرُهُ لَكُمْ ۚ وَعَلَى اَنْ تَكُرْهُواْ شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۚ وَعَلَى اَنْ تَكُرْهُواْ شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرة 2 عَلَى اَنْ تُحِبُّواْ شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ۖ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (البقرة 2 عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهِ عَلَى اللهُ عَلَ

"تم پر (الله کی راہ میں) اُڑنا فرض کر دیا گیاہے خواہ وہ تمہیں نا گوار ہو، ممکن ہے تم کسی شے کو نالپند کرو اور وہ کو نالپند کرو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم کسی شے کو لپند کرو اور وہ تمہارے لیے نقصان دہ ہو اور اللہ جانتاہے اور تم نہیں جانتے"۔

سورة التوبة 9 آيات 51-52 ميس منافقين كوابل ايمان كي طرف سے آگاه كيا كيا:

قُلُ اللهُ يُّصِيبُنَا إِلاَّ مَا كَتَبَ اللهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَىنَا ۚ وَ عَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّٰكِ اللهُ اللهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَىنَا ۚ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّٰكِ الْمُؤْمِنُونَ ۞ قُلُ هَلُ تَرَبَّصُونَ بِنَاۤ إِلاَّ إِحْلَى الْحُسْنَيَيْنِ ۚ وَنَحُنُ نَتَرَبَّصُ الْمُؤْمِنُونَ ۞ قُلُ هَلُ تَرَبَّصُونَ بِنَآ إِلاَّ إِحْلَى الْحُسْنَيَيْنِ ۚ وَ نَحُنُ نَتَرَبَّصُ

بِكُمْ أَنْ يُصِيْبَكُمُ اللهُ بِعَنَابٍ مِّنَ عِنْدِهَ أَوْ بِأَيْدِيْنَا ۚ فَتَرَبَّصُوْآ اِنَّا مَعَكُمُ ا صُّتَرَبِّصُوْنَ ۞

"(اے نبی مُنَافِیْنَمُ) کہہ دیجئے ہمیں ہر گزنہ پنچے گا گروبی جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لیے۔وہی ہماراکارسازہ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھناچاہیئے۔ کہہ دیجئے کہ تم کیا امید کروگے ہمارے حق میں گر دو بھلائیوں میں سے ایک کی اور ہم تمہارے حق میں منظر ہیں کہ بھیجے اللہ تم پر کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں۔ سوا تظار کروہم بھی تمہارے ساتھ انظار کرتے ہیں "۔

### حدیث مبارکہ ہے:

جَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ حَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ مَّ اعْشَا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّا عُصَبَرَ فَكَانَ حَيْرًا لَهُ (ا)

"مومن كا معاملہ بھى عجيب ہے۔ اُس كے ہر معاملے ميں خير ہے اور يہ چيز مومن كے علاوہ كسى كو حاصل نہيں، اگر اُسے نعمت ملے وہ شكر كر تاہے تو يہ اس كے ليے بہتر ہے اور اگر اُسے تكليف پننچ وہ صبر كرے تو يہ اُس كے ليے بہتر ہے "۔

الله تعالی ہمارا ہم سے بڑھ کر خیر خواہ اور ہماری مصلحتوں کا ہم سے بہتر جانے والا ہے:
کار سانے ابلکر کارِ ما

"ہمارا کارساز ہمارے مسائل کے حل کا دھیان رکھتا ہے۔ ہمارا بذاتِ خود اپنے مسائل کے حل کے بارے میں متفکر ہونا ہمیں پریشان کر دیتا ہے"۔

ہمیں اِس دنیا میں جو بھی تکلیف پہنچی ہے،اگر ہم نے اُس پر صبر کیا تووہ روزِ قیامت ہمارے گناہوں کا کفارہ اور ہمارے حق میں باعثِ اجرو ثواب ہوگی۔ار شاداتِ نبوی صَلَّا عَیْنِاً میں: صَنْ یُرْدِ اللهُ به جَیْرًا یُصِبْ مِنْ لهُ(۲)

"جس بندے کے بارے میں اللہ خیر کا فیصلہ فرماتا ہے، اُسے مصیبت سے دوچار کردیتا ہے"۔

<sup>(</sup>١) صحيح مسلم، كتاب الزُّهْ لِوالرَّقَابِقِ، بَاب الْمُؤْمِنُ أَمُّرُهُ كُلُّهُ حَيْرٌ، حَنْ صُهَيْبٍ ثَلَّامُوْ

 <sup>(</sup>٢) صحيح البخارى، كتاب العرضى، بَاب مَا جَاءَ في كَفَّارَةِ الْمَرَضِ، عَنْ ابى هريرة وللنَّفَظُ

إِذَا اَرَا دَاللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ جَعَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِى اللَّانْيَا، وَإِذَا اَرَا دَبِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِنَنْبِهِ حَتَّى يُوَا فِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ا)

"جب الله تعالی اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُس کو (اُس کے گناہوں کی سزا) جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے (یعنی تکلیفوں اور آزمائشوں کے ذریعے سے اُس کے گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کر دیتا ہے) اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کر تاہے تو اُس سے اُس کے گناہ کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت والے دن اُس کو پوری سزادے گا"۔

## نبی اکرم مَتَّالِثُمِیْ نے مزید فرمایا:

إِنَّ عِظَمَ الْجُزَآءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلاَءِ، وَإِنَّ اللّهَ إِذَا آحَبَّ قَوْماً الْبُتَلاَهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ (٢)

"آزمائش جتنی عظیم ہوگی، بدلہ بھی اِسی قدر عظیم ہو گا اور اللہ تعالی جب کسی قوم کو پیند فرماتا ہے تو اُس سے )راضی ہوتا ہے، اُس کے رامنی ہوتا ہے، اُس کے لیے (اللہ کی)رضا ہے اور جو (اُس کی وجہ سے اللہ سے)ناراض ہوتا ہے، اُس کے لیے (اللہ کی)ناراضی ہے "۔

يَقُولُ اللهُ تَعَالَى، مَالِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّةُ مِنْ آهْلِ النُّنْيَا ثُمَّا حُتَسَبَةُ الاَّا بُعَنَّةُ (٣)

"الله تعالی فرماتا ہے، میں جب اپنے مومن بندے کے اہل دنیا میں سے کسی پیارے کو واپس لے لیتا ہوں، لیکن وہ اُس پر ثواب کی نیت سے (صبر ورضا کا مظاہر ہ کرے) اُس کے لیے میرے یاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے "۔

مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هُمِّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا أَذًى وَّلَا غَمِّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ (١٠)

<sup>(</sup>١) سنن الترمذي، كتاب الرهد عَنْ رَسُولِ اللهِ ، بَاب مَا جَاءَ في الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ، عَنْ انس اللَّافَةُ

<sup>(</sup>٢) سنن الترمذي ،كتاب الرهد عَنْ رَسُولِ اللهِ ، بَاب مَا جَاءَ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ، عَنْ انسٍ رُلْالْعَنْ

 <sup>(</sup>٣) صحيح البخارى، كتاب الرقاق، بَاب الْعَمَلِ الَّذِي يُبْتَغَى بِهٖ وَجُهُ اللهِ، عَن ا بي هريرة طُنَاتُنَهُ

<sup>(</sup>٣) صحيح البخارى،كتاب العرضى، بَاب مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ، وصحيح مسلمُ، كتاب الْبِرِّوَ الصِّلَةِ وَالْآَدَابِ، بَاب ثَوَابِ الْمُؤْمِنِ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنْ مَرْضٍ...، عَنْ ابي هريرة الْمَاثِيَّةُ

"مسلمان کو جو بھی تکان، بیاری، فکر، غم اور تکلیف پہنچتی ہے، حتی کمہ کا نٹا بھی چبھتا ہے تو اِس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے "۔

إِنَّ الْعَبْدَرِ إِذَا سَبَقَتُ لَهُ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغُهَا بِعَمَلِهِ ، اِبْتَلاَةُ اللهُ فِي جَسَدِهِ

اَ فِيْ مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ ثُمِّ صَبَّرَةً عَلَى ذَٰلِكَ حَتَّى يُبُلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِيُ سَبَقَتُ لَهُ مِنَ

الله تَعَالَى ()

"کسی بندہ موسمن کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے ایسابلند مقام طے ہو جاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل (مجاہدے) سے نہیں پاسکتا تو اللہ تعالی اُس کو کسی جسمانی یامانی تکلیف میں یا اولا د
کی طرف سے کسی صدمہ یا پریشانی (غیر اختیاری مجاہدے) میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اُس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے، یہاں تک کہ اُسے اُس بلند مقام پر پہنچادیتا ہے جو اُس کے لیے کہا سے طے ہو چکا ہو تا ہے "۔

سودة ۱۵ کھف 18 کی آیات 65-88 میں ایک قصہ کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ واقعات کا ظاہر پھی ہوتا ہے لیکن اُن کی حقیقت بچھ اور ہوتی ہے۔ اِس قصہ میں تین واقعات ایسے آئے ہیں کہ جن کا ظاہر شر محسوس ہور ہا تھا لیکن اُن کی حقیقت خیر تھی۔ حضرت مو کی عَالیتا، حضرت خضر عَالیتا کے ساتھ ایک تشق میں سفر کررہے تھے۔ حضرت خضر عَالیتا کے نیت کا ایک تختہ نکال کر بھینک دیا۔ بظاہر یہ کام ظلم تھا لیکن حضرت خضر عَالیتا نے وضاحت کی کہ ایک بادشاہ صحیح سالم کشتیوں کو عصب کرتا آ رہا تھا۔ اگریہ کشتی سالم ہوتی توباد شاہ چھین لیا۔ گویا ایک تختہ ضائع ہوگیا لیکن پوری کشتی نگا گی ۔ اِس کے بعد ایک بچ کو حضرت خضر عَالیتا نے قتل کر دیا۔ بظاہر یہ ویل ناحق تھا لیکن پوری کشتی نگا گیا ہے نہ بنا یا کہ اِس بچ نے بڑے ہو کر اپنے والدین کے لیے قبل ناحق تھا لیکن حضرت خضر عَالیتا اور والدین کو بھی پریشان کرتا۔ اللہ تعالی والی جان بننا تھا۔ وہ اپنا بھی نامہ اعمال سیاہ کرتا اور والدین کو بھی پریشان کرتا۔ اللہ تعالی والدین کو اِس سے بہتر بچ عطافر مائے گا۔ اِس کے بعد حضرت خضر عَالیتا اور حضرت موسی عَالیتا اور سے بہتر بی عطافر مائے گا۔ اِس کے بعد حضرت خضر عَالیتا اور حضرت موسی عَالیتا کہ اِس کے بعد حضرت خضر عالیتا کہ اِس کے بعد حضرت خضر عالیتا اور حضرت موسی عَالیتا کہ اِس کے بعد حضرت خضر عالیتا کہ اِس کے بعد حضرت حضرت موسی عَالیتا کہ اِس کے بعد حضرت حضرت حضرت موسی عَالیتا کے اِس کے بیتی میں ایک ایک دیوار تعمیر کر دی جو بالکل گرنے والی تھی۔ حضرت موسی عَالیتا کو کو کھرت میں ایک ایک دیوار تعمیر کر دی جو بالکل گرنے والی تھی۔ حضرت موسی عَالیتا کہ اِس کے اِس کے اِس کے ایک کی دور میں عمالیتا کے ایک کی دور کھرت کو کیا کہ کی دور کی کھرت کی دور الکل گرنے والی تھی۔ حضرت موسی عَالیتا کو کھرت کے دور کی دور الکل گرنے والی تھی۔ حضرت موسی عَالیتا کو کھرت کو کھرت کو کھرت کو کھرت کی کو کھرت کو کھر

<sup>(</sup>۱) سنن ابی داؤد،کتتاب الجنائز، بَاب الْأَمْرَاضِ الْمُكَفِّرَةِ لِلذُّنُوبِ، عَنْ لِحِلاجِ بن حكيم لِلْأَثْثَ

اعتراض کیا کہ آپ نے بغیر معاوضے کے بخیل بستی والوں کا یہ کام کر دیا۔ حضرت خضر مَالیلا نے وضاحت کی کہ اِس دیوار کے نیچے دو بیٹیم بچوں کی وراثت ایک خزانہ کی صورت میں دفن ہے۔اگر دیوار گر جاتی تووہ خزانہ بخیل بستی والوں کے ہاتھ میں آ جاتا۔اللہ تعالی نے مجھ سے یہ دیوار تعمیر کرادی تا کہ حق داروں کو اُن کاحق مل جائے۔ آخر میں حضرت خضر مَالیلا نے فرمایا کہ میں نے سب بچھ اللہ کے حکم سے کیا اور یہ سب اللہ کی رحمت کے مظاہر ہیں۔

## 4. اس دنیا کی ہرراحت یا تکلیف عارضی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا عِنْدَكُدُ يَنْفَكُ وَ مَا عِنْدَ اللهِ بَآقٍ ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّ اتَّذِيْنَ صَبَرُوْآ اَجُرَهُمُ بِٱحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُوْنَ(النحل<sup>16</sup>:96)

"جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے (یعنی کبھی ختم نہیں ہو گا) اور جن لو گوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کانہایت اچھا بدلہ دیں گے "۔

اگر کوئی شے ہم سے چھن گئ ہے تو اُس نے ایک روز فناہو ناہی تھا۔ دنیوی زندگی توہے ہی بڑی محد ود۔ اصل زندگی توہے ہی آخرت کی۔ انسان کی تمنایہ ہونی چاہئے کہ اے اللہ ہمیں آخرت کی نعتیں عطا فرما۔ ہمیں اپنے مرنے والے عزیزوں کا جنت میں ساتھ عطا فرما۔ جنت کا ساتھ کھی ختم ہونے والا نہیں اور دنیا کا ساتھ تو لازمی ختم ہو گا۔ آج اگر ہمارے کسی عزیز کا انتقال ہوا ہے تو اُس نے ایک روز مرنا ہی تھا اور ہمیں بھی کسی روز یہاں سے رخصت ہونا ہی ہے۔ اِسی لیے مصیبت پر یہ کلمات پڑھنا مسنون ہے کہ اِنَّا یلیُّهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ دَٰجِعُونَ (البقدة 2: 156) ایک درویش کے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ جانا ہے "۔ ایک باد شاہ نے شاند از محل ہوایا اور ایک درویش کو اُس محل کے نظارہ کی دعوت دی۔ درویش نے تبھرہ کیا کہ اگر کسی طرح دو باتوں کا ازالہ ہو جائے تو پھر یہ محل کے نظارہ کی دعوت دی۔ درویش نے تبھرہ کیا کہ اگر کسی طرح دو باتوں کا ازالہ ہو جائے تو پھر یہ محل بہت ہی عمدہ ہے۔ پہلی یہ کم کل کے بارے میں ضانت مل جائے کہ یہ میشہ اِس محل کے باد شاہ سلامت بھی ہمیشہ اِس محل میں مانت ملی میں رہ سکیں اور شاہ سلامت دنیاسے چلے جائیں گی یہ اور باد شاہ سلامت دنیاسے چلے جائیں گی یا دشاہ سلامت کے سامنے کوئی آفت اِس محل کو برباد کر دے گی۔

الله نے دنیوی زندگی ہمیں عطابی اِس لیے کی ہے کہ وہ ہماراامتحان لے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيْوةَ لِيَبْلُوَكُورُ أَيُّكُورُ آحْسَنُ عَمَلًا (الملك 67:2)

ے امارے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبارے بہترہے "۔ "اُس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہترہے "۔

علامه اقبال نے اِس حقیقت کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

طرف لوٹ کر آؤگے"\_

قلزم ہتی سے تو اُبھر اہے مانندِ حباب اِس زبال خانے میں تیر اامتحال ہے زندگی

اِس دنیامیں انسان پر جو اچھے یا برے حالات آتے ہیں وہ در حقیقت اللہ کی طرف سے ایک امتحان و آزمائش کا ذریعہ ہیں:

وَ نَبُكُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتُنَكَّ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (الانبياء25: 35) "اور ہم تمہیں آزماتے ہیں شر اور خیر سے جو آزمائش کی صور تیں ہیں اور تم ہاری ہی

اِس حقيقت كوبڑے موئر اسلوب ميں بيان كيا كياسورة الفجر 89 كى آيات 15 اور 16 ميں: فَاهَا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَهُ وَ رَبُّهُ فَاكُرُمَهُ وَ نَعْبَهُ لَا فَيَقُولُ دَبِّنَ ٱكْرُمَنِ ﴿ وَ اَهَّآ إِذَا مَا انْتَلَهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ دَبِّنَ آهَانَن ﴿

"پی انسان (کا معاملہ عجیب ہے کہ) جب اُس کا پرورد گار اُس کو آزما تا ہے تو اُسے عزت دوسری دیتا اور نعت بخشاہے تو کہتا ہے کہ میرے پرورد گارنے مجھے عزت بخشی اور جب (دوسری طرح) آزما تا ہے کہ اُس پرروزی ننگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پرورد گارنے مجھے ذلیل کیا"۔

در حقیقت د نیوی زندگی میں نہ توخوشحالی عزت کی علامت ہے اور نہ ہی تنگدستی ذلت کامظہر۔ یہ دونوں صور تیں امتحان اور آزمائش کی ہیں۔ اللہ ہر پہلوسے انسان کو جانچتا ہے۔ کبھی وہ دے کر آزما تاہے اور کبھی چھین کر۔ ایک شکر کا امتحان ہے اور دوسر اصبر کا۔ کبھی اللہ تعالی نعمتیں دیتاہے یہ دیکھنے کے لیے کہ بندہ شکر کرتاہے یا نہیں۔ کہیں عیش میں اللہ کو بھول تو نہیں جاتا:

ظفر آدمی اُس کونہ جانے گا، وہ ہو کیساہی صاحبِ فہم وذکا جے عیش میں یادِ خدانہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدانہ رہا

کبھی اللہ تعالیٰ تکلیف دیتا ہے یہ جانچنے کے لیے کہ بندہ صبر کرتا ہے یا نہیں۔ قرآنِ حکیم میں بار بار نیک بندوں کی صفات آئی ہیں شکور اور صبار۔ نعمتوں کے ملنے پر ہمیں شکر کرنا چا ہیئے اور تکلیف آنے پر صبر۔ مصائب پر شور و واویلا کرنے ، مرشیہ پڑھنے اوراللہ سے شکوہ یا شکایت کرنے سے مرنے والے واپس نہیں آتے اور نقصانات کی تلافی نہیں ہوتی لیکن ہم اجر سے محروم ہوجاتے ہیں۔ بعض خواتین غم کے موقع پراس انداز سے مرنے والے کی باتیں یاد دلاتی ہیں یانوحہ پڑھتی ہیں کہ اِس سے صدمہ میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ عمل اللہ کو پہند نہیں کیونکہ ایساکرنااللہ کے فیصلہ پرعدم اطمینان کا اظہار ہے۔ اِس حوالے سے احادیثِ مبارکہ ہیں:

ایساکرنااللہ کے فیصلہ پرعدم اطمینان کا اظہار ہے۔ اِس حوالے سے احادیثِ مبارکہ ہیں:

" بے شک اللہ کے رسول مَثَاثِیْتُمْ اُس عورت سے بیز اربیں جو نوحہ کرنے والی (مصیبت کی وجہ سے )، سر منڈ انے والی اور گریبان چاک کرنے والی ہو"۔

ٱلنَّابِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبُ قَبُلَ مَوْتِهَا، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرُبَالٌ مِّنُ قَطِرَانِ، وَدِدُعُ مِّنْ جَرَبِ(٢)

" بین کرنے والی عورت ، اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اُسے قیامت کے دن اِس طرح کھڑ اکیاجائے گا کہ اُس پر تار کول کا کر تا اور خارش کی زرہ ہو گی "۔

اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفُرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيمَا حَدُّ عَلَى الْمَيِّتِ (٣) "دو چيزين لو گون مين ايي بين، جو اُن كے حق مين كفر بين ـ نسب مين طعنه زنى كرنا اور ميت بر بين كرنا" ـ

لَيْسَ مِنّا مَنْ ضَرَبَ النُّذُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَابِلَاعُوى الْجَاهِلِيّةِ (<sup>(1)</sup> "وه شخص ہم میں سے نہیں، جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبانوں کو چاک کیا اور جاہیت

صحيرالبخارى،كتاب الجنائز،بَاب مَا يُنْهَى مِنْ الْحَلْقِ عِنْدَالْمُصِيبَةِ وصحير مسلم، كتاب الايمان، باب تَحْريمِ فَرُب الخُدُودِ وَشَق الْجُيُوبِ وَالدُّعَاءِ بِدَعُوى الْجَاهِ لِيّةِ، عَنْ ابى موسى ذَاللَّهُ

٢) صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب التَّشْدِيدِ فِي النِّيَا حَتِّى، عَنْ ابِ مالك الاشعرى وْلْاَتْشُ

٣) صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب إِطْلَاقِ اللهِ مِانْكُفُرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالنِّيكَ احتِى، عَنْ ابى هريرة الْمُنْتَئَّةُ

<sup>﴿</sup>٢) صعيدالبخادى،كتاب الجنائز، بَابَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَّبَ الْخُلُودَ وَصَعيدِ مسلم، كتاب الايمان، باب تَحْدِيمِ ضَرِّبِ الْخُلُودِ وَشَقِّ الْجُيُوبِ وَاللَّمَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِ لِيّةِ، عَنْ عبداللّهِ بنِ مسعودٍ للْأَثْرُ

کے بول بولے (لیعنی بین کیا)"۔

عَنْ أُمِّرِ عَطِيَّةَ لِمُنْ اللَّهُ عَالَتُ آخَدَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ عَنْ مَالْبَيْعَةِ آنُ لَّا نَنُوْحَ (ا) حضرت ام عطيه وَ لَيْنَهُمُّ بيان فرماتى بيل كه "رسول الله مَثَّ النَّيْمِ انْ بيعت كے وقت ہم سے بيد عهد لياكه ہم بين نہيں كريں گی "۔

عَنْ أَسِيْدِبْنِ أَفِي أَسِيْدٍ عَنِ امْرَاهُ مِنَ المُبَايَعَاتِ قَالَتُ: كَانَ فِيمَا آخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الْمَعُرُوفِ الَّالِيُ أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لاَّنْفُصِيَةُ فِيْهِ أَنْ لاَّخُوشَ وَجُهاً وَّلاَ نَنْ عُووَيُلاً وَّلاَ نَشُقَّ جَيْباً وَّلاَ نَنْشُرَ شَعْمُ أَلَّا)

"حضرت اُسيد بن ابی اَسيد اُس عورت سے روایت کرتے ہیں جو رسول الله مُتَالَّيْظُمْ سے بیعت کرنے والوں میں سے تھی۔ اُس نے بیان کیا، وہ بھلائی کے کام، جن کے کرنے کا الله کے رسول مُثَالِّيْظِ نے ہم سے عہد لیا تھا، اُن میں یہ عہد بھی تھا کہ ہم الله کی نافر مانی نہ کریں، چہرہ نہ نوچیں، ہلاکت کی بدوعا نہ کریں، گریبان چاک نہ کریں اور بال نہ بھیریں"۔

پھر اصل صبر وہ ہے جو فوری طور پر کیا جائے،ورنہ شکوے شکایات کرنے کے بعد صبر تو کرناہی پڑتا ہے اور اُس کے سواکوئی چارہ نہیں۔ بخاری اور مسلم میں بیرواقعہ بیان ہوا:

مَرَّ النَّيِّ مَّ الْنَّيِّ مَا الْنَّيِّ مِلْهُ اَوْ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرِ فَقَالَ اتَّقِى اللَّهَ وَاصْبِرِى فَقَالَتْ اللَّهِ عَنِى فَلَا الْمَا الْمَالِكَ عَنِى فَالْنَّا مِنْ مَا لَيْكُ عَنِى فَالَّذَ وَاللَّهِ مَا اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مَا اللَّمَ الْمَا الصَّابُرُ عِنْدَ النَّيِّ مَا اللَّهُ الْمُراكِعِنْدَ النَّيِّ مَا اللَّهُ الْمُراكِعِنْدَ النَّيْ مَا الصَّابُرُ عِنْدَ الضَّالِ مَا الصَّابُرُ عِنْدَ الضَّالِ مَا اللَّهُ اللِّهُ اللَّهُ اللْمُوالِلْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللْمُولُ اللَّهُ الْمُلْمُ اللَّهُ الللْمُولِلْمُ الللّهُ الللْمُ اللَّهُ الللْمُولِلْمُ الللْمُل

" نبی کریم مَثَلَّالَیْمُ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر بیٹھی رور ہی تھی۔ آپ نے اُس سے فرمایا، اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اُس نے کہا مجھ سے دُور ہو جا! مجھے وہ مصیبت

<sup>(</sup>۱) صحير البخارى، كتاب الجنائز، بَاب مَا يُنْهَى مِنْ النَّوْجِ وَالْبُكَاءِ وَالنَّاجْرِ عَنْ ذَلِكَ وصحير مسلم، كتاب الجنائز، باب التَّشْديدِ فِي النِّياحَةِ

<sup>(</sup>٢) سنن ابي داؤد، كتاب الجنائز، بَاب في النوح

 <sup>(</sup>٣) صعيب البخارى، كتاب الجنائز، بَاب زيارة القبور وصعيبي مسلم، كتاب الجنائز، باب في الصَّبْرِ عَلَى الْمُصِيبَةِ
 عِنْدَالصَّدُ مَدَّ اللَّهِ عَنْ انس بن مالكِ ثَنْ اللَّهِ عَنْ اللَّهُ عَنْ اللَّهِ عَنْ اللَّهُ عَنْ اللَّهُ عَنْ اللَّهِ عَنْ اللَّهِ عَنْ اللَّهِ عَلَيْ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ عَنْ اللَّهُ عَلَيْهُ عَلَيْهِ اللَّهُ عَلَيْهِ عَنْ مَا لَكُوا عَلَيْهِ عَلَيْ عَلَيْهِ عَلَيْ

نہیں بیچی جو مجھے پہنچی ہے۔اُس نے رسول اللہ مَنَّا لِیُنْتُمُ کو نہیں پیچانا(اِس لیے فرطِ غُم میں ا اُس نے نازیباانداز اختیار کیا)۔ بعد میں اُسے بتلایا گیا کہ وہ تو نبی مَثَلَقَیْزُمُ تھے۔ جیانچہ (یہ س کر) وہ آپ کے دروازے پر آئی، وہاں دربانوں کو نہیں پایا، (آکر)اُس نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں بیجانا۔ آپ نے اُسے (پھر وعظ کرتے ہوئے) فرمایا، صبر تو یہی ہے کہ صدمے کے آغاز میں کیاجائے (بعد میں توصیر آہی جاتاہے)"۔

 آخرت میں جواب دہی کے حوالے سے صبر کا امتحان شکر کے امتحان کے مقابلہ میں آسان ہے۔ وہ آزماکش نسبتاً آسان ہے جس میں اللہ نے کچھ چھین کر آزمایا ہو بجائے اِس کے کہ اللہ نے کچھ دے کر امتحان لیاہو۔ روز قیامت ثُمَّ کَتُسْعُلُنَّ یَوْمَمِینِ عَنِ النَّعِیْمِ (التکااثر 102 :8) کے مطابق "ایک ایک نعمت کے حوالے سے جوابد ہی کرنی ہو گی"۔ زند گی ،مال اور اولاد کے حوالے سے بازیر س ہو گی۔ اِس د نیامیں اِن نعمتوں کی جتنی فروانی ہو گی اتناہی حساب دینالیعنی Account for کرنا بھاری ہو جائے گا۔ اِس کے برعکس اگر انسان کے پاس دنیوی نعتیں کم ہیں توانسان کے لیے جوابد ہی کامر حلہ آسان ہو جائے گا۔ نبی اکرم مُنْکَالِیَّا مُ کَا ارشادات ہیں: إِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَايْتُ أَكْثَرَاهُ لِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَايْتُ أَكُثُرَاهُلهَا النَّسَاءَ(ا)

"میں نے جنت میں دیکھا تو اُس میں اکثر تعداد فقراء کی تھی اور جہنم میں دیکھا تو اُس میں اکثر تعداد عور تول کی تھی"۔

يَلْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجُنَّهَ قَبْلَ الأَغْنِيَاءِ بِخَمْس مِائَةِ عَامٍ (٢)

" فقراء جنت میں مالد اروں سے یانچ سوبرس قبل داخل ہوں گے "۔

يَوَدُّا هَلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى اَهْلُ الْبَلاَءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُودَهُمُ كَانَتُ قُرضَتُ فِي اللُّانْيَا بِالْمَقَادِيْضِ (٣)

<sup>(</sup>١) صحيح البخارى، كتاب الرقاق، بَاب فضل الفقرِ عَن عمران بن حصين اللله وصيح مسلم، كتاب الذِّكُر وَالنُّاعَاءِوَالتَّوْبَةِ وَالْاسْتِغْفَارِ، باب أَكَثَرُأُ هُل الْجُنَّةِ الْفُقَرَاءُ وَأَكْثُرُأُ هُل النَّارِ النِّسَاءُ، عَنْ عبدالله بن عباس طالله

<sup>(</sup>٢) سنن الترمذي، كتاب الزهد عَنْ رَسُول اللهِ عَنْ المِنْ الْعَالِقُ عَنْ رَسُول اللهِ عَنْ رَسُولُ اللهِ عَنْ مَا اللهِ عَلَمُ عَلَمُ عَلَيْكُ عَلَى اللهِ عَنْ مَا اللهِ عَلَمْ عَلَا عَلَمْ عَلَمُ عَلَيْكُمُ اللهِ عَنْ مَا اللهِ عَلْمُ عَلَيْكُمُ مِنْ اللهِ عَنْ مَا عَلَمْ عَلَمُ عَالْمُ عَلَمُ أَغُنِيَائِهُمْ، عَنْ إِي هريرة رَكَانُكُمُ

٣) سنن الترمذي، كتاب الزّهد عَنْ رَسُول اللهِ ٥ بَاب مَا جَاءَ في ذَهَاب الْبَصَر، عَنْ جابر واللهُ

" قیامت کے دن جب اُن بندوں کو جو دنیا میں مبتلائے مصائب رہے، اِن مصائب کے عوض اجرو تواب دیا جائے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں ہمیشہ آرام اور چین سے رہے، حسرت کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی گئ ہو تیں "۔

صبر کی آزمائش کے نسبتاً آسان ہونے کے حوالے سے امام احمد بن حنبل بیشتہ کا واقعہ ہے کہ خلق قر آن کے مسلہ میں اُن پر تشد د ہور ہا تھا اور پیٹے پر کوڑے برس رہے تھے، ایسے کوڑے کہ اگر ہاتھی کو مارے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا، لیکن آپ نے اِس پر نہ اُف کی اور نہ آنسو بہائے۔ پھر وہ وقت آیا کہ نئے خلیفہ نے تلافی کے لیے آپ کے گھر پر اشر فیوں کا بھر اہوا تھیلا بھیجا تو آپ رونے گئے اور فرمایا اے اللہ! میں اس آزمائش کا اہل نہیں ہوں، یہ زیادہ بڑی آزمائش سے، اِس میں کامیاب ہونازیادہ مشکل ہے۔

البتہ اِس کا ہر گزیہ مفہوم نہیں ہے کہ ہم دعاکریں کہ اے اللہ ہمیں بھی صبر کے امتحان میں ڈال دے۔ ایسی آرزو کرنااپنے آپ کو بہادر ظاہر کرنے کے متر ادف ہے۔ کہیں ایسانہ ہو کہ کوئی مشکل آجائے اور ہم صبر نہ کر سکیں۔ اللہ سے ہمیشہ عافیت ہی مانگنی چاہئے۔ البتہ اگر کوئی تکلیف آبی جائے ، کوئی صدمہ پہنچ ہی جائے یا کوئی نقصان ہوہی جائے تو آدمی اُس پریہ سوچ کر صبر کر لے کہ اِس امتحان کا اجر اللہ کے ہال زیادہ ہے ، اگر میں اِس پر صبر کر لول اور اللہ سے کوئی شکوہ و شکایت نہ کروں۔ حضرت معاذبن جبل ڈاکھنڈ سے روایت ہے:

سَمِعَ النَّبِيُّ سَّالِيَّيُّ ا رَجُلًا وَهُوَيَقُولُ: اَللَّهُ مَّ اِنِّى اَسْاَلُكَ الصَّبْرَ فَقَالَ سَلَّيُّ أَقُلُ سَعَلْتَ اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالْمَ اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ الْعَالَى اللَّهُ اللْمُلِمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الْمُلْعُلِمُ اللَّهُ اللَّهُ اللْمُلْعُلِمُ اللْمُلْمُ اللْمُلْ

"نبی اکرم سَکَّاتِیْئِمْ نے ایک شخص کو سناجویوں دُعاکر رہاتھا: "اے اللہ! مجھے صبر دے"۔ تو آپ سَکَاتِیْئِمْ نے فرمایا: "تم نے اللہ سے آزمائش ما گل ہے۔ پس اللہ سے عافیت کا سوال کرو"۔۔

مسنون دعاہے:

اَللَّهُ مَّ إِنَّىٰ أَسْأَلُك الْعَفْوَ وَالْعَافِيةَ فِي دِيْنَ وَدُنْيَا يَ وَأَهْلِ وَمَالِيْ (١)

<sup>(</sup>١) سنن الترمذى، كتاب الدعواتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اله

سننابى داؤد، ابواب النَّوْمِر، بَاب مَا يَقُولُ إِذَا أَصَّبَرَ، عن عَبْدِ اللهِ بنِ عُمَرٍ ثُلْاثَةً

اے اللہ میں آپ سے عفواور عافیت کاسوال کر تاہوں اپنے دین میں اپنی دنیامیں اپنے گھر والوں میں اور اپنے مال میں۔

قریکی لا تأسواعلی مافاتگر " تاکه تم افسوس نه کرواس پر جوشے تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے "

کے الفاظ رہنمائی دے رہے ہیں کہ مذکورہ بالا حقائق کا ادراک ہو تو انسان کسی عزیز کے انتقال،

کسی مالی نقصان اور کسی موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا ایسا تأثر نہیں لیتا کہ اپنے بال

نوچ، گریبان پھاڑے ، سر دیوار سے مگرائے ، سر پر خاک ڈالے ، نوجے یا مرشے پڑھے ، اللہ

سے شکوے کرے یازمانے کو موردِ الزام مھر ائے کہ:

ہاں اے فلک پیر،جواں تھاا بھی عارف کیا تیر الجگر تا جو نہ مرتا کوئی دن اور

مذکورہ بالا حقائق کا شعور بندہ مومن میں تسلیم ورضا کی کیفیت پیدا کر تاہے۔ اِس کے برعکس ایک عام انسان کی نگاہ صرف اسباب پر ہوتی ہے اور وہ اچھے یابرے حالات کابہت زیادہ تأثر لیتا ہے۔ ازروئے الفاظِ قرآنی:

> وَ لِذَآ اَنْعَمُنَا عَلَى الْإِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَأْ بِجَانِيهِ ۚ وَ لِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَغُوسًا (بنى اسرائيل 17:83)

"اورجب ہم انسان کو نعمت بخشے ہیں تواعر اض کر تاہے اور پہلو پھیر لیتاہے اور جب اُسے سختی پہنچتی ہے توناامید ہو جاتاہے "۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿ وَ إِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿ الْمعادِمِ70: 19-21)

" کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبر ااٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے "۔

نبی اکرم صَلَّاللَّهِ عَلَيْهِ كَالرشاد ہے:

إِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجَزُ وَانْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلاَ تَقُلْ: لَوْ أَ أَنِي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ وَلَكِنْ قُلْ: قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ

الشَّيْطَانِ(ا)

"اُس شے کی حرص کروجو تہمہیں فائدہ دے اور اللہ سے مدد طلب کرواور ہمت نہ ہارواور اگر تہمہیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کرلیتا توابیا ہو جاتا۔ البتہ یہ کہو کہ اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اُس نے چاہا، کر دیا کیوں کہ 'اگر' کالفظ (کلمہ کو) شیطان کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے "۔

رضائے حق پہراضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم تو کیسا

تسلیم ورضا کی کیفیت کامولانا محمد علی جوہر غیراللہ کے اِن اشعار میں کیاخوب اظہارہے جو اُنہوں نے اپنی بیٹی کے نام جیل سے لکھے تھے، جب وہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھی:

> میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں امتحال سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا جو ہر اِک حال میں امید سے مامور نہیں تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

- الله اور تقدیر پر ایمان انسان کو داخلی امن و سکون دیتا ہے کیونکہ ایمان کے معنی ہیں امن دیتا ہے کیونکہ ایمان کے معنی ہیں امن دینا۔ بندہ مومن کبھی بھی غم کو گلے کاہار نہیں بنا تا اور نہ ہی اُس کی طبیعت اِس طرح بچھ کررہ جاتی ہے کہ وہ مستقل مایوسی (Depression) کا شکار ہو جائے اور اُس کی کمر ہمت ٹوٹ کررہ جائے۔
- اِن آیات میں کسی صدمہ پر فوری اور غیر اختیاری تأثر کی نفی نہیں بلکہ اُس مستقل تأثر کی نفی ہے۔ اُس مستقل تأثر کی نفی ہے جس سے زبان پر شکوہ اور دل میں رب سے بدگمانی کا شائبہ پیدا ہو تاہے۔ اگر وقتی طور پر انسان مغموم ہو اور آئکھوں سے آنسو بہہ جائیں توبید کیفیات ایمان کے منافی نہیں ہیں۔ بخاری و

<sup>(</sup>١) صحيم مسلم، كتاب القدر، باب في الأُمْرِ بِالْقُوَّةِ وَتَرُكُ الْعَجْزِ ...، عَنَ ابي هريرة رَّالُّثُوَّةِ 202

مسلم میں یہ واقعہ بیان ہواہے کہ جب نبی اکر م مَلَّا لَیْنَا کَ نواسے یعنی حضرت زینب رہی اللّٰہ اُک صاحبزادے پر نزع کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے آپ مَلَّا لَیْنَا مِسے تشریف لانے کی درخواست کی۔ آپ مَلَّا لِیُنَا مِ نِیغام بھیجا:

اِنَّ بِلّهِ مِمَا اَخْدُ وَلَهُ مَا اَغْطَى وَكُنُّ عِنْدَهُ الْإِلَجُ لِمُسَتَّى فَلْقَصْدِرُ وَلْمَحْتَسِبُ
"الله تعالی کسی سے جو پچھ لے وہ بھی اُسی کا ہے، اور کسی کو جو پچھ دے وہ بھی اُسی کا ہے،
الغرض ہر چیز ہر حال میں اُسی کی ہے (اگر کسی کو دیتا ہے تو اپنی چیز دیتا ہے اور کسی سے لیتا
ہے تو اپنی چیز واپس لیتا ہے) اور ہر چیز کے لیے اُس کی طرف سے ایک مدت اور و قت
مقرر ہے (اور اُس وقت کے آجانے پر وہ چیز اِس دنیا سے اٹھالی جاتی ہے) پس چا ہیے کہ تم
صبر کر واور الله تعالی سے اِس صدمہ کے اجر و ثواب کی طالب بنو"۔

حضرت زینب و فی الله از قسم دے کر آپ منگالی اسے درخواست کی کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ آپ منگالی الله ایک ساتھ اپنی صاحبزادی کے ہاں پہنچے۔ بچہ اٹھا کر آپ کی گود میں دیا گیا۔ اُس کاسانس اُکھڑرہا تھا۔ اِس حال میں بچے کو دیکھ کر آپ کی آ تکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اِس پر حضرت سعد بن عبادة رفحال میں نے حرت سے عرض کیا: یہ کیا؟ آپ منگالی آئی اُن فی مانا:

هٰنِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهٖ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءُ(١)

" پیر حمت کے اُس جذبہ کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور
اللہ کی رحمت اُن ہی بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا بیہ جذبہ ہو (اور جن کے دل
سخت اور رحمت کے جذبہ سے بالکل خالی ہوں، وہ خدا کی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے "۔
اِسی طرح جب آپ مُثَلِّ اللّٰہُ مُلِمُ کے صاحبز اور سے سید ناابر اہیم وُٹ اللّٰہُ مُثَرِیز مُزع کا عالم طاری ہو اتو اُن کو
د کیھ کر آپ کی آئکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رُٹ اللّٰهُ مُنْ اِن کو ف رُٹ اُلْا لَٰہُ اِن کو اِن کی بید کیفیت ؟ آپ مُٹ اِللّٰہ اُنہُ اِن ارشاد فرمایا:

<sup>(</sup>۱) صحیح البخاری، کتاب الجنائز، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ ثَالَيُّةُ النَّدِيَّ بُكَاعِبَ فَضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وصحيح مسلم، کتاب الجنائز، باب الْبُكَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ، عَنْ اسامةَ بنِ زيدٍ رَّالْتَيْ

ٳڽۜۧ١ڵؙۼؽؗڹٙؾؘڵؙڡؘۼؙۉ١ڵٛڨٙڵڹڲؘٷڽؙۉڵٳڹڠؙۅڵؙٳڵۜۮڡؘٵؽۯۻؘؽڔؠؖ۠ڹؘٵۅٙٳٮۜۧٵڽؚڣؚڔٳۊؚڮؽٳ ٳڹۛڗٳۿؚؿؙؙڶؠٙڂۯ۠ۅڹؙۅڹ

"آنکھ آنسو بہاتی ہے دل مغموم ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پیند ہو (یعنی اِنَّا لِلّٰهِ وَ إِلَّا لِلّٰهِ وَ إِلَّا لِلّٰهِ وَ إِلَّا اِللّٰهِ وَ إِلَّا اِللّٰهِ وَ إِلَّا اِللّٰهِ وَاللّٰهِ لِجِعُونَ (البقرة 2 :156))اور اے ابر اہیم تمہاری جدائی کا ہمیں صدمہے "۔

- و لَا تَفْرَحُوْا بِمَا اَلْمُكُمْ "اورنه اتراؤاس پرجوتم كووه (الله) عطاكرے "كے الفاظ مراديہ ہے كہ كسى نعمت كے ملنے پرخوشى و مسرت كا اظہار كرنا ايك فطرى عمل ہے اوريه ايمان كے منافى نہيں ہے۔ البتہ ايسے موقع پرخوشى كى وجہ سے چولے نہ سانا اور اتر انا ايمان كے منافى ہے۔ إس كى وجہ يہ ہے كہ انسان حصولِ نعمت كو اپنى صلاحيت اور كاوشوں كا نتيجہ سمجھتا ہے لہذا اُس ميس خود پہندى اور اينى بڑائياں كرنے كى برائى پيد اموجاتى ہے۔ إسى ليے فرمايا وَ الله كُر يُحِبُّ كُلُّ مُخْتَالِ فَحُوْدٍ "اور الله پند نہيں كرتا خود كو كھے سمجھنے والے اور بڑائى كرنے والے كو "۔
- در حقیقت جتنا انسان ایمان سے دور ہو گا اتناہی اِن غم اور خوشی کی کیفیات میں اعتدال سے ہمّا چلا جائے گا۔ جتنا انسان حقائق سے قریب تر آئے گا، ایمان سے بہرہ ور ہو گا، معرفت ِ ربانی سے حصہ پائے گا، اتناہی اِن دونوں کیفیات کے مابین فاصلہ کم سے کم تر ہوتا چلا جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا آصَابَ مِنْ مُّصِينْبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ وَ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَ اللهُ بِكُلِّ مَ شَيْءٍ عَلَيْمٌ (التغابن 64:11)

"کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتاہے وہ اُس کے دل کو (تسلیم ورضا کی) ہدایت دیتا ہے اوراللہ ہر چیز سے باخبر ہے "۔

اگر انسان کا دل نورِ ایمان سے منور ہے تو پھر کشادگی ہویا تنگی، مسرت بخش صورتِ حال ہویا تنگیددہ کیفیت، اِن سب کے مابین انسان کی معنوی شخصیت ایک چٹان کے مانند کھڑی ہوگی:

یه نغمه فصل گل ولاله کانهیں پابند بهار ہو کیه خزاں لَا إِلٰهِ اللّه الله

<sup>(</sup>۱) صحيح البخارى،كتاب الجنائز،بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ شَلَيْتُمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ، عَنْ انسٍ بن مالكٍ ثُلَّيْتُ 105

• راضی برضائے رب ہونا بندہ مومن کی صفت ہے لیکن اِس کا مطلب بیہ نہیں کہ ماضی سے سبق حاصل نہ کیا جائے، مجر موں کو سز انہ دی جائے، ظلم و استحصال کو تقدیر سمجھ کر اُن کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا جائے اور ظالموں سے بدلہ نہ لیا جائے۔ راضی برضائے رب ہونے کا مفہوم بیہ ہے کہ بندہ اللہ سے کسی قسم کا سوئے طن نہ رکھے اور اُس کے کسی فیصلہ پر عدم اعتماد اور بے صبر کی کا مظاہرہ نہ کرے۔

#### آيت24:

اَكَّنِ يُنَ يَبْخَدُوْنَ ... جو بَنْل كرتے ہيں ... وَيَاْ مُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخُلِ اللهِ اور لوگوں كو بھى بَنْل كامشوره دية ہيں ... وَ مَنْ يَتُوَكَّ فِإِنَّ اللهَ هُوَ الْغَنِقُ الْحَمِيْلُ ﴿ اور جس نے رُنْ پَعِير ليا توبشك اللّه كسى كامِتاج نہيں اور بذاتِ خود محمود ہے۔

• اَلَّذِينَ يَبُخَلُونَ "جو بخل كرتے ہيں" سے مرادوہ لوگ ہيں جو ايمانی حقائق سے دور اور محروم ہيں۔ وہ دنیوی زندگی کو ہی اصل زندگی سجھتے ہیں، یہاں کے برے حالات کاشدید تاثر لیتے ہیں اور یہاں کی نعمتوں کو سمیٹ سمیٹ کر رکھتے ہیں۔ سودۃ البھمزۃ 104 کی آیات 1-3 میں اِس طرح کے کر دار کو یوں بیان کیا گیا:

وَيُكُ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةِ أَلِيَانِي جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهُ أَي يَحْسَبُ اَنَّ مَالَةَ اَخْلَدَهُ أَ

" خرابی ہے ہر طعنہ دینے اور چغلی کھانے والے کے لیے ، جومال جمع کر تا اور اُسے گن گن کرر کھتا ہے ( اور ) خیال کر تاہے کہ اُس کامال اُسے ہمیشہ زندہ رکھے گا"۔

سورہ ٔ حدید کی آیت 18 میں ہم سمجھ چکے ہیں کہ اللہ کی راہ میں مال خرج کرناانسان کے دل کو ایمان کے دل کو ایمان کے نور سے منور کرتا ہے۔ اِس کے برعکس مال روک روک کر رکھنا انسان کے دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ منافقین خود تو نیک کاموں سے محروم ہوتے ہی ہیں لیکن ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نیک کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اِسی لیے اِس آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا و کیا مُصرون کو بھی نیک کاموں سے منع کرتے ہیں۔ اِسی لیے اِس آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا و کیا مُصرون دیتے ہیں "۔ جولوگ چھے رہ و کیا مُصرون کرائی اوروہ لوگوں کو بھی بخل کا مشورہ دیتے ہیں "۔ جولوگ چھے رہ جاتے ہیں اُنہیں آگے بڑھ جانے سے چھے رہ

جانے والوں کی کمزوری زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ لہذاوہ دوسرے ساتھیوں کو بھی دین کے لیے قربانی دینے سے روکتے ہیں تاکہ وہ بھی اِن ہی کی طرح ہو جائیں۔ اگر کوئی اللہ کا ہندہ دین کی راہ پر آگے بڑھنا چاہتا ہے اور اُس میں انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ ابھر تاہے تو منافقین بظاہر بڑے خیر خواہ بن کر جمدردی کے انداز میں کہتے ہیں، میاں ہوش کے ناخن لو، کہاں جارہے ہو، کیا کر رہے ہو، کیا کر رہے ہو، کچھ آئندہ کے لیے بچت کے بارے میں سوچو، بڑی بڑی ذمہ داریاں ہم نے اداکرنی داریاں ہی چھوٹے ہیں، کل بڑے ہوں گے، اِن کی ذمہ داریاں تم نے اداکرنی ہیں۔ زیادہ جذباتی نہ بنو۔ پھھ اپنے خیر وشر اور نفع ونقصان کا خیال کرو۔

آیت کے آخر میں فرمایا وَ مَنْ یَتُولَ فَانَ الله هُو الْغَوَیُّ الْحَیدُیْ "اور جس نے رُخ پھیرلیا تو بے شک الله کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود محمود ہے "۔ یہ الله کی طرف سے بڑا دو ٹوک انداز ہے۔ اتنی واضح آیات سامنے آنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص دنیوی زندگی اور اِسی کی نعمتوں کو اہمیت دے رہا ہے تو وہ کان کھول کر سن لے کہ الله کوکسی کی نیکی، ایثار، قربانی اور انفاق کی کوئی احتیاج نہیں۔ الله کا کوئی کام تمہارے جہادیا انفاق نہ کرنے سے رکا ہوا نہیں۔ حدیثِ قدسی ہے:

يَا عِبَادِىٰ لَوْ اَنِّ اَوْنَكُمْ وَاخِرَكُمْ، وَانْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ- كَانُوا عَلَى اَتْفَى قَلْبِ

رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّ نَكُمْ- مَا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِنْ شَيْئاً- يَا عِبَادِیٰ لَوْ اَنّ اَوَّلَكُمْ

وَاٰخِرَكُمْ- وَانْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ- كَانُوا عَلَى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ-مَّا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ

مُلْكِنْ شَيْئاً- يَا عِبَادِیٰ لَوْ اَنَّ اَوْلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ- وَانْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ- قَامُوا فِيْ

صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَعَلُونِ- فَأَعْطَيْتُ كُنَّ اِنْسَانٍ مَسْعَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا

عِنْدِي إِلاَّ كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أَدْخِلَ الْلَهُورُ()

عِنْدِي إِلاَّ كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْلَهُورُ()

"اے میرے بندو! اِس میں شک نہیں کہ اگرتم سب اولین و آخرین، جن وانس اپنے میں سے سب سے زیادہ متنی آدمی کے موافق اپنے دل بنالو تو (تم سب کا) یہ تقویٰ میری خدائی میں ذرااضافہ نہ کرسکے گا۔اے میرے بندو!اگرتم سب اولین و آخرین، جن وانس میں

<sup>(</sup>۱) صحیح مسلم، کتاب الْبِرِوَ الصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابِ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ، عَن ابي دَرٍ ثُلَّاتُنَّ 107

سے سب سے زیادہ گناہ گار آدمی کے دل کے موافق اپنادل بنالو تو (تم سب کا) یہ گناہ گار ہونا میر ی خدائی میں سے ذرا بھی کمی نہیں کر سکتا۔ اے میر سے بندو!اگر تم اولین و آخرین، جن وانس سب مل کرایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کرواور میں ہر شخص کا سوال پورا کر دوں تو (سب کا سوال پورا کر نے پر) میر سے خزانوں میں سے صرف اتنی سی کی آئے گی جتنا کہ سوئی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالا جائے "۔

بلاشبہ انسان اللہ کا ہر گھڑی محتاج ہے۔ یہ اُس کی ضرورت ہے کہ اپنی عاقبت سنوار نے کے لیے اللہ کی راہ میں مال اور جان لگائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی گر اہی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!



# سورة الحسديد حصته تشمم: آييت 25 تمسام رسولول كامشن-نظسام عسدل كاقسيام

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطِنِ الرَّجِيْمِ 0 بِسُمِ اللَّهِ الرَّحْلَنِ الرَّحِيْمِ 0 اللهِ الرَّحْلَنِ الرَّحِيْمِ 0 لَكُونُ اللهُ مَنَ لَقُلُ اَرْسُلُنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنْتِ وَ اَنْزَلْنَا الْحَلِيْدُ وَ اَنْزَلْنَا الْحَلِيْدُ وَيُهِ بَأْسُ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعُلَمَ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَ رُسُلَهُ بِالْفَا الْحَلِيْدُ وَيُهِ بَأْسُ شَدِيْدٌ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعُلَمَ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْفَا الْحَلِيْدُ اللهُ عَزِيْدٌ فَي

یہ سود ۱۵ کے دیں کی وہ اہم ترین آیت ہے جس میں انقلابی مضمون اپنے عرون پر ہے۔ انقلاب کہ جس میں سی معاشر ہے میں رائج نظام کی تبدیلی کو۔ ظاہر ہے اِس کے لیے رائج الوقت نظام کو پہلے تلیٹ کرنا پڑتا ہے اور پھر اُس کی جگہ نیا نظام آتا ہے۔ انقلاب لانے کے لیے پہلے وعظ، نصیحت، تلقین اور تبلیغ کی جاتی ہے لیکن اِس کے بعد ایک مرحلہ آتا ہے جہاں طاقت استعال کرنی پڑتی ہے۔ تلقین و تعلیم، وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ کے نتیج میں تمام طبقات سے نیک سرشت لوگ دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ انقلابی دعوت کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں جن کے مفادات رائج الوقت نظام کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے معاشرے میں جاگیر دار پورے علاقے کا مالک اور بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ وہاں پر بسے والے لوگ اُس کے گئی کاری اور اُس کی رعیت شار ہوتے ہیں۔ چنانچہ جاگیر دار اند نظام ختم ہو جائے۔ وہ مخالفت کرے گا اور جون ریزی جاگیر دار آبھی بھی ہر داشت نہیں کرے گا کہ جاگیر دار اند نظام ختم ہو جائے۔ وہ مخالفت کرے گا اور کو لیند نہیں کیا جاتا ہے۔ جنگ اور خون ریزی کو لیند نہیں کیا جاتا ہے۔ جنگ اور خون ریزی کو لیند نہیں کیا جاتا ہے۔ جنگ اور خون ریزی کو لین سورہ صدید کی اِس آیت مبار کہ میں اِس تاخ حقیقت کو بالکل کھلے انداز میں بیان کر دیا گیا کیکن سورہ صدید کی اِس آیت مبار کہ میں اِس تاخ حقیقت کو بالکل کھلے انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

لَقَنْ ٱرْسَلْنَا دُسُلُنَا بِالْبَيِّنْتِ ... بلاشبہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں میہا اللہ کو واضح نشانیوں کے ساتھ ... وَ ٱنْزَلْنَا مَعَهُدُ الْكِتْبَ وَ الْبِيْزَانَ ... اور ہم نے نازل كيں اُن كے ساتھ كتابيں اور تر ازو (نظام عدل)... لِيَقُوْمُ النَّاسُ بِالْقِنْسُطِ مِن تَاكُمُ لُوكُ عدل ير قائم مول... وَ اَنْوَلْنَا الْحَدِيدُ وَيْهِ بَالْسُ شَدِيدِ بَنْكَ كَى صلاحت ہے... وَ مَنَافِعُ بَالُسُ شَدِيدِ بَنْكَ كَى صلاحت ہے... وَ مَنَافِعُ لِللَّاسِ... اور لو گول كے ليے ديگر فائدے بھى ہيں... وَ لِيَعْلَمُ اللهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَ دُسُلَهُ لِللَّاسِ... تاكم الله ظاہر كروے كم كون غيب ميں رہتے ہوئ أس كى اور اُس كے رسولوں كى مدد كِرَات ہے... إِنَّ الله قَوَى عَنِيْدُ فَى بِيْكَ الله بِرُاطاقتور اور زبر دست ہے۔

مناسب ہو گا کہ اِس آیت میں بیان کیے گئے مضامین پر تفصیلی غور وفکر کیا جائے۔ (( لَقَدُ اَرْسَلُهَا رُسُلُهَا اَسُلُهَا عِالْبَیِّلْتِ وَ اَنْزَلْهَا اَمْعَهُمُ الْکِتْبَ وَالْبِدِیْزَانَ))

"بلاشبہ ہم نے بھیجااپنے رسولوں ملیمالٹا کوواضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیں اُن کے ساتھ کتابیں اور ترازو"۔

• آیت کے اِس حصہ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اِس آیت کاسود ۱۵ کی مرکزی آیت کی اِس آیت میں ہمام رسولوں آیت یعنی آیت و کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں۔سود ۱۵ کی دورہ کی اِس آیت میں ہمام رسولوں کا مقصد بعثت کا مقصد بعثت بیان کیا گیا ہے جبکہ سود ۱۵ کی آیت و میں نبی اکرم مُثَلِّ اَلَّیْا کُم مُقصد بعثت بیان کیا گیا:

هُوَ الَّذِي َ ٱرْسَلَ رَسُولَكَ بِٱلْهُلَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الرِّيْنِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴾

"وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول کو کامل ہدایت کے ساتھ اور سیچے دین کے ساتھ تاکہ وہ اُسے غالب کر دیں کل نظام زندگی پر اور چاہے مشر کین کو کتنا ہی ناگوار گزرے"۔

مذكوره بالا دونوں آيات كے تقابلى مطالعہ سے حسبِ ذيل اہم نكات كافہم حاصل ہو تاہے:

1. سودة الحديد كى آيت مين الفاظ آئے لَقَدُ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا "بلاشبه بهم نے بھيجا اپنے رسولوں عيبالله كو" - سودة الصف كى آيت مين فرمايا هُوَ الَّذِي َ أَرْسَلَ رَسُولَكُ "وبى ہے (الله) جس نے بھيجا اپنے رسول مَثَالِيَّا عُمَّا كو" - روئے ارضى پر قافلہ انسانيت اور قافلہ نبوت ورسالت نے بيك وقت سفر شروع كيا - حضرت آدم مَثَالِلَا پہلے انسان بھى تھے اور

- پہلے نبی بھی۔ قافلہ انسانیت بھی ارتقائی مراحل طے کر تارہااور قافلہ ُ نبوت بھی۔ تمام رسولوں کامقصرِ بعثت تھا قیامِ عدل۔ یہ مقصد ایک اتمامی اور تکمیلی شان اختیار کر گیا رسالتِ محمدی مُثَافِیْ مِیں جس کاذ کرسورہ صف کی آیت 9 میں ہے۔
- 2. سودة الحديد كى آيت ميں فرمايا كه تمام رسول بينات اور كتابيں لے كر آئے۔كتاب كا لفظ عام فہم اورواضح ہے۔البتہ بينات كامفہوم وضاحت طلب ہے۔ بينات جمع ہے بينة كى اور بينة مونث ہے بين كى۔ بين كہتے ہيں اليى چيزياد ليل كو جو بالكل واضح ہو۔ بيد لفظ دو اعتبارات ہے انبياء ورسل بيہائلا كے بارے ميں آتا ہے۔ ايك توبيد كہ جو تعليمات وہ ليكر آئے اور جن باتوں كو ماننے كى اُنہوں نے دعوت دى وہ بالكل واضح اور روشن ہيں۔ دوسرے معجزات جو نبوت ورسالت كا واضح ثوت ہوتے ہيں۔ نبى اكر م منگا الله الله الله الله في الله الله الله الله على نظير بيش كرنے كا قر آن نبى ہے جس كى نظير بيش كرنے كا قر آن نبى ہے جس كى نظير بيش كرنے كا قر آن نے كئى بار چينج ديا اور جو قيامت تك كے ليے محفوظ كر ديا گيا ہے۔ اسى ليے۔ اسى ليے سورہ صف كى آيت ميں بينات اور كتابوں كى جگه الهدى آيا ہے جو قر آن حكيم بى كا ايك صفاتى نام ہے۔
- 3. سودة الحديد كى آيت ميں فرمايا كہ اللہ نے رسولوں كے ساتھ ميزان نازل كيا۔ ميزان وزن سے بنا ہے لينى تولنے والى شے جے ہم ترازو كہتے ہيں۔ اِس كے دونوں پلڑے برابر ہوتے ہيں، اِن ميں توازن ہوتا ہے، اِسى سے مفہوم پيدا ہوا توازن كا۔سودة الصف كى آيت ميں ميزان كے مقابل دين حق لينى عادلانہ نظام كى اصطلاح وارد ہوئى ہے۔ گوياميزان وہ نظام فكر وعمل ہے جس ميں توازن پاياجائے۔ جس ميں ہرايك كے حقوق و اختيارات كاعدل كے ساتھ تعين ہوجائے۔ انسانى تدن كے بعض مسائل بہت پيجيدہ ہيں جيسے مردوعورت، والدين واولاد، سرمايہ و محنت اور فرد و اجتماعیت كے مابین حقوق اور اختيارات كا معاملہ۔ عادلانہ نظام وہ ہے جو اِن پيچيدہ مسائل كے ليے متوازن رہنمائی فراہم كرے۔ اللہ نے اپنے آخرى رسول مُنافَيْنِمُ كو وہ نظام حق ديا جو زندگى كے جملہ فراہم كرے۔ اللہ نے اپنے آخرى رسول مُنافِیْنِمُ كو وہ نظام حق ديا جو زندگى كے جملہ

پہلوؤں کا احاطہ کرتاہے اور جس میں انسانی تدن کے تمام پیچیدہ مسائل کا متوازن حل موجو دہے۔

## ((لِيَقُوْمُ النَّاسُ بِالْقِسُطِ)) "تاكەلوگ عدل پر قائم ہوں"۔

- آیت کے اِس حصہ میں اللہ تعالی نے تمام رسولوں کی بعثت کا مقصد بتایا ہے قیام عدل۔ اِس کے مقابل سودۃ الصف<sup>61</sup> کی آیت 9 میں فرمایا لِیطُلِھری عَلی البِّینِ کُلِّہہ" تاکہ رسول مَنَا تُلْیَا مِنْ عَلی البِّینِ کُلِّہہ" تاکہ رسول مَنَا تُلْیَا مِنْ عَلی البِی مِن کو کل نظام زندگی پر"۔ گویا قیام عدل کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے دین کوغالب کر دیا جائے۔
- سودة العديد كى آيت كے إس حصه سے ہميں رہنمائى ملتی ہے كہ إس دنيا ميں اعلیٰ ترین مثن كيا
  ہو سكتا ہے ؟ دنيا ميں بھلائى كے كام كئى نوعيت كے ہوسكتے ہيں مثلاً خدمتِ خلق ، اصلاحِ
  معاشرہ،اصلاحِ معالیٰ عقائد، تعلیمی و تدریی خدمت اور تزكیه نفس كاكام بلاشبہ اللہ
  كے رسولوں نے مذكورہ بالا خير كے كام بھی كيے ليكن اُن كا اصل مشن تھا دنيا ميں عدل كا
  قيام انہيں كتاب صرف إس ليے نہيں دى گئی تھی كہ اُس كی تلاوت كے ذريعہ حصول ثواب يا
  ايصالِ ثواب كر ليا جائے بلكہ مقصود به تھا كہ كتاب كی تعلیمات پر مبنی عادلانہ نظام قائم كيا
  جائے۔شریعت كی میزان اللہ نے إس ليے عطا فرمائی كہ اُسے نصب كيا جائے۔ بہترین نظامِ
  عدل وقسط اگر كتابوں میں لكھا ہوا ہے تو بے معنی ہے جب تک كہ وہ بالفعل نافذ نہ ہو۔
- قیام عدل ہی دین اسلام کا ایک امتیازی وصف (Catch word) ہے۔ اِس حوالے سے مندرجہ ذیل نکات قابلِ توجہ ہیں:
- 1. سودة آلِ عمران 3 آيت 18 ميں بڑے جلالی اسلوب ميں قيام عدل کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی شان قرار ديا گيا:

شَهِدَاللهُ أَنَّهُ لاَ إِلٰهَ إِلاَّهُو وَ الْمَلْلِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَالِمُنَّا بِالْقِسْطِ لَاَ شَهِدَاللهُ أَنَّهُ لاَ الْعَلَيْمُ الْعَرِيْدُ الْحَكِيْمُ

" گوائی دیتا ہے اللہ کہ اُس کے سواکوئی معبود نہیں اور فرشتے اور صاحبانِ علم، قائم

- کرنے والا ہے عدل کا، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، زبر دست ہے بڑی حکمت والا" ۔
- 2. قرآنِ عَيْم مِن تَيْن بار (المائدة أن 42: المجرات 9: 49: الممتعنة 60: 8) يه الفاظ آك كمرانَّ الله يُحِبُّ المُقْسِطِينَ "بِ شك الله محبت كرتا معدل كرنے والوں سے "-
- 3. الله تعالى كى تين صفات كا تعلق عدل سے ہے يعنی "العدل"، "العادل" اور "البقسط"۔ "العدل"مصدر ہے اور یہ لفظ صفت کے طور پر نہیں آتالیکن الله كايہ بھی ایک صفاتی نام ہے۔ گویاالله سر ایاعدل ہے۔
  - 4. قرآنِ عَيْم مِين اللهِ ايمان كوعدل كرنے اور إس كاعلمبر دار بننے كا حكم ديا كيا: إِنَّ الله يَا مُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمْلَةِ إِلَى اَهْلِهَا لَا وَ إِذَا حَكَمْتُمُ مَ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحُكُمُوْ إِبِالْعَدُ لِ (النساء 8:85)

"بے شک اللہ تعالی تمہیں تھم دیتاہے کہ امانت حوالے کردواُس کے جواِس کاحق دار ہے اور جب لوگوں کے در میان فیصلہ کرنے لگو تو فیصلہ کیا کرو عدل کے ساتھ"۔

يَّايَّهُا الَّذِيْنَ اَمَنُوا كُوْنُوا قَوْمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ بِلَّهِ وَ لَوْ عَلَى ٱنْفُسِكُمْ اَو الْوَالِكَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ (النساء 4:135)

" اے ایمان والو! ہو جاؤعدل پر قائم ہونے والے اور گواہ اللہ کے لیے، خواہ (اِس میں) تمہارایا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو"۔

يَّايَّهُا الَّذِيْنَ امَنُوا كُونُوْ اقَوْمِيْنَ بِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۗ وَلا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَانُ قَوْمٍ عَلَى الَّا تَعْدِلُوا ۗ إِعْدِلُوا ۗ هُوَ اقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (المائدة 5:8)

"اے ایمان والو! کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے عدل کی گواہی دینے والے بن کر اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اِس بات پر آمادہ نہ کرے کہ عدل چیوڑ دو (بلکہ)عدل کرو کہ یمی برہیز گاری کی بات ہے"۔

سودة الشودى 42 آيت 15 ميں نبي اكرم مَنَّ النَّيْرُ مَن عَلَيْ اللَّهُ مَن الله على الله على

- وَالْمِرْتُ لِأَغْدِلَ بَيْنَكُمْ
- "اور مجھے تھم دیا گیاہے کہ میں تمہارے در میان عدل کروں "۔
- 6. اِس دنیا میں عادلانہ نظام کا قیام اعلیٰ ترین خدمتِ خلق ہے۔ ظالمانہ نظام مسلسل مظلوم پیدا کر تار ہتاہے اور اِس کے تحت ساجی خدمت کے کاموں سے محض چند مظلوموں کی دادر سی ہوتی ہے۔ پائیدار خدمتِ خلق بہ ہے کہ مظلوم پیدا کرنے والے نظام ہی کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔
- 7. عادلانه نظام كا قيام دنيااورآ خرت دونول اعتبار سے انسانوں کے ليے رحمت ہے۔ دنياميں سکون محسوس ہو تاہے کہ کوئی ہمارااستحصال نہیں کر رہااور ہمارے حقوق ہمیں حاصل ہو رہے ہیں۔اِس یُر سکون ماحول ہی میں انسان آخرت کی تیاری کے لیے اپنے مقصد زندگی یعنی اللہ کی عبادت کے لیے بھی کیسو ہو سکتا ہے۔ اِس کے بر عکس ظالمانہ نظام سب سے بڑا یر دہ بن جاتا ہے خالق و مخلوق کے در میان اور رکاوٹ بن جاتا ہے آخرت کی تیاری کے لیے۔اِس نظام میں انسانوں کی ایک عظیم اکثریت حیوانوں کی سطح پر آجاتی ہے۔اُن کی زندگی کا صرف ایک مقصدرہ جاتا ہے اور وہ پیر کہ کسی طرح اینے لیے دووقت کی روٹی اور ضروریاتِ زندگی کاسامان یورا کر سکیں۔اب اُن کے لیے کہاں اِس کامو قع ہے کہ وہ دینی تقاضے اداکریں،اللہ سے لولگا کر لذتِ مناجات اور حلاوت دعا کی سعادت حاصل کر کے آخرت کی تیاری کر سکیں۔شاہ ولی اللہ دہلوی ٹھٹائٹ کے بقول، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ایک دو دھاری تلوار کی طرح انسانوں کا استحصال کرتی ہے۔ اِس سے انسانوں کی دنیا و آخرت دونوں ہی برباد ہو جاتی ہیں۔ سرمایہ داروں کا طبقہ مالِ حرام پر عیش تو کرتا ہے لیکن روحانی سکون سے محروم ہوجاتا ہے اور عیش میں یادِ خدا اور فکرِ آخرت سے غافل رہتا ہے۔ پھر حدیث نبوی مَثَالِثَائِمَ کے مطابق حرام کمائی سے پلنے والاجسم جہنم ہی میں جانے کا حق دارہے(۱)۔ دوسری طرف غریب کو ضروریاتِ زندگی کی فکرنہ صرف ہر وقت ستائے

<sup>(</sup>۱) مسنداحمد،باقىمسندالمكثرين،مسندجابربن عبدالله،عنجابرٍ طُلْقُونُ

ر کھتی ہے بلکہ آخرت کی تیاری سے بھی بیگانہ رکھتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ سکتی ہے کہ حدیثِ نبوی سَکَاتِیْمُ کَاحَ الْفَقْدُ أَنْ یَّکُونَ کُفُرًا() (قریب ہے کہ فقر، کفر تک پہنچ جائے) کے مصداق انسان کو مایوسی کفر تک لے جاتی ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ وہ نظام عدل و قسط قائم کیا جائے جس میں ہر ایک کو اُس کا جائز حق ملے، کوئی کسی دوسرے کے حق پر دست درازی نہ کر سکے، وسائل اور دولت کی تقسیم منصفانہ ہو، مواقع ہوں توسب کے لیے یکسال ہوں، تمیز بندہ و آ قاختم ہو جائے، کوئی کسی کے تحت دبا اور کیلا ہوانہ ہو اور سب انسان واقعی آپس میں بھائی بھائی اور اللہ کے بندے بن جائیں۔

((وَ اَنْزَلْنَاالْحَدِیدُونِیْهِ بَانْسُ شَدِیدُونَّ مَنَافِعُ لِلتَّاسِ))
"اور ہم نے لوہا بھی اُتاراہے جس میں شدید جنگ کی صلاحیت ہے اور لوگوں کے لیے دیگر فائدے بھی ہیں"

- آیت کے اِس حصہ میں او ہے کی افادیت کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔بلاشبہ لوہا کئی مفید اشیاء مثلاً کئی قشم کے آلات، ذرائع آمد ورفت، برتن، فرنیچر اور دیگر ضروریاتِ زندگی بنانے کے لیے استعال ہو تا ہے لیکن اِس کی اصل خوبی ہیہ ہے کہ اِس میں اللہ نے شدید قوتِ حرب و ضرب رکھی ہے اور اسلحہ ودیگر عسکری سازوسامان کی تیاری میں یہ کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔
- آیت کے اِس حصہ میں دراصل اِس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ نظام عدل کا قیام پُر امن طریقہ کارسے ممکن نہیں، اِس کے لیے تصادم ناگزیرہے اور لوہے کی عسکری خوبی کوبروئے کار لاتے ہوئے طاقت کا استعمال لاز ماکر ناپڑے گا۔ اِس کی وجہ بیہ ہے کہ کوئی ظالمانہ اور استحصالی نظام ازخود جڑیں نہیں چھوڑا کر تا۔ اِس نظام سے بااختیار طقہ کے پچھ مفادات اور چود ھر اہٹیں وابستہ ہوتی ہیں۔ یہ طبقہ دوسروں کے حقوق غصب کر کے عیاشی کر رہاہو تاہے۔ یہ طبقہ آسانی سے اپنے مفادات سے دستبر دار نہیں ہو تا۔ جب بھی کوئی تحریک اِس طبقہ کے ظلم کو ختم کرنے سے اپنے مفادات سے دستبر دار نہیں ہو تا۔ جب بھی کوئی تحریک اِس طبقہ کے ظلم کو ختم کرنے

<sup>(</sup>۱) شعب الإيمان للبيهقي، بأب في الحث على ترك الغل و الحسد، عَنْ انسٍ بنِ مالكٍ رَاللَّهُ اللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ اللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ اللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهُ وَاللَّهِ وَاللَّاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّلَّةُ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّالِي وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللَّهِ وَاللّ

- کے لیے اُٹھتی ہے تو یہ طبقہ اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر اِس تحریک کو کیلنے کے لیے پوری قوت صرف کر تاہے اور یوں مسلح تصادم کامر حلہ آگر رہتاہے۔
- مسلح تصادم کی نوبت انقلابی عمل کے دوران آخری مرحلہ کے طور پر آتی ہے۔ پہلے دعوت دی جاتی ہے اور بات سمجھانے کا حق ادا کیاجا تا ہے۔ اِس دوران مخالفت کے جواب میں کسی ردعمل کا مظاہرہ نہ کر کے یعنی Passive resistance کے ذریعہ مخالفین پر ایک اخلاقی اثر بھی ڈالاجا تا ہے۔ اب جن لوگوں کے دل میں واقعی خیر ہوتا ہے وہ وعظ ونصیحت اور انقلابی جماعت کے اخلاقی طرزِ عمل سے متاکثر ہوکر انقلابی دعوت قبول کر لیتے ہیں۔ البتہ جو لوگ ابو جہل کی طرح لاتوں کے بھوت ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ مسلح تصادم کا مرحلہ آتا ہے اور اُن کے خلاف لوہے کی طاقت استعال کی جاتی ہے تا کہ قیام عدل کا مشن پوراکیاجا سکے۔
- اگر مقصد صرف افراد کی اصلاح اور اُن کا تزکیہ کفس ہو تو پھر درس گاہیں اور خانقاہیں بناکر بھی مقصد پورا کیا جا سکتا ہے۔ خالفت اِس کام میں بھی ہو سکتی ہے لیکن اِسے جھیل کر کام جاری رکھا جاسکتا ہے اور کسی خون ریزی کی نوبت نہیں آئی۔ البتہ اگر پیشِ نظر وہ کام ہے جس کے لیے اللہ نے رسولوں بیہائے کو بھیجا، یعنی ظالمانہ نظام کو ملیامیٹ کر کے عادلانہ نظام قائم کرناہوتو پھر میدان میں آناپڑے گا، باطل سے پنجہ آزمائی کرنی پڑے گی اور جان کی بازیاں لگانی پڑیں گی۔ نظام کی تبدیلی مسلح تصادم کے بغیر ممکن نہیں۔ اِسی لیے اللہ نے قرآنِ حکیم میں اپنے محبوب بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے خاص طور پر اُن کی اللہ کی راہ میں لڑنے کی شان کو نمایاں کیا:

اِنَّاللَّهُ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيلِهِ صَفَّا كَانَهُمْ بُنْيَانَّ مَّرُصُّوصُ (الصف 4:61) "بلاشبه الله تومجت كرتا ہے أن سے جو جنگ كرتے ہيں أس كى راہ ميں جم كرصف در صف گوياكه وہ ہيں سيسه پلائى ہوئى ديوار "۔

وَ كَايِّنْ مِّنْ نَيِّيِّ فَتَلَ لَهُ مَعَهُ رِبِّيُّوْنَ كَثِيرٌ ۚ فَهَا وَهَنُوْ الِهَا آصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ وَمَاضَعُفُوْاوَ مَااسْتَكَانُوْا وَاللهُ يُحِبُّ الصَّبِرِيْنَ (آل عمران 3 : 146) "اور كَتْعَ بَيْ نِي عِبِلِسُهِ السِے گزرے ہیں كہ جن كے ساتھ مل كربہت سے الله والوں نے جنگ کی تو اُنہوں نے ہمت نہ ہاری اُن تکالیف پر جو اُنہیں اللہ کی راہ میں پیش آئیں،نہ وہ کمزور پڑے اور نہ باطل کے سامنے دبے اور اللہ ایسے ہی صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُواْ مَا عَاهَدُوا الله عَلَيْهِ ۚ فَيِنْهُمْ مَّنُ قَضَى نَصْبَهُ وَ مِنْهُمْ مَّنُ يَّنْتَظِرُ ۗ وَمَا بَدَّالُواْ تَبْدِيلًا (الاحزاب33:23)

"مومنوں میں وہ جواں مرد بھی ہیں جنہوں نے پچ کر دکھایاوہ عہد جو اُنہوں نے اللہ سے کیا تھاتو اُن میں کچھ ایسے ہیں جو اپنی نذر (جان) پیش کر پچکے اور کچھ ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور اُنہوں نے (اینے عہد کی بات کو) ذرا بھی نہیں بدلا"۔

إِنَّ اللهُ اشْتَرَاى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ انْفُسَهُمْ وَ اَمُوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ لَيُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُونَ (التوبة 111:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں جنت کے عوض وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کرتے ہیں (کا فروں کو) اور قتل کئے جاتے ہیں"۔ نبی اکرم مَنگالیَّئِیَّم نے جھنجھوڑنے کے انداز میں فرمایا:

ہی اُس کے دل میں اِس کی آرزوپیدا ہوئی تو اُس کی موت ایک طرح کے نفاق پر واقع ہوئی"۔

> نکل کر خانقاہوں سے اداکر رسم شبیری کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

• آیت کے اِس حصہ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نظام کی تبدیلی کسی پُر امن طریقہ کارسے ممکن نہیں۔ایک رائے یہ پیش کی جاتی ہے کہ ہم محض تبلیغ کے ذریعہ ہی خاموش انقلاب برپا کرسکتے ہیں۔ایک رائے یہ بھی تصور ہے کہ انتخابی سیاست میں حصہ لے کر بھی انقلاب لایا جاسکتا

<sup>(</sup>۱) صحيح مسلم، كتاب الْإِمَارَةِ، بَاب ذَيِّر مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغُرُّ وَلَمْ يُحَيِّثُ نَفْسَهُ بِالْغَرُّو، عَن ابي هريرة رَّتُاتُمُّ

ہے۔ تجربات شاہد ہیں کہ استحصال اور جبر کرنے والے طبقات مجھی بھی پُر امن طور پر اپنے مفادات چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے۔ بقول شاعر:

> زورِ بازو آزما، شکوہ نہ کر صیاد سے آج تک کوئی قفس ٹوٹانہیں فریاد سے

تاریخ انسانی میں آج تک کوئی انقلاب بغیر مسلح تصادم کے نہیں آیا۔ اگر ایساممکن ہو تاتو دھیة للعالمین جنابِ نبی کریم مَنَّالِقَیْمِ مَا تعلق کو کا ایک چھڑی تک اپنے ہاتھ میں نہ لیتے اور صرف اپنی موکثر تبلیغ کے ذریعہ ہی حق کو غالب فرما دیتے، لیکن آپ مَنَّالِقَیْمِ کو بھی غلبہ کوین کے لیے تلوار اٹھانا پڑی اور اپنے انتہائی محبوب اور تربیت یافتہ ساتھیوں ٹوٹائٹیم کی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔

• آیت کابی حصہ اُس مغالطہ کا بھی ازالہ کر تا ہے جو مستشر قین کو نبی اکر م سکی لیڈی کی سیرت کے حوالے سے محسوس ہو تا ہے۔ اُنہیں آپ سکی لیڈی کی مکی زندگی تو نبوی نظر آتی ہے لیکن مدنی زندگی میں آپ سکی لیڈی کی ملی رندگی میں آپ سکی لیڈی کی ملی رندگی میں آپ سکی لیڈی کی میں ایس سے میں بالا میں میں بطاہر دب کر صلح حدیبیہ کرتے ہوئے وہ آپ سکی لیڈی کی کو نبوی رنگ میں دیکھتے ہیں لیکن سن 8 ہجری میں ابوسفیان کی عاجز انہ درخواست کے باوجود آپ سکی لیڈی کی طرف سے صلح کی تجدید نہ ہجری میں ابوسفیان کی عاجز انہ درخواست کے باوجود آپ سکی لیڈی کی طرف سے صلح کی تجدید نہ کرنا نہیں سمجھ نہیں آتا۔ حالانکہ بات واضح ہے کہ آپ سکی لیڈی کی کا مقصد تھا عادلانہ نظام کا قیام۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جس وقت جو طرز عمل مفید تھا آپ سکی لیڈی کی کے اُس کو اختیار فرمایا۔ اِس مقصد کے حصول کے لیے جس وقت و تبلیغ کی جاتی ہے اور برائی کا جواب اچھائی سے دیا جاتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ ٱحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَكُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّكُ وَلِيُّ حَمِيْدٌ (حَمَّ السجدة 41: 34)

"جواب دو (بدی کا) اُس طور پر جو بہت اچھا ہو۔ تو وہ کہ جس کے اور تمہارے در میان دشمنی ہے ایسے ہو جائے گا جیسے گرم جوش دوست "۔

البتہ جولوگ تبلیغ کے ذریعہ حق قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے اور ظلم کا بازار گرم رکھنا چاہتے ہیں، تو پھر اُن کی برائی کاجواب ولیی ہی برائی سے دیاجاتا ہے: وَجَزَوُّ اُسَيِّعَةٍ سَيِّعَةٌ مِّتْلُهَا (الشودى 42:40) "اوربُرانَى كابدلا توأى طرح كى بُرانَى سے"۔

یہ ہے وہ توازن جو صرف دین اسلام کی امتیازی شان ہے۔اسلامی تعلیمات میں اصلاحِ حال کے لیے نر می بھی ہے اور تضاص بھی، تبشیر بھی ہے اور تصاص بھی، تبشیر بھی ہے اور انذار بھی۔

## دورِ حساضر مسين انقسلابي عمسل

- وورِ حاضر میں مسلح تصادم کے حوالے سے کچھ مشکلات در پیش ہیں۔ نبی کریم منگاللہ آئے جس دائرہ کار میں انقلاب کی بخیل فرمائی، وہاں ایک منظم ریاست قائم نہ تھی۔ ہمیں اِس وقت ایک ایسے معاشر سے میں کام کرناہے جہاں ایک ریاست منظم اور موثر طاقت کے ساتھ کار فرماہے اور وہ نہ صرف اجتماعی بلکہ بعض اعتبارات سے انفرادی معاملات زندگی پر بھی حاوی ہے۔ پھر ریاست میں بر سر اقتدار طبقہ کے پاس اپنے قائم کردہ نظام کے تحفظ کے لیے ہر طرح کے اسباب ووسائل اور لاکھوں کی تعداد میں جدید ترین ہتھیاروں سے لیس، ہمہ وقت اور تربیت یافتہ افواج موجود ہیں۔ دوسری طرف عوام بالکل نہتے ہیں۔ اِس وجہ سے حکومت کے خلاف کی مسلح تصادم میں کامیابی کاامکان مشکل نظر آتا ہے۔
- مسلح تصادم کے حوالے سے مسلم معاشر ہے میں ایک اور مشکل رہے ہے کہ مقابلہ باطل نظام کے محافظ کلمہ گو مسلمانوں سے ہے۔ کلمہ گو مسلمان حکمر انوں سے تصادم کے لیے فقہاء نے دو شرائط بیان کی ہیں۔ پہلی رہ حکمر ان تھلم کھلا کفر کا نفاذ کر رہے ہوں اور دو سری رہ کہ مناسب اسباب اس حد تک فراہم کر لیے جائیں کہ فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔ یہ بات بیان کی جاچک ہے کہ موجو دہ دور میں اسباب یعنی ہتھیاروں اور عسکری تربیت کے اعتبار سے حکومت اور عوام میں بہت زیادہ عدم تو ازن ہے اور حکومت کے ساتھ مسلح تصادم کی صورت میں فتح کا امکان محسوس نہیں ہوتا۔
- اِن حالات میں اسلامی انقلاب کا آخری مرحلہ پُرامن اور غیر مسلح منظم احتجاج کے ذریعہ طے کیا جاسکتا ہے۔ اِس احتجاج میں کسی ایسے منکر کے خلاف احتجاج کرناضروری ہو گا جس کا خلاف

شرع ہونا تمام دینی طبقات کے نزدیک مسلم ہو۔ مثال کے طور پرعریانی و فحاشی کی اشاعت، سودی معیشت کی ترویج وغیرہ۔ ایسے منکر کے خلاف اقدام ریاست کے اہم اداروں کے پُر امن گیر او اور سول نافر مانی کی تحریک کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اِن پُر امن اور منظم مظاہروں کے ذریعہ سے حکومت وقت کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اُس منکر کا قلع قمع کرے اور اِس کے سدباب کے لیے قانون سازی کرے۔ یہ طریقہ حکومت کے خلاف بغاوت کا نہیں اور نہ ہی قوم کو خانہ جنگی میں مبتلا کرنے کا ہے۔ پھر اِس طریقہ میں اقتدار کی طلب بھی نہیں بلکہ مسلمان حکمر انوں سے مسلم معاشر ہے میں منکرات کو ختم کرنے اور شریعت ِ اسلامی کے مطابق قانون سازی کرنے کا مطالبہ ہے۔ اگر حکومت یہ مطالبہ نہیں ما نتی تو پھر مظاہرین کو قید و بند کی صعوبتیں جھیلئے، تشد د ہر داشت کرنے اور یہاں تک کہ جانیں قربان کرنے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ یہ طرزِ عمل اُن صحابہ کر ام مؤکلاً گھڑے کے اُسوہ پر چلئے والا ہوگا جنہوں نے مکی دور میں ہر طرح کی تکایف بر داشت کیں لیکن جو اب میں کوئی اقدام نہ کرتے ہوئے اپنے موقف پر ڈٹ کر کامظاہرہ کیا۔

- البتہ اِس طرح کے پُرامن احتجاج سے قبل ضروری ہے کہ:
- 1. انقلابی جماعت نے اپنے معاشر ہے میں دعوت کا حق ادا کیا ہو۔ بڑی وضاحت کے ساتھ اسلامی انقلاب کے برپاکرنے کی اہمیت اور اسلامی انقلاب کے برپاکرنے کی اہمیت اور اُس کی برکات لوگوں کے سامنے پیش کی ہوں۔ ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات واعتر اضات کے جوابات دیے ہوں۔
- 2. انقلابی جماعت میں شامل کارکنان نے اپنے اپنے دائرہ کار میں شریعت کے احکامات پر امکانی حد تک عمل کر کے سیرت و کر دار کالوہا منوایا ہو۔ عوام الناس اُن کے قول و فعل کی مطابقت کے قائل ہوں۔ اُنہوں نے تزکیہ کے مراحل طے کئے ہوں، اُن کا مطلوب و مقصود اللہ کی رضا کا حصول اور نجاتِ اخر وی ہو اور اُن کے دل راہِ حق میں جان دینے کے لیے چین ہوں۔

3. انقلابی جماعت ایک شخص کی قیادت میں احکامات سننے اور ماننے کے اصول پر پوری طرح سے منظم ہو۔ مختلف مناصب پر تربیت یافتہ افراد فائز ہوں اور کارکنان، نظم کے خوگر ہونے کا ثبوت دے چکے ہوں۔

مندرجہ بالا مراحل طے کر کے ہی انقلابی جماعت کو انقلاب کے آخری مرحلے یعنی میدان میں آگریُرامن احتجاج کا آغاز کرناچاہئے۔

- پُرامن اور منظم احتجاج کے تین ممکنہ نتائج بر آمد ہوسکتے ہیں:
- 1. حکومت اِن مظاہر وں کے نتیج میں پسپائی اختیار کرے اور منکرات کے خاتمے اور حدود اللہ کے نفاذ کا آغاز کر دے۔ اِس طرح انقلابی جماعت ایک ایک منکر کو ختم کروا کر حدود اللہ کا نفاذ کرواتی رہے گی اور پورانظام درست ہونے تک بیے جدوجہد جاری رہے گی۔
- 2. حکومت انقلابی تحریک کو اپنے خلاف اناکا مسئلہ بنا کے اور اپنی بقاء اور مفادات کے تحفظ کے لیے تحریک کو مکمل طور پر کچلنے کا فیصلہ کرے۔ اِس صورت میں حکومت پر قابض مفاد یافتہ طبقات، ریاست کی پولیس اور فوج کو اِس تحریک کو کچلنے کے لیے بے در لیخ استعال کریں گے۔ لاٹھیاں برسائی جائیں گی، آنسوگیس کے شیل چھینکے جائیں گی، آنسوگیس کے شیل چھینکے جائیں گئی گولیوں کی بوچھاڑ آئے گی اور گر فتاریاں ہوں گی۔ اگر لوگ اللہ کی راہ میں قربانیاں حتٰی کہ جان دینے پر تیار ہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتوں کو گر فتار کرے گی اور کتوں کو شہید کرے گی۔ بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ بید مظاہرین ہمارے ہی دین بھائی اور ہم وطن ہیں۔ یہ کسی ذاتی غرض سے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اُس کے نفاذ کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے نظے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور اِن شاء اللہ انقلابی تحریک نظام مصطفی مُنافید کی ۔ ماضی قریب میں اِس کی ایک مثال موجود ہے۔ 1977ء میں نظام مصطفی مُنافید کی کے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے نظام مصطفی مُنافید کی کے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے نظام مصطفی مُنافید کی کے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے نظام مصطفی مُنافید کی کے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے نظام مصطفی مُنافید کی کے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے نظام مصطفی مُنافید کی کے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے نظام مصطفی مُنافید کی کے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی چلانے سے دوران پاکستان فوج نے نہتے عوام پر گولی پولیانے سے دوران پاکستان کوران پاکستان کے دوران پاکستان کوران پاکستان کوران پاکستان کوران پاکستان کے دوران پاکستان کے دوران پاکستان کے دوران پاکستان کی ایک کی کی دوران پاکستان کوران پاکستان کے دوران پاکستان کی دوران پاکستان کوران پاکستان کے دوران پاکستان کے دوران پاکستان کوران پاکستان کوران پاکستان کوران کوران کوران پاکستان کوران کوران کوران کورا

ا نکار کر دیا تھا۔ لیکن اُس وقت چونکہ کوئی ایک منظم جماعت اقتدار سنجالنے کے لیے موجو دنہ تھی،للندافوج نے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔

3. اگر حکومتِ وقت اِس تحریک کو کیلنے میں کامیاب ہوجائے، تو جن لوگوں نے اِس راستے میں جانیں دی ہوں گی، اُن کی قربانیاں ہر گرضائع نہیں ہوں گی۔ اِن شاء اللہ وہ اجرِ عظیم اور فوزِ کبیر سے نوازے جائیں گے۔ ہم نظام کو بالفعل بدلنے کے مکلف یعنی ذمہ دار نہیں ہیں ، البتہ اُس کو بدلنے کی جدوجہد ہم پر فرض ہے۔ مزید بر آں! اِن شاء اللہ اِنہی جانثاروں اور سر فروشوں کے خون اور ہڈیوں کی کھادسے جلد یابدیر کوئی نئی اسلامی انقلابی تحریک اُبھرے گی جو طاغوتی ، استحصالی اور جابر انہ نظام کو لکارے گی۔ اِس طرح وہ وقت آکر رہے گا جس کی خبر الصادق والمصدوق مَنَّ اللَّهِ اِنْ مَن کے کہ پورے کرہ اُرضی پر اللہ کا دین اِسی طرح غالب ہو کر رہے گا جس طرح آپ مَنَّ اللّٰہ علیہ میں جزیرہ نمائے عرب برغالب ہواتھا:

شب گریزال ہو گی آخر جلوہ خور شیر سے یہ چمن معمور ہو گا نغمہ ' تو حیر سے

((وَلِيَعْلَمُ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ))

"اور تا کہ اللہ ظاہر کر دے کہ کون غیب میں رہتے ہوئے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مد د کر تاہے"

• آیت کے اِس حصہ میں لِیعُلُکہ کا لفظی ترجمہ ہوگا اللہ جان لے۔ لیکن اللہ کا علم چونکہ علم قدیم ہے لہٰذا مناسب ترجمہ ہوگا کہ اللہ ظاہر کردے کہ کون اللہ اور اُس کے رسول مَنَّا اللّٰهِ عَلَى مدد کر تا ہے غیب میں رہتے ہوئے۔ اللہ اور اُس کے رسول مَنَّا اللّٰهِ عَلَی مدد ہوگا کہ اللہ کا دین کی مدد۔ دین اللہ کا ہے اور اُسے غالب کرنا، مشن تھا اللّٰہ کے رسول مَنَّا اللّٰہ کے رسول مَنَّاللّٰهِ کَا مدد کر رہا ہے۔ یہ کے غلبہ کی جدوجہد کر رہا ہے وہ در حقیقت اللہ اور اُس کے رسول مَنَّاللّٰهِ کَا مدد کر رہا ہے۔ یہ بات سودۃ الصف آئی آخری آیت میں اِس طرح بیان کی گئی:

يَايَّهُا الَّذِيْنَ امَنُوا كُوْنُوَا انْصَارَ اللهِ كُمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَهُ لِلْحَوَادِبِّنَ مَنْ اَنْصَارِئَ إِلَى اللهِ لَوَ اللهِ لَا قَالَ الْحَوَادِيُّوْنَ نَحُنُ اَنْصَارُ اللهِ

"ا ہے لوگو جو ایمان لائے ہو! ہو جاؤاللہ کے مدد گار جیسا کہ پکارا تھا حضرت مریم عَلَيْنَا اُ کَ عِنْنَا اُ کَ عِنْنَا اُ کَ عِنْنَا اُ کَ عِنْنَا اللہ کے اللہ عیسیٰ عَاٰلِیْلاً نے اپنے ساتھیوں کو کہ کون ہے میر امدد گاراللہ کے لیے۔ساتھیوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے مدد گار"۔

• نصرتِ رسول مَثَالِيَّا لِمَ كَ حوالے سے نبی اكرم مَثَالِیَّا كا ایك برا پیارا اور خاص طور پر ہمارے ليے انتہائی اميد افزاار شادہے:

يَالَيُتَنِىٰ لَقِيْتُ اِخُوانِ اَ قَالُوْا يَا رَسُولَ اللّهِ اللّهِ اللّهِ اَلَمْنَا اِخُوانَكَ وَاصْعَابَكَ ؟ قَالَ بَلْ وَلَا لَهُ اللّهِ اللّهِ اللّهِ اللّهِ اللّهِ اللّهِ اللّهُ الللّهُ الللللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ ا

"اے کاش میں ماتا اپنے بھائیوں سے!صحابہ رُقُ کُلُنُوُنے نے عرض کیا اے اللہ کے رسول منگلیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول منگلیا گیا ہم آپ کے بھائی اور ساتھی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! لیکن یہ وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے، مجھ پر ایسے ایمان لائیں گے جیسے تم ایمان لائے ہواور میری اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری مدد کریں گے جیسے تم نے کی ہے اور اُسی طرح میری ماتا اپنے بھائیوں سے "۔

• آیت کے اِس حصہ میں اہل ایمان کو بہت بڑا اعزاز دیا جارہا ہے کہ اگر وہ اللہ کے دین کے غلبہ

کے لیے جہاد کریں گے تو اللہ اور اُس کے رسول مُگاٹیڈیڈ کے مدد گار قرار پائیں گے۔ کہاں اللہ

اور کہاں انسان۔ پھر کیا مقام و مرتبہ ہے اللہ کے رسول مُگاٹیڈیڈ کا اور کیا او قات ہے ایک عام

انسان کی۔ اللہ جو چاہے سو کر سکتا ہے لیکن ہمارے امتحان کے لیے اُس نے دین کی سربلندی

کے لیے کو شش کا ہمیں حکم دیا ہے۔ وہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کون ہے جو اُس کے نازل کردہ میزان کو نصب کرنے کے لیے اور اُس کی نازل کردہ میزان کو نصب کرنے کے لیے اور اُس کی نازل کردہ میزان کو نصب کرنے کے لیے

<sup>(</sup>١) المطالب العالية للحافظ ابن حجر العسقلاني، كتاب المناقب، بأب فضل الصحابة والتابعين على الإجمال، عَن عَوْفِ بُنِ مَا لِكِ رُلِيَّةً

اپنامال نذر کرتاہے اور اپنی جان کی بازی لگاتاہے۔ اب جو کوئی اِیسا کرے گا، وہ اللہ اور اُس کے رسول صَلَّ اَلْیَا کَ عَلَم وَ اللہ تعالٰی کی اطاعت پر کار بند ہوتے ہیں بلکہ عالم واقعہ میں جہاد و قال فی سبیل اللہ کے ذریعے اللہ تعالٰی کی اطاعت کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں:

إِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ الْمَنُوا بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ ثُمَّ كَمْ يَرْتَا بُوْا وَجَهَلُوا بِالْمُوالِهِمْ وَ النَّهَ الْمُؤْمِنُونَ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ الللللّٰ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰ الللّٰهُ اللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰ الللّٰهُ الللّٰ الللّٰهُ الللّٰهُ الللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ الللّ

مال وجان سے جہاد کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کی قدر افزائی کی جاتی ہے اور اللہ انہیں اپنا اور اپنے رسول مُنَائِیْنِ کا کار د گار قرار دیتا ہے۔ بندے کے لیے اِس سے بڑھ کر اور کوئی اونچامقام نہیں ہو سکتا۔ خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اللہ کے وفادار ہیں، اللہ اور اُس کے رسول سے سچی محبت کرنے والے ہیں اور اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے تن من دھن سے جہاد کرتے ہوئے اپنے لیے سعاد تیں سمیٹ رہے ہیں۔ یہ سعاد تیں بدرجہ اُتم صحابہ کرام ثُون اُللہ کے حصہ میں آئیں کہ اُنہوں نے پہلے اندرونِ ملک عرب غلبہ کوین کے لیے اللہ کے رسول مَنَائِنَا کُمُ کی نصرت کی اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے ایک بڑے حصہ تک اِس عاد لانہ نظام کی توسیع کاکار نامہ انجام دیا۔ اِس حوالہ سے حضرت ربعی بن عامر مُنائِنَا کے وہ الفاظ تاریخی ہیں جو اُنہوں نے ایر ان پر حملہ کامقصد بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمائے سے کہ وہ الفاظ تاریخی ہیں جو اُنہوں نے ایر ان پر حملہ کامقصد بیان کرتے ہوئے اِرشاد فرمائے سے کہ:

ٱللهُ ابْتَعَفُنَا لِنُغُرِجَ مَنْ شَاءَمِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلَى عِبَادَةِ اللهِ، وَمِنْ ضِيْقِ اللَّانْيَا إِلَى سَعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الْأَدْيَانِ إِلَى عَدْلِ الْإِسْلَامِ (ا)

" ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے جیجاہے کہ ہم لو گوں کو بندوں کی کی غلامی سے اللہ کی غلامی کی طرف لائیں، اور دنیا کی تنگی سے اُس کی وسعت کی طرف، اور ادیانِ باطلہ کے ظلم سے

<sup>(</sup>١) البداية والنهاية، سَنَةُ أَرْبَعَ عَشْرَةً مِنَ الْهِجْرَةِ النبوية

اسلام کے عدل کی طرف لائیں "۔

الله تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ کرام ٹکا گُذُرُ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے دین کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے:

اللُّهُمَّ ارْزُرُقْنَاآنُ تُجَاهِدَنِي سَبِيلِكَ بِأَمْوَالِنَا وَانْفُسِنَا-آمين

((إِنَّ اللهَ قَوِيُّ عَزِيْزٌ))

"بے شک اللہ بڑاطاقتور اور زبر دست ہے "۔

• آیت کے اِس آخری حصہ کے ذریعہ اِس مغالطہ کی نفی کی گئی کہ اللہ عاجز ولاچارہے اور بندوں
سے مدد مانگ رہا ہے۔ دین کی سربلندی کی خاطر کوشش کرنے کا تقاضا، اللہ کی طرف سے
صرف اِس لیے ہے تا کہ ہم اِس کے ذریعہ اپنے ایمان کی سچائی کا ثبوت فراہم کر دیں۔ اِس میں
کوئی شک نہیں کہ اللہ بہت قوت والا اور زبر دست ہے۔ اُس کی حکومت اپنے بل پر قائم ہے
اوراُس کا اختیار پوری کا نئات پر محیط ہے۔ اُسے کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک حکم سے
ظالموں کو نیست و نابود اور دین حق کو غلبہ عطاکر سکتا ہے۔ یہ اُس کی اپنے بندوں کے لیے قدر
افزائی ہے کہ اگروہ دین کے لیے مال صرف کریں قوہ اِس کو اپنے ذمہ قرض سے تعبیر کرتا ہے
اوراگروہ اُس کے دین کے لیے اپنی جانیں کھیائیں توہ واسے اپنی نصرت قرار دیتا ہے۔
اوراگروہ اُس کے دین کے لیے اپنی جانیں کھیائیں توہ واسے اپنی نصرت قرار دیتا ہے۔



## 

اْتَيْنَكُ الْإِنْجِيْلُ أَوْ جَعَلْنَا فِي قُلُوْ الَّذِيْنَ النَّبَعُوْهُ رَأْفَةً وَ رَحْمَةً وَ رَهُبَانِيَّةً وَإِنْتَكَ عُوْهًا مَا كَتَبْنَهَا عَلَيْهِمُ اللَّا ابْتِغَاءَ رِضُوانِ اللهِ فَبَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا اللهِ فَبَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا اللهِ فَبَا رَعُوهَا مَقُ رِعَايَتِهَا وَيَعْفُرُ اللهِ فَبَا رَعُوهَا مَقُ رِعَايَتِهَا اللهِ فَا اللهِ فَيَا اللهِ فَيَا اللهِ فَيَا اللهِ فَيَا اللهِ فَي اللهُ وَيَعْفِرُ اللهُ وَاللهَ وَيَغْفِرُ اللهُ وَاللهُ وَالله وَيَعْفِرُ اللهُ وَالله وَيَعْفِرُ اللهُ وَالله وَالله وَيَعْفِرُ اللهِ وَالله وَالله وَيُواتِيْهِ مَنْ فَضَلِ اللهِ وَالله وَيُواتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَالله وَالله وَيُواتِي اللهِ وَيَعْفِرُ اللهِ وَالله وَيُعْفِرُ اللهِ وَالله وَالله وَالله وَالله وَالله وَالله وَالله وَالله وَالله وَيُواتِيْهِ مَنْ قَضْلِ اللهِ وَالله وَالله وَيُواتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَالله وَالْقَضْلِ الْعَظِيهِ ﴿

## تمهيدى نكات:

سورہ کو دید کے تیسرے حصہ میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ دینی تقاضوں سے پہلو تہی کی ایک بڑی وجہ ہے دنیا پرستی۔ اب سورہ کو دید کے اِس ساتویں اور آخری حصہ میں دینی تقاضوں سے فرار کی ایک اور وجہ بیان کی جارہی ہے رہبانیت یعنی ترکِ دنیا۔ یہ وہ گر اہی ہے جو ضد ہے دنیا پرستی کی۔ ایک انتہا یہ ہے کہ انسان دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے۔ لذات دنیوی اور دنیا کی آسائش و آرام ہی اُس کا مقصود و مطلوب بن جائے۔ اُس کی بھاگ دوڑ اور محنت و مشقت کا مقصد ہو زیادہ سے زیادہ دنیا کمانا، کاروبار کو جمانا، مال اور اثاثہ جات کو ترقی دینا اور دنیا میں کسی منصب،

حیثیت،افتدار اور وجاہت کو حاصل کرنا۔ یہ دنیا پرستی انسان کو غافل کر دیتی ہے دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے۔ایسے لو گوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

قُلُ هَلُ نُنَبِّتُكُمُّهُ بِالْاَحْسَرِيْنَ اَعُهَالًا ﴿ اللَّهِفَ 18 مَلَ الْعَلَيْهُمُ فِي الْحَلُوةِ اللَّ نُيَاوَ هُمُ يَحْسَبُوْنَ اللَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿ (اللَّهِفَ 18 - 103) "كيا ہم تمهيں بتائيں وہ لوگ جو سب سے زيادہ خمارے ميں ہيں اپن محت كے اعتبار سے۔يہ وہ لوگ ہيں جن كی محنتيں برباد ہو گئيں دنياكى زندگى كے ليے اور وہ يہ سجھتے ہيں كہ انہوں نے خوب كمائى كى ہے"۔

- ووسری انتہاہے رہبانیت یعنی ترکِ دنیا۔ یہ ہے نفس کشی یعنی نفس کے جذبات اور اُس کی جائز خواہشات و شہوات کو بھی کچل دینا۔ شادی بیاہ، کاروباری معاملات اور لذاتِ دنیا کو اللہ سے تعلق کی راہ میں رکاوٹ سمجھنا اور اِن سے بچنے کے لیے آبادیوں سے دور جنگلوں میں جا بسنا۔ وہاں راہب خانوں یا غاروں میں نفس کشی کے لیے ریاضتیں کرنا۔ یہ طرزِ عمل بھی دینی ذمہ داریوں سے گریز کی ایک صورت ہے جس میں انسان دنیا کے نظام کو شیطانی قوتوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کرخود اپنی ذات ہی کے تزکیہ میں لگ جاتا ہے۔ باطل قوتوں کو اپنی عیاشیوں اور ظلم وستم کے لیے کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور وہ پوری آزادی سے نوعِ انسانی کا استحصال کرک ان کی دنیا بھی برباد کرتی ہیں اور اُنہیں آخرت کی تیاری سے بھی محروم کردیتی ہیں۔
- ر ہبانیت کی گر ابی کا آغاز حضرت عیسی عَالِیلا پر ایمان رکھنے والوں نے کیا۔ یہ دراصل رقِ عمل تھا یہود کی دنیا پر سی کا جو حضرت عیسی عَالِیلا کے بدترین دشمن تھے۔ یہود دنیا پر سی کی اُس انتہا پر پہنچ کہ اُن کے علاء نے فتویٰ فروشی اور تھانِ حق کے ذریعہ دین کو بھی دنیا کی کمائی کا ذریعہ بنا لیا۔ جب حضرت عیسی عَالِیلا کی بعث ہوئی اور اُنہوں نے علائے یہود کے جرائم کو بے نقاب کیا تو اُنہوں نے حضرت عیسی عَالِیلا پر مرتد ہونے کا بہتان لگا کر اُنہیں مصلوب کرنے کی کوشش اُنہوں نے حضرت کے دوہ ترکِ دنیا کی کی ۔ یہود کی دشمنی کے رقِ عمل میں عیسائی دنیاداری سے اِس قدر بیز ار ہوئے کہ وہ ترکِ دنیا کی گر اہی تک جا پہنچے۔ سورہ فاتحہ میں صراطِ متقیم کے ذکر کے بعد، مندِ احمد کی ایک روایت کے مطابق، یہود کو مَغْضُوْنِ عَلَیْهُمْ قرار دیا گیا کیونکہ اُنہوں نے صراطِ متقیم سے ہٹ کر بے مطابق، یہود کو مَغْضُوْنِ عَلَیْهُمْ قرار دیا گیا کیونکہ اُنہوں نے صراطِ متنقیم سے ہٹ کر ب

اعتدالی کی ایک راہ اختیار کی اور عیسائیوں کو اَلصَّالِیْن کہا گیا(۱) کیونکہ وہ بے اعتدالی کی دوسری انتہا پر پہنچ گئے۔

سورہ حدید کے اِس حصہ میں دینی تقاضوں سے گریز کے حوالے سے عیسائیوں کی ایک گر اہی

یعنی رہبانیت کی نفی کی گئی ہے۔ اُن قوموں میں سے جو اپنی نسبت رسولوں عیبائی کی طرف کرتی

ہیں، عیسائی وہ پہلی قوم شے جنہوں نے رہبانیت کی ابتداء کی۔ اِس مقام پر عیسائیوں کے ذکر

سے قبل، سب سے پہلے رسول اور آدم ثانی حضرت نوح مَثْلِیلا اور ابوالا نبیاء حضرت ابراہیم مَالیلا اللہ کاذکر کیا گیا۔

#### آيت26:

وَ لَقَكُ اَرْسَلُنَا نُوْحًا وَ إِبْرِهِيْمَ ... اور جم نے بھيجانوح عَلَيْلَا اور ابرائيم عَلَيْلَا كو ... و جَعَلْنَا فِي فَرُبِيَتِهِمَا النَّبُوَّةَ وَ الْكِتْبَ ... اور جارى كيا أن دونوں كى اولاد ميں نبوت اوراور كتابوں كاسلسله ... فَرُبِيَتِهِمَا النَّبُوّةَ وَ الْكِتْبَ ... تَوَيَحُو أَن مِين سے ہدايت پر رہے ... وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَي فَيسَقُونَ ﴿ اور اكثر أَن مِين سے الدايت بر رہے ... وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَيسَقُونَ ﴿ اور اكثر أَن مِين سے الدايت بر رہے ... وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فَيسَقُونَ ﴿ اور اكثر أَن مَين سے الدايت بر رہے ... وَكَثِيْرٌ مِنْ اللَّهُ اللَّ

• اِس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح مَنالِیلا کاذکر ہے۔ حضرت نوح مَنالِیلا پہلے نبی ہیں جن کو رسول بنایا گیا۔ اُن کی رسالت کا دور تقریباً چار ہزار قبل مسے ہے۔ اُن کی قوم کر دستان کے علاقہ میں آباد تھی۔ اُنہوں نے 950 برس تک اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ اُن کی قوم بت پرستی کے شرک میں مبتلا تھی۔ قوم کے پانچ مشہور بتوں کے نام ود ، سواع ، یغوث ، یعوق اور نسر تھے۔ اُنہوں نے قوم کو توحید کی دعوت دی اور صاف فرما یا کہ میر ہے پیش نظر تمہاری خیر خواہی ہے۔ میں تم سے کسی اجر کا طلب گار نہیں ہوں۔ اُن کی دعوت پر صرف چند ایسے لوگ ایمان لائے جو معاشر ہے کے غریب اور نادار طبقات میں سے تھے۔ قوم کی اکثریت نے اُن کی دعوت کورد کر دیا۔ جب قوم ، حضرت نوح عَالِیلا کے خلاف سرکشی کی آخری انتہا تک پہنچ گئی تو اُنہوں نے قوم کے خلاف اللہ سے بد دعا کی کہ اُن تی مَغَلُوبُ فَانْتَکِیدُ (القیم 54 : 10) " بے شک میں مغلوب

<sup>(</sup>١) مسنداحمد، كتاب مُسْنَدِالْبَصْرِيِّينَ، باب حَدِيثُ رَجُلٍ سَمِعَ النَّبِيَّ، عَنْ عَبْدِاللِّه بْنِ شَقِيقٍ ثُلْاَتُنْ 128

ہواچاہتاہوں (اے اللہ) بدلہ لے "۔اللہ نے فریاد سنی حضرت نوح مَالِینلا کی اور اُنہیں ایک کشی بنانے کا حکم دیا۔ اِس کے بعد زمین میں ایک تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا اور آسمان سے بارش برستی رہی۔ اللہ کے حکم پر حضرت نوح مَالِینلا اور تمام اہل ایمان کشتی میں سوار ہوگئے۔ دیگر مخلوقات کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کر لیا گیا۔ زمین سے ابلنے اور آسمان سے برسنے والے پانی کی اِس قدر کثرت ہوئی کہ زبر دست طوفان آگیا۔ اِس طوفان سے پوری کا فرقوم ہلاک ہوگئے۔ حضرت نوح مَالِینلا اور اُن کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والے اِس عذاب سے مخفوظ رہے۔

حضرت ابراہیم مَلاَیلاً کا زمانہ 1861 قبل مسیح کا ہے۔ آپ عراق کے شہر اُز میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایک ایسے ماحول میں جنم لیاجہاں ایک طرف ستارہ پر ستی، سورج پر ستی، چاند پر ستی اور بت پرستی کی صورت میں مذہبی شرک اپنے عروج پر تھا اور دوسری طرف نمرود خدائی کا دعویدار تھااور قوم اُسے خدانسلیم کر کے ساسی شرک کا بھی ار تکاب کر رہی تھی۔ حضرت ابراہیم مَالیّنا نے شرک کی اِن دونوں قسموں کی بڑے زور دار انداز سے مخالفت کی اور قوم کو اِن سے بازر ہنے کی تلقین کی۔ قوم نے اُن کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور اِس کے برعکس وہ اُن کی جان کی دشمن ہو گئے۔ پھر اُنہیں آگ کے ایک جوش مارتے ہوئے الاؤمیں ڈال دیا گیالیکن اللّٰد نے ایک معجزے کے ذریعہ اُن کی حفاظت فرمائی۔جو قوم نبی کی جان کی دشمن ہو جائے،اُس سے کسی خیر کی توقع نہیں ہوتی ،الہذا حضرت ابراہیم مَالِینلا نے اپنے علاقے سے ایمان لانے والے چند ساتھیوں سمیت ہجرت کی۔ اِس کے بعد اُنہوں نے جزیرہ نما عرب کے مختلف علا قول میں دعوتِ توحید کو عام کرنے کا مشن جاری رکھا اور کئی مقامات پراس دعوت کے مر اکز قائم کیے۔اللہ نے آپ کو تین بیٹے عطا کیے۔ پہلے حضرت اسلعیل عَلَیْتِلا جن کو آپ نے مکہ میں آباد کیا، دوسرے حضرت اسحاق عَلیّنا فی جن کو آپ نے فلسطین میں بسایا اور تیسرے حضرت مریان جن کومکہ اور فلسطین کے در میان کے علاقہ میں سکونت دی۔

• حضرت نوح مَالِينلا اور حضرت ابراجيم مَالِينلا كا ذكر كرنے كے بعد الله نے فرمايا كه ہم نے اُن دونوں ہى كى نسل ميں ركھ دى نبوت اور كتاب حضرت نوح مَالِينلا كو آدمِ ثانى بھى كہاجاتا ہے كيوں كه اُن كے بعد نسلِ انسانی اُن ہى كى اولادسے جارى رہى۔ ارشادِ بارى تعالى ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهَا هُمُّهِ الْبلقِينَ (الصِّفَّةِ 77: 77) "اور ہم نے اُن کی اولاد کوہی کر دیاباتی رہنے والا"۔

حضرت نوح عَالِيْلا كے تين بيٹے حضرت سام، حضرت حام اور حضرت يافث ايمان لے آئے اور بعد ميں إن ہى سے نسلِ انسانی جاری ہوئی اور ظاہر ہے كه سلسله نبوت بھى پھر حضرت نوح عَالَيْلا ہى كى نسل ميں باقى رہا۔ حضرت ابراہيم عَالِيْلا ، حضرت سام كى نسل ميں سے تھے۔اللہ نے حضرت ابراہيم عَالِيْلا ير اپنى عنايات كى بارش فرمادى:

إِنَّ إِبْرِهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا تِلَّهِ حَنِيْفًا ۗ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ أَهُ شَاكِرًا لِآنُعُهِه ۚ إِجْتَلِمهُ وَ هَاٰلِهُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞ وَ أَتَيْنُهُ فِي اللَّانُيَا حَسَنَةً ۗ وَ إِنَّهُ فِي الْأَخِرَةِ لَهِنَ الطَّلِحِيْنَ أَرْ (النحلُ 120-122)

"بیشک ابراہیم عَالیّتِلاً اپنی ذات میں اللہ کی ایک فرمانبر دار امت سے اور بالکل کیسو سے ابراہیم عَالیّتِلاً اپنی ذات میں اللہ کی بندگی کے لیے) اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ سے اُس کی نعمتوں کے شکر گزار سے، اللہ نے اُن کو چن لیا تھا اور سید تھی راہ پر چلایا تھا۔ اور ہم نے اُن کو دنیا میں بھی بھلائی دی اور وہ آخرت میں بھی نبک لوگوں میں سے ہوں گے "۔

الله نے اپنے ساتھ اُنہیں یہ نسبت دی کہ اپنا ظلیل بنالیا (ادنساء 4 : 125)، لوگوں کے ساتھ اِس یہ اعزاز بخشا کہ اُن کو امام کے مرتبہ پر فائز فرمایا (ادبقرۃ 2 : 124) اور انبیاء کے ساتھ اِس تعلق سے نوازا کہ ابو الا نبیاء کی شان عطاکی یعنی اُن کے بعد تمام انبیاء اُن ہی کی ذریت میں سے تھے۔ حضرت اسمعیل عالیتا کی اولاد میں سے تھے نبی اکرم منگی ایکٹی کے حضرت اسماق عالیتا کی نسل میں کئی انبیاء میہا اس آئے۔ اِن میں سب سے پہلے تھے حضرت یعقوب عالیتا اور آخری تھے حضرت عیسی عالیتا اور آخری سے حضرت میسی عالیتا ہے۔

• آیت کے آخر میں فرمایا فیمنٹھٹہ گھتیں و کیشیر قینٹھٹہ فیسٹھٹون "تو پچھ اُن میں سے ہدایت پررہے اور اکثر اُن میں سے نافر مان نکلے"۔ حضرت نوح مَالِیلا کے چار بیٹوں میں سے جہاں تین ایمان لائے وہیں ایک بیٹا کنعان ایمان لانے سے محروم رہا۔ اللہ نے جب قوم پر عذاب نازل کیا تو اُس کو بھی طوفان میں غرق کر دیا۔ حضرت نوح مَالِیلا نے جب اللہ سے اُس کے حق میں شفاعت کرناچاہی تو اللہ نے جواب دیا:

ینُوْ خُ اِنَّهٔ کَیْسَ مِنَ اَهْدِكَ ۚ اِنَّهٔ عَمَلُ عَنْدُ صَالِحِ (هود $^{11}$ :46) "اے نوح مَالِیتلاً! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں، اُس کا عمل ٹھیک نہیں تھا"۔

گویا اللہ کے نزدیک اہمیت نسلی تعلق کی نہیں بلکہ انسان کی سیرت و کر دار کی ہے۔ اِسی طرح حضرت ابراہیم مَالِیلا کی نسل میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے راہِ ہدایت کو اختیار کی ، اُس پر گامزن ہوئے اور اُسی پر کاربند رہے۔البتہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہوئی کہ جنہوں نے راہِ ہدایت کو چھوڑ دیا،اللہ کی طے کر دہ حدود سے تجاوز کیا اور گر اہی میں بہت دور نکل گئے۔ حضرت ابراہیم مَالِیلا نے اپنی اولا دے حوالے سے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا:

فَیْنُ تَبِعَنِی فَاللَّهُ مِنِی وَ مَنْ عَصَانِی فَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِیْدٌ (ابراهیم 14:36) "سوأن میں سے جس نے میری پیروی کی، اُس کی مجھ سے نسبت ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو (اے اللہ) تو بخشے والا مہربان ہے "۔

اقبال نے کیاخوب کہاہے:

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو پھریسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

یہ آیت تھی تمہیدی نوعیت کی۔اب اگلی آیت سے اصل مضمون کا آغاز ہو تاہے۔

#### آيت27:

 ر کھی اُن کے دلوں میں جنہوں نے اُن کی پیروی کی نرمی اور مہر بانی ... وَ دَهْبَانِیَّةَ إِبْتَدَاعُوهَا ... اور رہانیت (کی بدعت) اُنہوں نے (خود) شروع کی ... مَا کَتَبْنُهَا عَلَيْهِمْ اِلْالْبَتِغَاءَ دِضُوانِ اللّٰهِ ... بم نے اُن کو اِس کا حکم نہیں دیا تھا گر اللّٰہ کی رضا کے حصول کے لیے ... فَهَا دَعُوهَا حَقَّ ... وَعَایَتِهَا \*... پُر اُنہوں نے اُس کو نہیں نہما یا جیسا کہ اُس کو نبمانے کا حق تھا ... فَاتَدُیْنَا الَّذِیْنَ اَمَنُوا مِنْهُمْ اَجْدَهُمْ مَنْ بَیْنَ ہُمَا نَوْ جُو اُن میں سے ایمان لائے اُن کا اجر ... وَ کَشِیْرٌ مِنْ اُمْهُمْ فَلِی فَاوَدُ اُن مِی سے اکثر نافر مان ہیں۔
فیسقُونَ ی اور اُن میں سے اکثر نافر مان ہیں۔

• اِس آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ نے حضرت نوح عَالِیلا اور حضرت ابراہیم عَالِیلا کے بعد پہ بہ پہ گئ رسول میہا ہم جیجے۔ علی ای اور هفه سے مرادیہ ہے کہ تمام رسولوں کی دعوت اور مقصد ایک ہی تھا۔سود ۱۵دنساء <sup>4</sup> آیت 165 میں ارشاد باری تعالی ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةُ البَّعْلَ الرُّسُلِ وَ ا كَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْبًا

"(سب)رسولوں میہالا کو (اللہ نے) خوشنجری سنانے والے اور خبر دار کرنے والے (بناکر جیجا تھا) تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے کوئی حجت نہ رہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والاہے "۔

- اس کے بعد حضرت عیسی عَالِیْلا کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم عَالِیلا کے بیٹے حضرت اسحاق عَالِیلا کی ذریت میں سے آخری رسول ہیں۔ حضرت عیسی عَالِیلا کے بعد نبی اکرم مُنَافِیْلاً کی بعثت ہوئی کی ذریت میں سے آخری رسول ہیں۔ حضرت عیسی عَالِیلا کے بڑے بیٹے حضرت اسلمعیل عَالِیلا کی نسل سے کیان آپ مُنَافِیلا کو اللہ نے انجیل عطا فرمائی اور اُن کے پیرو کاروں یعنی عیسائیوں کو اللہ نے ایک خاص ماطنی وصف عطافر مایا یعنی دلوں میں نرمی اور گداز۔
- دل میں نرمی اور گداز کی کیفیت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ نبی اکرم مَثَّلَ اللَّهُمُ کااِر شاد ہے:
  مَن یُّخْدَمِ اللَّهُ فَقَ یُخْدَمِ الْخَیْدَ (۱)

<sup>(</sup>۱) صحيم مسلم، كتاب البِرِّوالصِّلَةِ وَالآدَابِ، باب فَضْلِ الرِّفْقِ عن جرير ثُلَّاثُمُّ 127

"جو کوئی دل کی نرمی سے محروم ہو گیاوہ خیر سے محروم ہو گیا"۔

یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ عیسائیوں کے دلوں میں نرمی کی کیفیت دراصل روِّ عمل تھا اُن کی ہودیوں کے طرف وہ کی سختی اپنی آخری حد تک پہنچ گئی تھی۔ایک طرف وہ دنیا داری میں بری طرح ملوث ہو کر احکاماتِ شریعت کو پامال کرنے میں جری تھے اور دوسری طرف حضرت عیسی عَالِیٰ کی دشمنی میں انتہائی پستی پر اتر آئے تھے۔ یہودیوں کے دلوں کی سختی کا ذکر اِسی سورۃ کی آیت 16 میں اِس طرح آیا:

وَلا يَكُونُواْ كَالَّذِيْنَ اُوْتُواالْكِتْبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَلُ فَقَسَتُ قُانُوبُهُمْ لوَ كَالَيْهِمُ الْأَمَلُ فَقَسَتُ قُانُوبُهُمْ لوَ كَالَيْهِمُ الْأَمَلُ فَقَسَتُ قُانُوبُهُمْ لَا يَكُونُهُمْ فَيَعْدُنَ كَنْ يُدُرُّ وِمِنْهُمْ فَيِسْقُوْنَ

"اورلوگ نہ ہو جائیں اُن کی طرح جن کو کتابیں دی گئی تھیں اِس سے پہلے ، پھر اُن پر زمانہ طویل گزر گیا(غفلت میں) توسخت ہو گئے اُن کے دل اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں "۔ سود ۱۵ لبقد ق<sup>2</sup> آیت 74 میں بیر مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمُ مِّنْ بَعْلِ ذٰلِكَ فَهِى كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَكُّ قَسْوَةً وَ لِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ اَوْ اَشَكُ قَسْوَةً وَ لِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْمَاءُ وَلِنَّ مِنْهَا لَهَا يَشَقَّقُ فَيَخُرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَلِنَّ مِنْهَا لَهَا يَشَقَّقُ فَيَخُرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَلِنَّ مِنْهَا لَهَا يَشَعَلُونَ مِنْهَا لَهَا يَعْمَلُونَ مَنْهَا لَهَا يَعْمَلُونَ مَنْهُ الْمَاءُ وَمَا اللهُ بِغَافِل عَبَّا تَعْمَلُونَ

" پھر اِس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پھر ہیں یاان سے بھی زیادہ سخت اور پھر اور ابعض ایسے ہوتے ہیں پھر تو بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں سے چشمے پھوٹ نگلتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہ پھٹ جاتے ہیں اور اُن میں سے پانی بہنے لگتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے "۔

• عیسائیوں کی رفت قبی کے ذکر کے بعد اب وہ مضمون آرہاہے جس کے لیے ایک طویل تمہید باندھی گئی۔ یہود کی قساوتِ قلبی اُنہیں دنیا داری کی انتہا پر لے گئی اور عیسائیوں کی رفت قبی مترکِ دنیا کی گر ابھ تک جا پہنچی۔ عیسائیوں نے کاروباری معاملات اور شادی بیاہ کے تعلق کو اللہ کے ساتھ لولگانے اور آخرت کی تیاری کی راہ میں رکاوٹ سمجھا۔ اُنہوں نے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ربہانیت کی بدعت ایجاد کرلی۔ طے کیا کہ ہم آبادیوں سے دور غاروں اور

راہب خانوں میں رہ کر اللہ اللہ کریں گے،سبزیوں پر گزارا کریں گے،نہ شادی کریں گے،نہ کاروبار کریں گے اور نہ مرغن غذائیں استعال کریں گے۔

- انہوں نے یہ سب نیک نیتی سے کیا تھا۔ ما گنتہ نظا عکی فی در اللہ ابتہ خاتا دِخوانِ الله کے دومفہوم ممکن ہیں۔ پہلا یہ کہ ہم نے اُن کور ہبانیت کا حکم نہیں دیا تھا مگر اِس بات کا کہ اللہ کی رضاحاصل کریں۔ یعنی اللہ کی رضاجو کی کو اپنا مقصود و مطلوب اور نصب العین بنالیں۔ دوسر امفہوم یہ ہم نے اُن پر رہبانیت اختیار کر نالازم نہ کیا تھا مگر اُنہوں نے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ایک غیر فطری طریقہ خود سے ایجاد کر لیا۔ بہر حال عیسائیوں کار ہبانیت اختیار کرناکسی فسادِ نیت کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ جو بچھ کیا تھا اللہ کی رضاجو کی کے لیے کیا تھا لیکن اُن کا نیکی کا جذبہ حد اعتدال سے تجاوز کر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اُن کی رہبانیت کا تذکرہ مذمت کے اسلوب میں نہیں کیا۔
- آیت کے اگلے حصہ میں فرمایافیاً رَعُوْهاً حَقَّ رِعَاییّتها" پھر اُنہوں نے اُس کو نہیں نبھایا جیسا کہ اُس کو نبھانے کا حق تھا"۔ رہانیت کے نام پر اپنے لیے چند پابندیاں اختیار کرلیں لیکن پھر اُن کو نبھانہ سکے۔ انسان کے فطری تقاضے اور داعیاتِ نفس بڑے منہ زور ہیں۔ اُن کو کچلنے کی کوشش میں انسان لازماً شکست سے دوچار ہو تا ہے۔ رہبانیت کے پر دے میں وہ پچھ ہوا کہ اِس کی تاریخ بر ترین دنیاداری اور ہو س پر ستی کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ بظاہر زہد کالبادہ اور شےر کھا لیکن در حقیقت اللہ اور بندے کے در میان واسطہ اور وسیلہ بن کر ، نذرانوں اور صد قات کی وصولی کے ذریعہ عوام الناس کاخون نچوڑا گیا۔ اِسی لیے اقبال نے کہا:

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پر دے پیر ان کلیسا کو کلیسا سے اُٹھا د و

راہب خانوں میں راہب اور راہبائیں تجرد کی زندگی بسر کرتے ہوئے اللہ اللہ کرتے ہوئے دکھائی دیے لیکن اندرونی طور پر شہوت رانی اور درندگی اِس انتہا کو پہنچی کہ راہب خانوں کے تہہ خانوں سے ناجائز بچوں کے قبرستان بر آمد ہوئے۔ گویاز ہدکے پر دے میں بدکاریاں بھی جاری رہیں اور ناجائز اولا دکے گلے بھی گھونٹے جاتے رہے۔

• آیت کے آخری حصہ میں فرمایا فاتیکنا الّذِین امَنُوْا هِنَهُمُّهُ اَجُرَهُمُوْ وَ کَشِیْرٌ مِّنْهُمُّهُ فَسِقُوْنَ "پس ہم نے دیااُن کو جو اُن میں سے ایمان لائے اُن کا اجراور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں "۔
ایمان لانے والوں سے مرادوہ نیک اور راست بازعیسائی ہیں جو نبی اکرم مُنگاتِیُمٌ پر ایمان لانے کی سعادت سے بہر ور ہوئے۔ اِن میں سب سے نمایاں ہیں حبشہ کے بادشاہ شاہ نجاشی وَقُولَةُ وَقُولَةُ اِس کے علاوہ اور بھی عیسائی، وفود کی صورت میں مکہ آکر حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے رہے۔ اِن کے ایمان لانے اور اجرو تواب کا تذکرہ اللہ نے اِس طرح کیا:

لَتَجِكُنَّ اَشَكُاللَّاسِ عَدَا وَةً لِلَّذِينَ اَمَنُوا الْيَهُودَ وَ الَّذِينَ اَشُرَكُوْا وَ لَتَجِكَنَّ اَقْرَبَهُمْ مُّودَةً وَلِلَّذِينَ اَشُركُوْا وَ لَتَجِكَنَّ وَاقْرَبَهُمْ مُّودَةً وَاللَّذِينَ اَمْنُوا الَّذِينَ اَمْنُوا الَّذِينَ اَمْنُوا الَّذِينَ اَمْنُوا الَّذِينَ اَمْنُوا الَّذِينَ وَ الْخَاصِمُوا مَا الْخِلْ بِلَكَ مِنْهُمْ وَسِينِيسِيْنَ وَ رُهُبَانًا وَ اللَّهُمُ اللَّهُ مِنَ اللَّهُمِ مِنَ اللَّهُمِ مِنَا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ فَي يَقُولُونَ رَبَّنَا اَمَنَا الْمَثَا فَاكْتُبُنَا مَعَ الشَّهِدِينَ ﴿ وَمَا لَكَ اللَّهُ عِنَا اللَّهُ عِنَا اللَّهُ عَلَيْهُمُ اللهُ بِمَا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ فَي يَقُولُونَ رَبَّنَا الْمَثَا الْمَثَا الْمَثَالِ اللهُ عَلَيْ اللهُ عَلَيْكُ مِنَ اللَّهُ عَلَى اللهُ عَلَيْكُ اللهُ ا

"ہم دیھوکے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دسمی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور دوسی کے لحاظ سے مومنوں کے قریب تر اُن لوگوں کو پاؤگے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اِس لیے کہ اُن میں عالم بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب اُنہوں نے سنااُس کلام کو جور سول سَکَاتِیْمِ پر نازل کیا گیاتو تم دیکھتے ہوں کہ اُنہوں نے حق بات پہچان کی اور وہ کو کہ اُنہوں نے حق بات پہچان کی اور وہ راللہ کی جناب میں عرض کرنے گئے کہ اے رب! ہم ایمان لے آئے، لیس ہمیں شامل فرمالے (حق کی) گواہی دینے والوں میں اور ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اُس حق پر جو ہمارے پاس آچکا ہے اور ہم اُمیدر کھتے ہیں کہ ہمارارب ہمیں نیک بندوں کے ساتھ (جنت میں) واخل کرے گا۔ تو اللہ نے ان کو اِس کہنے کے عوض (جنت کے) باغ عطا فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور باغ عطا فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور باغ عطا فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور باغ عطا فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور باغ عطا فرمائے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور نوگوں کا یہی صلہ ہے "۔

البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ عیسائیوں میں ایمان لانے والوں کی تعداد قلیل تھی اور اُن کی اکثریت فسق و فجور کے اندر مبتلا ہو چکی تھی۔ سینٹ پال نے تثلیث، کفارہ اور شریعت کے ساقط ہونے کے گر اہ نظریات کے ذریعہ عیسائیت کو پال ازم بنادیا اور بے عملی کی انتہا پر پہنچادیا۔

اِس آیت میں رہانیت کا آغاز کرنے کے حوالے سے اِبْتَ کَ عُوْا کا لفظ آیا ہے۔ اِس لفظ کے مادہ ب دع سے ایک اہم اصطلاح بنتی ہے "برعت "۔ گویار ہبانیت ایک بدعت تھی جو عیسائیوں نے ایجاد کی۔ جس طرح شرک، توحید کی ضدہے، بالکل اِسی طرح بدعت ضدہے سنت کی۔ بدعت کا آغاز کرنے والے سنت پر عمل سے محروم کردیے جاتے ہیں۔ اِرشادِ نبوی سَلَّ اللَّیْامِ ہے:

مَنَا اَحْدَتَ قَوْمٌ بِدُعَةٌ إِلَّا دُفِعَ مِشْلُهُا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكُ بِسُنَّةٍ خَدْرٌ مِنْ اللَّ اللَّهُ اَلِمِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكُ بِسُنَّةٍ خَدْرٌ مِنْ اللَّهُ اَلِمِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكُ بِسُنَّةٍ خَدْرٌ مِنْ اللَّهُ اَلَٰ وَفِعَ مِشْلُهُا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكُ بِسُنَّةٍ خَدْرٌ مِنْ اللَّهُ اللِّهُ اللَّهُ ا

"نہیں ایجاد کرتی کوئی قوم کسی بدعت کولیکن اُٹھالی جاتی ہے اُسی مانند کوئی سنت،الہذ اسنت کومضبوطی سے تھامنا بہتر ہے بدعت ایجاد کرنے سے"۔

سلف صالحین کے نزدیک بدعت ایک ایبانو ایجاد طریقه عبادت ہے جس کا آغاز ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول الله مَا اَلَّا اِلْمَا اِلَّا اِللَّهُ مَا اللهُ مَا اللَّهُ مَا اللهُ اللهُ مَا اللهُ اللهُ مَا اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ ا

مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِ نَا هٰ لَهٰ اَمَا لَيْسَ مِنْ فُفَهُوَ دَدُّ (٢) "جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئ چیز داخل کرے جو دین میں داخل نہیں وہ مر دود ہے"۔

<sup>(</sup>١) مسنداحمد،كتابمُسْنَدُالشَّاميينَ،بابغُضَيْفِبْنِ انْحَارِثِ، عَنْ غُضَيْفِبْنِ انْحَارِثِ ثُلْاثَةً

اِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيْثِ كِتَنَا اللهِ وَ أَحْسَنَ اللهَ لَى هَدْى مُحُمَّدٍ وَقَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَةً وَكُلُّ مُحْدَةً وَكُلُّ مُحْدَةً وَكُلُّ مُحْدَةً وَكُلُّ مُحْدَةً وَكُلُّ مَلَالَةً وَكُلُّ مَلَالَةً وَكُلُّ مَلَالَةً وَفَالنَّالَةِ فِي النَّارِ (ا) مُحْدَةً اللهُ مُحَدِّمَ اللهُ كَلَ كَتَابِ ہِ اور بہترین طریقہ محد مَثَلَ اللهٔ مُحَدِّمَ الله کی كتاب ہے اور بہترین طریقہ محد مَثَلَ اللهٔ الله على كتاب ہے اور بہترین کام وہ ہے جو نیا ایجاد کیا جائے اور ہر نیا ایجاد کیا گیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گراہی ہے اور گراہی آگ میں لے جانے والی ہے "۔

وَعَظَنَا رَسُولُ اللّهِ مَوْعِظَةً وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، وَذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ، فَقُلْنَا: يَارَسُولَ اللّهِ كَأَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُودِّع فَأَوْصِنَا، قَالَ: أُوْصِيْكُمْ بِتَقُوَى اللّهِ وَالشَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْلٌ حَبَيْقٌ، وَانَّذْ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيْرى إِخْتِلَافاً حَبْيُراً، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ فَسَيْرى إِخْتِلَافاً حَبْيُراً، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُهْدِيِيْنَ عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَايَّاكُمْ وَعُمْدَاتَاتِ الأُ مُودِ، فَإِنَّ كُلَّ اللهُ مِودٍ، فَإِنَّ كُلَّ بِلْمَعْدِيْنَ عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَايَّاكُمْ وَعُمْدَاتِ الأُ مُودٍ، فَإِنَّ كُلَّ اللهُ مَودٍ، فَإِنَّ كُلَّ

"صحابہ کرام ن گانڈ کا بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نصیحت فرمائی اللہ کے رسول منگانڈ کے اسول منگانڈ کے اسو بہنے الی نصیحت کہ جس کو سن کر (ہمارے) دل دہل گئے (ہماری) آئھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول منگانڈ کا بید نصیحت تو گویار خصت کرنے والے کی وصیت لگتی ہے تو آپ ہمیں وصیت فرمائے۔ آپ منگانڈ کا فرمایا میں تمہیں وصیت کر تاہوں اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی اور اپنے حاکموں کے احکام سننے اور قبول کرنے کی، خواہ وہ حاکم ایک حبثی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ میرے بعد جو زندہ رہے گاوہ بہت اختلاف دیکھے گا پس تم میر کی سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اپنی اور انہوں کے ہوئی جاری کی ہوئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گر ابی ہے "۔

<sup>(</sup>١) سنن النسائى، كتاب صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ، باب كَيْفَ الْخُطْبَةُ، عَنْ جابرِ الْأَثْنَا

 <sup>(</sup>۲) سنن الترمذى، كتاب العلم، باب مَا جَاءَ فِي الأَّخْذِ بِالشَّنَّةِ وَاجْتِنَا بِ الْمِدَعِ وسنن ابى داؤد، كتاب الشُّنَةِ، باب في ثُرُ ومِ الشُّنَةِ، عَنْ الْعِرْبَ الْصِيرَةِ عَلَيْنَ اللَّهِ الْمُعْرَةِ الْمُعْرَةِ الْمُعْرَةِ الْمُعْرَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ اللَّهِ عَلَيْهِ اللَّهِ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهِ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللللْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ اللللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُ الللْمُلْمُ الللْمُلْمُ اللْمُلِمُ الللْمُ اللَّهُ اللْمُلْمُ الللْمُ اللللْمُ اللَّهُ اللَّهُ ا

آنا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحُوْضِ فَمَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْ هُ وَمَنْ شَرِبَ مِنْ هُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْلَهُ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحُوْفِ فَمَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْ هُ وَمَنْ شَرِبَ مِنْ هُ فَاقُوْلُ إِنَّهُمْ مِنِيْ أَبَكَ الْمَاءُ لَكُو الْحُوْلُ الْحَقَّالُ الْمَيْنِي وَبَيْنَ هُمْ فَاقُوْلُ الْحَقَّالُ الْمَيْنِي وَبَيْنَ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللْلِللْلِللْلِلْلِلْ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ اللللِّلِلللْلِلْلِللْمُ الللَّهُ اللللِّلِلْمُ الللَّهُ اللللْمُ الللَّهُ الللِّلِللْمُ الللِّلِلْمُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الللَّهُ الْمُؤْمِلُ اللللِّلِلْمُ الللِّلْمُ الللَّهُ اللللْمُ الللِّلِلْمُ الللِّلْمُ الللِّهُ الْمُؤْمِلُ اللللِّلِللْمُ اللللْمُ الللَّهُ الْمُؤْمِلُ الللِّلِلْمُؤْمِلُولُ الللَّهُ الْمُل

مندِ احد میں روایت ہے کہ:

إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْرَحُ أُغُوِى عِبَادَكَ مَا دَامَتُ أَرُوَاحُهُمْ فِي الْأَسْتَعُولُ عَبَادَكَ مَا اسْتَغُفَرُونَ (١) الْجُسَادِهِمُ قَالَ الرَّبُّ وَعِزَّتِي وَجَلَا لِي لَا أَزَالُ أَغُفِرُ لَهُمُ مَا اسْتَغُفَرُونِ (١)

"بلاشبہ شیطان نے کہافتہم ہے تیری عزت کی اے رب! میں برابر تیرے بندوں کو گمراہ کر تارہوں گا جب تک اُن کی روحیں اُن کے جسم میں ہیں۔ رب تعالی نے فرمایا فتہم ہے میری عزت کی اور بلند مرتبت کی کہ میں برابر اُنہیں معاف کر تارہوں گا جب تک وہ مجھ ہے ہے۔
سے بخشش ما نگتے رہیں گے "۔

شیطان نے پھریہ تدبیر کی کہ انسانوں کو بدعات میں لگا دو جنہیں وہ گناہ نہیں بلکہ ثواب کا کام سمجھیں اور لہٰذاایسے کاموں پر اللہ سے بخشش مانگنے کا امکان ہی باقی نہ رہے۔

• دین اسلام میں رہانیت کی بدعت کی بڑی سختی کے ساتھ نفی کی گئے ہے تاکہ اُمتِ مسلمہ کواِس گراہی سے محفوظ رکھا جاسکے۔ نبی اکرم سُلَّا اللَّهِ اِلْمَا اُللَّامِ اللَّامِ الللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ الللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ الللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ الللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ اللَّامِ الللَّامِ اللَّامِ اللَّ

<sup>(</sup>۱) صحير البخارى،كتاب الفتن، باب مَا جَاءَفى قَوْلِ اللهِ تَعَالَى: {وَاتَّقُوا فِتُنَةَ لاَتُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمُ خَاصَّةً }، عَنْ سهل بن سعد اللَّهُ وَ

<sup>(</sup>٢) مسنداحمد، كتاب مُسْنَدِ الْمُثَكِّرِينَ، باب مُسْنَدُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدُوتِي، عَن أَبِي سَعِيدٍ الْخُدُوتِي وَالْفَيْةِ

<sup>(</sup>٣) "لَا زِمَا مروَلًا خزام وَلَا مَهْبَانِيَّة وَلَا تبتل وَلَا سياحة في الْإِسْلَام "

غريب الحديث لابن قتيبة، جزء ١٠ باب أَلْفَاظ من أَحاديث المولد والمبعث، عَن طَاوُوس لِمُالْتُنَّةُ

"اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں"۔بلاشبہ اسلام دین فطرت ہے۔ یہ دین ایک الیمی راہ کی تعلیم دین فطرت ہے۔ یہ دین ایک الیمی راہ کی تعلیم دیتا ہے جس میں ضبطِ نفس (self annihilation) ہے، نفس کشی (self annihilation) نہیں ہے۔ تمام فطری و جبلی تقاضوں کی چند حدود و قیود کے ساتھ تسکین کا بھر پور سامان ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے:

قُلُ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَكَ اللهِ ال

نبی اکرم صَلَّاللَّهُ عِنْ كاار شادي:

ٱلرَّهَادَةُ فِاللَّهُ نَيَالَيْسَتُ بِتَعْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلاَ إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلْكِنَّ الرَّهَا وَقَ فِ اللَّهُ نَيَا أَنْ لَّا تَكُونَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْتَقَ مِمَّا فِيْ يَدِاللهِ (١)

" د نیامیں زہد کے معنی میہ نہیں کہ آد می حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلے اور نہ ہیہ کہ مال کو ضائع کرے ، لیکن زہد کے معنی میہ ہیں کہ تمہیں زیادہ اعتماد اُس شے پر ہو جو اللہ کے ہاتھ میں ہے یہ نسبت اُس کے جو تیرے ہاتھوں میں ہے "۔

آپ مَلَّالَّيْنِمُ نِهِ اِسِنِ اِبْضَ سَا تَصُول کُورَ کِ دِنیا کی طرف ماکل پایا توبڑی تَحْق سے منع فرمایا: لَا تُشَدِّدُوْا عَلَى اَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ اَفَانَ قَوْماً شَدَّدُوْا عَلَى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّد اللهُ عَلَيْهِمْ اَفْتِلْكَ بَقَايَا هُمْ فِي الصَّوَامِع وَالدِّينَادِ (٢)

"ا پنے اوپر زیادہ سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی، پھر بے شک ایک قوم (یعنی عیسائیوں) نے اپنے اوپر سختی کی تواللہ نے اُن پر سختی کی پس راہب خانوں اور گرجوں میں اُن کے بقایا بیٹھے ہیں"۔

بخاری ومسلم میں ایک واقعہ نقل ہواہے کہ:

جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهُطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّيِّ ثَلَيُّا أَي يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ثَلَيُّا أَمُ فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ثَلَيْنِكُمْ قَلُ خُفِرَ لَهُ مَا

<sup>(</sup>١) سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب مَا جَاءَ في الزَّهَا دَوِّ في الدُّنْيَا، عَنْ ابي ذر طالنَّهُ

 <sup>(</sup>۲) سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی انحسد، عَن انسِ بن مالكِ رُلِيَّنْ مُنْ

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَحَدُهُمُ أَمَّا أَنَا فَإِنِّى أُصِّلِى اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَصُوْمُ اللَّهُمْ وَلَا أُفْطِرُ وَقَالَ آخَرُ أَنَا أَعْتَرِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَرَقَّمُ أَبَدًا لَجَاءَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْهِمُ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَنْهُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا أَمَا وَاللهِ إِنِّى لَأَخْشَاكُمْ بِللهِ وَأَتَقَاكُمْ لَهُ للكِنِي أَصُومُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِّى وَأَدْقُلُ وَأَتَرَقَّمُ النِيسَاءَ فَمَن رَخِبَ عَن سُنَّتَى فَلَيْسَ مِنَى اللهِ اللّهِ اللهِ اللّهِ اللهِ الللهِ اللهِ اللّهِ الللّهِ الللّهِ اللللّهِ الللللّهِ الللّهِ الللّهِ الللّهِ ال

"رسول الله مَنَّ النَّيْرَ عَلَى عَبادت كى كيفيت بتائى گئى تو گويا أنہوں نے آپ مَنَّ النَّيْرَ كى عبادت كا حال و كيفيت بوچيخے آئيں۔ جب اُنہيں آپ مَنَّ النَّيْرَ كَى عبادت كى كيفيت بتائى گئى تو گويا أنہوں نے آپ مَنَّ النَّيْرَ كَى عبادت كو كم سمجھا۔ پھر اُن لو گوں نے كہا ہم كہاں اور نبى مَنَّ النَّیْرِ اَ كہاں يعنی ہميں آپ مَنَّ النَّیْرِ اُس سے كيانسبت۔ الله تعالیٰ نے تو اُن كے اگلے پچھلے گناہوں كو معاف كر ديا ہے۔ پھر اُن مِن سے ایک شخص نے كہا میں تو اب تمام رات نماز پڑھا كروں گا۔ دو سرے نے كہا ميں تو اب تمام رات نماز پڑھا كروں گا۔ دو سرے نے كہا ميں عور توں ميں ہميشہ روزہ رکھا كروں گا اور كھى افطار نہيں كروں گا۔ ایک اور نے كہا ميں عور توں سے الگر ہوں گا اور كھى نكاح نہيں كروں گا۔ اسے ميں اُن كے پاس نبى مَنَّ النِّیْرِ مُنْ شریف لائے اور فرمایا تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے بید ہماہے۔ سنواللہ كی قسم اِمیں تہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈر تا ہوں اور اُس كی نافر مانی سے بچنے كا زیادہ خیال رکھتا ہوں، مگر (ديكھو) ميں روزہ بھی رکھتا ہوں اور (رات میں) نماز بھی پڑھتا میں روزہ بھی ہوں اور عور توں سے نكاح بھی كر تا ہوں ۔ پس جو شخص ميری سنت سے میں مور اور عور توں سے نكاح بھی كر تا ہوں ۔ پس جو شخص ميری سنت سے منہ موڑے گائیں کا مجھ سے كوئی تعلق نہيں "۔

حضرت عبدالله بن عمروبن العاص رُقَالِقُنُهُ كو عبادات سے بہت شغف تھا۔ نبی اكرم مَنَّ اللَّيْمُ كو عبادات كے جوالے سے أن كے معمولات كى خبر ہوكى تو آپ مَنَّ اللَّيْمُ لَا اللهِ عَالَ اللهِ اَن اَللهِ عَمْدُ اللّهِ اَن اللهِ اَنْ اَللهِ اَنْ اَللهِ اَنْ اَلَٰهُ اَنْ اَللهِ اَنْ اَنْ اَللهِ اَنْ اَللهِ اَنْ اَللهِ اَنْ اَللهِ اَنْ اَللهِ اَنْ اَللهِ اللهِ اللهِ اَنْ اللهِ ا

<sup>(</sup>۱) صحيح البخارى، كتاب النكاح، باب التَّرْغِيبِ في النِّكَاحِ وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب السُرِّحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنْ تَاقَتُ نَفْسُهُ إِلْمُهِ وَوَجَلَمُ وَنَهُ ...، عَنْ انسِ مِنِ مالكِ رَّالُّهُ الْمُ

حَقًّا وَّإِنَّ لِيَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّإِنَّ لِيَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (١)

"اے عبداللہ! کیا مجھے خبر نہیں کی گئی کہ تم دن بھر روزے سے رہتے ہواور رات بھر نفل نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں اے اللہ کے رسول مَثَا اللهٰ اُلَّمُ اَللَّهُ اَلٰهُ مَاز پڑھواور سویا بھی فرمایا ایسانہ کرو۔ (نفلی) روزہ رکھا کرواور چھوڑا بھی کرواور رات میں نماز پڑھواور سویا بھی کرو۔ پس بے شک تمہاری آئھ کا بھی تم پر حق ہے اور بے شک تمہاری آئھ کا بھی تم پر حق ہے اور بے شک تمہاری آئے کا بھی تم پر حق ہے اور بے شک تمہاری آئے والے کا جھی تم پر حق ہے اور بے شک تم سے ملنے آنے والے کا بھی تم پر حق ہے اور بے شک تم سے ملنے آنے والے کا بھی تم پر حق ہے اور بے شک تم سے ملنے آنے والے کا بھی تم پر حق ہے اور سے شک تم سے ملنے آنے والے کا بھی تم پر حق ہے اور سے شک تم سے ملنے آنے والے کا بھی تم پر حق ہے "۔

بدعت کی نفی اور سنت کے احیاکاکام ہمارے ایمان کالازمی تقاضاہے اور اِس حوالے سے ہمیں
 کسی مداہنت یا مصلحت سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ ارشاداتِ نبوی مَلَّ لَیْدِیمِ ہیں:

مَا مِنْ نَّبِيِّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَ أَصْحَابُ يَّأَخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ ثُمَّرًا نَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِقَلْبِهِ فَهُو مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذلك مِن الْايْمَان حَبَّةُ خَرْدل (٢)

"الله تعالی نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی نبی عَالِیْلُا نہیں بھیجا مگریہ کہ اُس کے پچھ حواری اور صحابی ہوتے تھے جو اُس نبی عَالِیْلُا کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اُس کے احکامات کی پیروی کرتے تھے۔ پھر اُن کے بعد اُن کے جانشین ایسے لوگ بن جاتے ہیں جو احکامات کی پیروی کرتے نہیں اور کرتے وہ ہیں جس کا حکم ہی نہیں دیا گیا۔ تو جو کوئی اُن سے بہاد کرے گا وہ مومن شار ہو گا اور جو کوئی اُن سے زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن شار ہو گا اور جو کوئی اُن سے زبان سے جہاد کرے گا وہ بید تورائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں "۔

<sup>(</sup>١) صحيح البخارى،كتاب الصوم، باب حَقِّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ

<sup>(</sup>٢) صعيرمسلم، كتاب الايمان، باب بَيَانِ كَوْنِ النَّهْي عَنْ الْمُنْكَرِمِنْ الْإِيمَانِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَشْعُودٍ اللَّهُ

إِنَّ الرِّيْنَ بَنَا غَرِيْبًا وَيَرْجِعُ غَرِيْبًا فَطُولِى لِلْغُرَبَآءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَلَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتَىُ (أ)

" یہ دین ایک اجنبی صورت میں شروع ہوا اور یہ پھر ویباہی ہوجائے گا جیسے شروع ہوا تھا تو اِن اجنبی پر دیسیوں کے لیے خوشخبری ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اِس بگاڑ کی اصلاح کریں گے جو میرے بعد لو گوں نے میری سنت میں پیدا کر دیا ہو گا"۔

دراصل یہ شیطان ہے جو اللہ کے نیک بندوں کو کونوں کھدروں، خانقاہوں اور آبادیوں سے دور غاروں میں بھا کر عبادات اور ریاضتوں کی راہ بھاتا ہے تا کہ معاشر ہے میں ظلم و ستم کرنے والوں کو کھلی چیوٹ مل جائے اور وہ بغیر کسی مز احمت کے لوٹ کھسوٹ جاری رکھیں۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ وہ ایک ہی ہتھیار سے سب کو شکار نہیں کر تا۔ اول تو وہ سید ھی راہ کی طرف آنے ہی سے روکتا ہے۔ اگر کوئی شخص شیطانی حملوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ایمان اور عمل صالح کی منزلیں طے کررہا ہے ، تو شیطان اُس کی توجہ آخری منزل یعنی اِ قامتِ دین کی جد وجہد سے ہٹا کر تزکیہ کنش کے خانقاہی تصور کی طرف چیر دیتا ہے۔ بس اپنی ہی ذات کو رگڑے میں ، روزانہ روزے رکھنے میں ، مشغول رہو پوری پوری رات عبادات میں لیکن میرے مقابلے میں نہ آؤ، میرے نظام کو چینے نہ کرو، استحصالی واستبدادی نظام کے لیے خطرہ نہ بنو۔ ذاتی نیکی کے اعتبار سے انتہائی یارسا شخص کاذکر ایک حدیث میں یوں بیان کیا گیا:

ٱۅٛػؽ١ڵڷڰٛ ﷺ وَأَنَّ إلى جِبْرَيِيْلَ آنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَنَا وَكَنَا بِأَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّانَّ و فِيهُمْ عَبُدَكَ فُلانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبُهَا عَلَيْهِمْ فَإِنَّ وَجُهَهُ لَمْ يَتَمَعَّ فَيَّ سَاعَةً قَطُّ (٢)

"رسول الله مَثَالَيْنَيْمْ نِهِ فرماياكه الله تعالى نے جرائيل عَلَيْمِلاً كي طرف وحي فرماني (اور تھم

<sup>(</sup>۱) سنن الترمذى، كتاب الايمان، باب مَا جَاءَأَنَّ الْإِسْلاَمَ بَكَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا، عَنْ عمروبن عوف الله

<sup>(</sup>٢) شعب الايمان، كتأب التاسع والثلاثون من شعب الإيمان، بأب أحاديث في وجوب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، عَنْ جابِر رَاتُنْ اللهُ

دیا) کہ فلاں شہر کو مع اُس کے باشندوں کے اُلٹ دو۔ جبر ائیل عَلَیْتِلاً نے عرض کی: اے پرورد گار! اُن لو گوں میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھیکنے کے دوران (یعنی ایک لحمہ) بھی تیری نافر مانی نہیں گی۔ اللہ تعالی نے فرمایا: اُس شہر کودیگر باشندوں کے ساتھ اُس پر بھی الٹ دو، کیوں کہ (شہر والوں کے کر تو توں پر) میری خاطر اُس کا چبرہ ایک گھڑی بھی متغیر نہیں ہوا"۔

غور کیجے ایک شخص یہاں تک آگیا کہ اُس نے اللہ کو پیچان لیا اور طے بھی کر لیا کہ جھے اللہ ہی کی رضا حاصل کرنی ہے۔ گویا اُس کا نصب العین بھی درست ہو گیا۔ پھریہ کہ اپنے نفس کی شرار توں پر بھی قابو پالیا۔ اب آخرت کی تیاری کے لیے گناہوں سے پی رہاہے، حرام خوری سے اجتناب کر رہاہے اور فواحش و منکر ات سے بالکل دور ہے۔ انتہایہ ہے کہ پلک جھپنے میں بھی اللہ کی نافر مانی نہیں کر رہا، لیکن آخری مر طے پر شیطان جو داؤاور اڑ نگا لگا تاہے وہ یہ ہے کہ اب اُس کارخ موڑ دیتاہے صرف اپنی ذاتی اصلاح ہی کی طرف تا کہ وہ کہیں نظام کی اصلاح کے لیے میدان میں نہ آجائے اور اُس کی نئی کہیں بدی کے لیے چینج نہ بن جائے۔ اِس over لیے میدان میں نہ آجائے اور اُس کی نئی کہیں بدی کے لیے چینج نہ بن جائے۔ اِس emphasis on self purification

اِنْ تَجْتَنْبُواْ كَبَآيِرَ مَا تُنْهُوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمُّ وَنُنْخِلْكُمُ مُّلْخَلَّا كَرِيْمًا (النساء 4:31)

"اگرتم اُن بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کروگ توہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے "۔

اللہ کے محبوب بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اُن کی توجہ بڑے بڑے بڑے مناہوں سے بچنے یعنی فرائض اداکرنے اور حرام سے پر ہیز کرنے پر ہوتی ہے۔اپنے کر دار میں چھوٹی چھوٹی بھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہات کوزیادہ مر کوزکرنے سے صورت وہ پیدا ہوتی ہے کہ مجھر چھانے جاتے ہیں لیکن سالم اونٹ نگل لیے جاتے ہیں۔ کمائی حرام کی ہے لیکن کھانا کھاتے وقت مسنون طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ارشادِ باری تعالی ہے:

اَكَّذِيْنَ يَجْتَذِبُونَ كَبَيْرِ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّهَمَ لَا إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (النجم32:58)

"جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں سوائے کچھ آلود گیوں کے ۔ بے شک اے نبی آپ کارب بڑی بخشش والاہے "۔ رید در رور بودر مرہ سرم بردی میں مرہ کاری بیٹر کار کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَوْنُبُونَ كَلِيِّرَ الْإِثْهِ وَالْفَوَاحِشَ (الشودى 42:37)

"اور جوبڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے پر ہیز کرتے ہیں "۔

علامہ اقبال اپنی معرکۃ الآراء نظم" ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں پیغام دیتے ہیں کہ ابلیسی نظام کو اللہ اصل خطرہ مسلمانوں سے ہے کہ کہیں وہ بیدار ہو کر پھر سے اسلام کے عادلانہ نظام کوغالب کرنے کے لیے سرگرم نہ ہو جائیں۔ابلیس کہتاہے:

ہر نفس ڈر تاہوں اِس امت کی بیداری سے میں ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کا نئات

البيس اپنے خطرات كے سدباب كے ليے مسلمانوں كابه علاج تجويز كر تاہے كه:

مت رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اِسے

پخته تر کر دو مزاجِ خانقابی میں اِسے!

نبی اکرم مَثَلَّ الْمَیْمِ نِے اِس کے برعکس امت مسلمہ کو میدان میں نکل کر باطل کے خلاف مال و جان سے جہاد کرنے کی تلقین فرمائی۔مندِ احمد میں آپ مَثَلِّ اللَّهِ عَمَّا کاارشادِ نقل ہوا:

ڽؙڰؙؙؙؙۣ۠؆ؚڹؠۣۜؠؘۿؠٙٵڹؚؾۜڐؙٞۏٙؠٙۿؠٙٵڹؾۘڐؙۿۮؚۊؚٵڵؙٲۺؖڐؚٱؙۼؚۿٵۮڣۣٛڛٙؠؚؽڸؚٳؠڵ<sup>ڽ</sup>ۅ<sup>(١)</sup>

"ہر نبی کے لیے رھبانیت ہے اور اِس امت کی رہبانیت ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا"۔

بقول اقبال:

نکل کر خانقاہوں سے اداکررسم شبیری کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

<sup>(</sup>۱) مسندا حمد، كتاب مُسْنَدِالْمُكُثِّرِينَ، باب مُسْنَدُأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَن أَنسِ بْنِ مَالِكٍ ثُلَّيْرً 144

اسلام کی تعلیمات کا حاصل ہے ہے کہ دنیا میں ہماری توجہ ظلم کے خاتمہ اور باطل کے استیصال کی طرف رہے۔ ہم ایک انقلابی عمل میں مصروف رہ کر باطل کے ساتھ اُس وقت تک پنجہ آزمائی کرتے رہیں جب تک دین حق غالب نہ ہوجائے۔ انقلابی عمل کے دوران بھی تکالیف اور مصائب آئیں گی، فاقوں کی نوبت آئے گی، پیٹ پر پھر بھی باند سے پڑیں گے، راتوں کو سونا نصیب نہیں ہوگا۔ مختر آیہ کہ وہ ساری مشکلات اور مصائب جو خواہ مخواہ ایک تکلف و تصنع کی شکل میں نظام رہانیت میں انسان اپنے اوپر طاری کرتا ہے، سب کے سب آئیں گی، لیکن اب وہ کار آمد (productive) ہوں گی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس طرح کی مشقتوں کے متیجہ میں معاشرے میں عدل قائم ہوگا اور لوگوں کو سکون میسر آئے گا۔ رہانیت کا نظام نو در حقیقت ایک اعتبار سے ظلم اور شرکو تقویت پہنچا تا ہے۔ نیک لوگ میدان سے ہٹ جاتے در حقیقت ایک اعتبار سے ظلم اور شرکو تقویت پہنچا تا ہے۔ نیک لوگ میدان سے ہٹ جاتے ہیں اور معاشرہ میں ظالموں اور شریروں کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ اب اُنہیں کوئی چیلنج کرنے والانہیں ہوتا اور وہ لوٹ کھسوٹ کی آخری حد کو پہنچ جاتے ہیں۔

### آيت 28:

يَاكِيُّهُا الَّذِيْنَ اَمَنُوا... احر الو الوجو المان لائ ہو!... اتَّقُوا الله ... الله كى نافر مانى سے بچو... و امِنُوا بِرَسُوْلِه ... اور الممان لاؤاُس كے رسول پر... يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِه ... وه دے گا مهميں دو هے اپنی رحت سے ... وَيَجْعَلُ لَّكُمْ نُورًا تَهُشُّونَ بِه ... اور دے گا تمهميں وه نور جس كے ساتھ تم چل سكو گے ... وَيَغْفِرْ لَكُمْ الله عَفْورٌ رَّحِيْمٌ أَنَّ اور تمهيں بخش دے گا... وَالله عَفُورٌ رَّحِيْمٌ أَنَّ اور الله بخشنے والام مربان ہے۔ اور الله بخشنے والام مربان ہے۔

اس آیت میں یَایَّها الَّذِیْنَ اُمْنُوا کے مخاطب دو گروہ ہیں۔ سورۃ کا اختامی حصہ ہونے کے اعتبار سے اور پوری سورۃ کے مضامین کی مناسبت سے خطاب کارُخ مسلمانوں کی طرف ہے اور پچھلی آیت کے ساتھ ربطِ مضمون کے اعتبار سے خطاب کارُخ عیسائیوں کی طرف ہے جو نبی اگرم منگالیّٰیُم سے پہلے مبعوث ہونے والے تمام انبیاء عببالله پر ایمان رکھتے تھے۔ اِس آیت میں دونوں مخاطبین کو تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ تقوی کے لغوی معنی ہیں پچنا۔ اصطلاحی طور پر تقوی کا مفہوم ہے اللہ کی نافر مانی یا اللہ کی ناراضگی سے بچنا۔ ابن کثیر عیسائیڈ نے سورۃ طور پر تقوی کا مفہوم ہے اللہ کی نافر مانی یا اللہ کی ناراضگی سے بچنا۔ ابن کثیر عیسائیڈ نے سورۃ

البقرة كى تفيير كے آغاز ميں حضرت ابى بن كعب ر الله الله كا الفاظ ميں تقواى كى برى عمده وضاحت نقل كى ہے:

سَالَ عُمَرُ أَبِيَّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ الشَّقُوى، فَقَالَ لَهُ أَمَا سَلَتُ طَرِيْقاً ذَا شَوْلِهِ وَقَالَ بَلْ عَلَى فَكُلْكَ الشَّقُوى بَلَى، قَالَ فَلْلِكَ الشَّقُوى الحَرْت عَمِرٌ فَ إِن الْجَالَةُ وَالْجَمَّةُ اللَّهُ الْمَالِكَ الشَّقُولِي المَّلِينَ الْمَالِكَ الشَّقُولِي المَالِحَ الْمَالِكَ الْمَلَّةُ اللَّهِ اللَّهِ الْمَالِكَ الْمَلَّةُ اللَّهُ اللَّ

گویا تقوای ترکِ دنیا کی نفی ہے۔ تقوای اصل میں یہ ہے کہ دنیا میں بھر پور زندگی بسر کرنا، نکاح بھی کرنا اوراپنی گزر او قات کے لیے معاثی بھاگ دوڑ بھی کرنالیکن شیطانی حملوں سے خود کو بچاتے ہوئے دامن کر دار کو گناہوں اور نافر مانیوں سے پاک رکھنا، بقولِ شاعر:

> د نیامیں ہوں، دنیا کا طلب گار نہیں ہوں بازار سے گزراہوں، خریدار نہیں ہوں

تقوای دراصل ایک باطنی کیفیت کا نام ہے۔ مسلم شریف کی ایک روایت کے مطابق آپ سکی طابق آپ سکی طابق آپ سکی طابق آپ سکی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "آلتَّقُوٰی آپ سکی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "آلتَّقُوٰی کی وجہ سے انسان پر ہر وقت خداخو فی اور اُخروی ہوئی تقوای دل میں ہو تاہے۔ تقوای کی وجہ سے انسان پر ہر وقت خداخو فی اور اُخروی جواب دہی کا احساس طاری رہتا ہے، لہذاوہ اللہ کی نافر مانی سے بچتا ہے۔ انسان کو اللہ کی بارگاہ میں قربت تقوای کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے نہ کہ رہیانیت اختیار کرنے سے:

لِنَّ ٱكْرَمَكُمْ عِنْدَاللَّهِ ٱتَقْدَكُمُ (الحجرات49:13) "الله ك نزديك تم مين زياده عزت والاوه بجوزياده متقى بـ"-

<sup>(</sup>۱) صحيح مسلم،كتاب البِرِّوَ الصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب تَحْريهِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ، وَخَلْلِهِ، وَاحْتِقَارِه...، عَنْ ابى هريرة اللَّهُ الْمُسْلِمِ، وَخَلْلِهِ، وَاحْتِقَارِه...، عَنْ ابى هريرة اللَّهُ الْمُسْلِمِ، وَخَلْلُهِ، وَاحْتِقَارِه...، عَنْ ابى

- اِس آیت میں مسلمانوں سے کہاجارہا ہے کہ تم نے س لیا کہ اللہ تعالیٰ کی کیاشان ہے اور اُس کی کیاصفات ہیں۔ تم پر دین کے تقاضے بھی واضح ہو گئے، اِن تقاضوں کوادا کرنے والوں کا حسین انجام بھی بیان کر دیا گیا اور تقاضوں کی ادائیگی سے گریز کی صورت میں برے انجام کی وعید سے بھی تمہیں خبر دار کر دیا گیا۔ دنیا کی زندگی کے فریب کا پر دہ بھی تمہیں آگاہ کر دیا گیا اور اِس دنیا میں و قوع پذیر ہونے والے حادثات کی حقیقت سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا گیا۔ تمہیں یہ بھی بتادیا گیا کہ اللہ کے دین کی نصرت وہ اعلیٰ ترین عمل ہے جس سے انسان کو اللہ اور اُس کے رسولوں کا مددگار بننے کا اعزاز حاصل ہو تا ہے۔ اِس اعلیٰ عمل سے محروم کرنے کے لیے ترکِ دنیا کے شیطانی فریب کو بھی تم پر کھول دیا گیا۔ اب تم پر ججت پوری ہو گئی۔ اب خیر اِس میں ہے دنیا کے شیطانی فریب کو بھی تم پر کھول دیا گیا۔ اب تم پر ججت پوری ہو گئی۔ اب خیر اِس میں ہے کہا جارہا ہے کہ اللہ کی نافر مانی سے بہلے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے کی سعادت سے بہر ور ہو۔ اب آخری رسول کہ تشریف لا بچکے ہیں ، اِن پر بھی ایمان لے آواور اِس حوالے سے اللہ کے علم کی خلاف ورزی کر کے ہمیشہ ہمیش کی سعاد توں سے محروم نہ ہو جاؤ۔
- وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهِ کَ الفاظ مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ اللہ کے رسول مَنْاللّٰهُ مِرْاسِ ملمانوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ اللہ کے رسول مَنْاللّٰهُ مِرْاسِ اللهِ ملمانوں لا فَعَلَى اللهِ ملمانوں لا فَعَلَى اللهِ مَالَا کِیاللّٰ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ

يَاكِتُهَا الَّذِينَ امَنُوْآ امِنُوْا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ

"اے اہل ایمان!ایمان لاؤاللہ اور اُس کے رسول مَنَّالَّالْيَّامُ پر"۔

اِس آیت میں ایمان بالرسالت پر زور اِس لیے دیا گیا کہ اللہ کا تقوٰی اختیار کرنے کے لیے ایک کامل اور متوازن نمونہ (model) صرف اور صرف نبی اکرم مَثَاثِیْنِمُ کی سیر تِ بابر کت میں ہے۔ دیگر جذبات کی طرح نیکی کا جذبہ بھی اندھا ہو تاہے اور بعض او قات بڑھ کر رہبانیت کی

صورت اختیار کر سکتاہے۔اِسے حدود میں رکھنے کے لیے متوازن رہنمائی اللہ کے رسول مُثَالِّیْمِ اِللّٰہِ کے رسول مُثَالِّیْمِ اِللّٰہِ کے رسول مُثَالِّیْمِ اِللّٰہِ کے طرزِ عمل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ار شادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقُدُ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أَسُوةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب33:21)

"يقيناتمهارے ليے الله كر رسول مَنْ اللهُ يَا كَل ذاتِ مباركه ميں بہترين نمونه ہے"۔

یہ وہ اسوؤ حسنہ ہے جس میں نہ دنیا پر ستی ہے اور نہ ترکِ دنیا، اللہ کی قربت کے حصول کے لیے نفسانی خواہشات پر گرفت (control) بھی ہے لیکن فطری جذبات کی تسکین کا سامان بھی، تزكيه النس كے ليے مشقتيں بھي ہيں ليكن نه غير فطرى رياضتيں ہيں اور نه تيسائيں-البته آپ مَنَّالِثَيْنَ کے اُسوہ سے صحیح رُخ پر استفادہ کے لیے دو باتیں اہم ہیں۔ پہلی یہ کہ آپ مَنَّالِثَیْمَ ا کی حیاتِ طبیبہ کے انفرادی واجتماعی دونوں گوشوں سے متعلق سنت کے جو پہلوہیں، اِن سب پر عمل کی کوشش کی جائے۔ دوسرے یہ کہ سنت کے تمام اجزاء کے مابین نسبت و تناسب وہی معمولات میں بھی اُسے تولہ ہی رکھا جائے۔اگر اِسے سیر کر دیا توسیرت پر عمل کی صورت ہی بدل جائے گی۔ ہم بعض فروعی اور اختلافی نوعیت کی سنتوں پر توبہت حساس ہو جاتے ہیں لیکن آپ مُنَّالِيَّنِمُ كى سير تِ مباركه ميں نماياں ترين اور مسلسل نظر آنے والى سنتوں كو فراموش كر دیتے ہیں۔ آپ مَنْکَالَیْمُ کی سب کی بڑی اور موگد ترین سنت ہے دعوت و تبلیغ جس کا ہدف تھا ا قامتِ دین یعنی اللہ کے دین کو غالب کرنا۔ ظہورِ نبوت کے بعد آپ مَگالليَّا اِللهِ اللهِ عالم يا خانقاہ میں بیٹھ کر جلہ کشی ،مر اقبے پار پاضتیں نہیں کیں بلکہ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ لو گوں کو غفلت کے اندھیروں سے نکالا، منظم کیا اور باطل سے عکر اکر حق کا بول بالا کر دیا۔ دنیا میں لو گوں کو ایک عاد لانہ نظام کی چھتری تلے سکون ملا اور آخرت کی تیاری کے لیے بھی ایک ساز گار فضا فراہم ہو گئے۔ اللہ تعالی ہمیں بھی آپ سالٹیٹی کے مبارک اُسوہ کی پیروی کی توفیق مرحمت فرمائے۔اللہ کی رضا اور محبت رہبانیت سے نہیں آپ مَلَا لِیُمَا اُلِیَا اُلِمَ کِی پیروی سے ملے گی: قُلُ إِنْ كُنْتُهُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَبَعُونِيُ يُحْبِبَكُمُ اللهُ وَ يَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبِكُمْ ۖ وَالله عَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران 31:3)

" (اے نبی ) کہہ دیجئے کہ اگرتم اللہ ہے محبت کرتے ہو، تو (محبت کے ساتھ ) میری

پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والام ہربان ہے"۔

• آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا جو بھی نبی اکرم مَثَاثِیْرِ اِیمان لائے گا اور آپ مَثَاثِیْرِ کی پیروی کرے گا، اُسے اللہ کی رحمت کے دوجھے ملیں گے۔ ایک اپنی انفر ادی نیکی کا اور دوسر ادعوت و تبلیغ کی سنت پر عمل کر کے لوگوں کو حق کی راہ کی طرف لانے کا۔ حدیثِ مبار کہ ہے:
مَنْ سَنَّ سُنْدَةً حَسَنَدَةً فَعُمِلَ بِهَا کَانَ لَهُ آجُورُهَا، وَمِثْلُ آجُورِ مِنْ عَلِي بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْدِ هِمْ شَيْعًا (۱)
ینهٔ قُصُ مِنْ اُجُودِ هِمْ شَیْعًا (۱)

"جس نے کسی جلائی کو جاری کیا پھر اُس پر عمل کیا توائس کے لیے اجر ہے اور اُس کا اجر بھی ہے جس نے اِس بھلائی پر عمل کیا، بغیر عمل کرنے والے کے اجر میں کمی کیے ہوئے"۔
عیسائیوں سے خطاب کے حوالے سے اُنہیں خوشخبری دی جارہی ہے کہ اگر وہ اللہ کے آخری رسول سَکَا اِللَّائِمُ پر بھی ایمان لے آئیں گے تو اُن کے لیے رحمت کے دوجھے لینی دوہر ااجر ہوگا۔ اِس بشارت کا ذکر آیا ہے سودۃ القصص 28کی آیات 52 تا 54 میں:

الَّذِينَ اتَيْنَهُ مُ الْكِتْبَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿ وَإِذَا يُثْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓ الْمَنَّا بِهَ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِينَ ﴿ أُولِلِكَ يُؤْتُونَ اَجُرَهُمْ مُّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْ اوَ يَدُرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقُنْهُمْ يُنُفِقُوْنَ ﴿

"جن لوگوں کو ہم نے اِس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اِس پر ایمان لارہے ہیں۔ اور جب (قر آن) اُن کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اِس پر ایمان لائے بیشک وہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے (اور) ہم تو اِس سے پہلے بھی مسلمان سے (یعنی تمام انبیاء بیبائش پر ایمان رکھتے سے )۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کو دگنا بدلا دیا جائے گا کیونکہ اُنہوں نے صبر کیا اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں اور جو (مال) ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

مسلم شریف کی ایک روایت کے مطابق نبی اکرم مُثَالِیُّا بِمِّا نے بھی اپنے ایک ارشادِ مبارک میں

<sup>(</sup>۱) سنن ابن ماجة ، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، باب مَنْ سَنَّ سُنَّةً خَسَنَةً أَوْ سَيِّغَةً ، عَنْ جرير ثُلَّاثُونَ

اسلام قبول کرنے والے اہل کتاب کو دوہرے اجرکی خوشنجری دی ہے:

ثَلاَ ثَقَّ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرْتَيْنِ: رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيّهِ وَاَدْرَكَ النَّيِّ الْنَيِّ الْكَانَ الْمَنَ بِنَبِيّهِ وَاَدْرَكَ النَّيِّ اللَّيِّ اللَّهِ النَّيِّ اللَّهِ النَّيِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهُ الْمُلْمُ اللَّهُ الللْمُلْمُ اللَّهُ الْمُلْمُ اللَّهُ اللَّهُ الْمُلْمُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللْمُواللَّهُ الْمُعْمُولُولِمُ الْمُ

" تین قسم کے لوگ وہ ہوں گے جنہیں (روزِ قیامت) دوہر ااجر ملے گا۔ایک اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی عَالیّہٰ اللّٰ پر ایمان رکھتا تھا اور اُس نے پایانبی اکرم مَنْ اللّٰہُ اللّٰ پر ایمان رکھتا تھا اور اُس نے پایانبی اکرم مَنْ اللّٰہُ اللّٰ کا زمانہ (جو اب قیامت تک کے لیے ہے) تو وہ آپ مَنْ اللّٰہُ اللّٰہِ ایمان لے آیا اور آپ مَنْ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہِ تعالیٰ کا اور آپ مَنْ اللّٰہِ تعالیٰ کا اور آپ آ تا کا بھی تو اُس کے لیے دوہر ااجر ہے۔دوسر اوہ علام جس نے حق ادا کیا اللّٰہ تعالیٰ کا اور آپ آ تا کا بھی تو اُس کے لیے دوہر ااجر ہے۔تیسر اوہ شخص جس کی کوئی کنیز تھی تو اُس نے اُسے اچھی غذا دی (یعنی عمدہ پرورش کی)، پھر اُس کی اچھی تربیت کی، پھر اُس کے لیے بھی دوہر ااجر ہے۔"۔

اِس آیت میں دوسری نوید بیسائی گئی کہ اللہ کے رسول منگانی کی اللہ کے رسول منگانی کی بیروی اختیار کرنے کی صورت میں اللہ تہمیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی مدد سے تم چل سکو گے۔ اِس بشارت کا تعلق د نیاسے بھی ہے اور آخرت سے بھی۔ ایمان سے وہ بصیرتِ باطنی حاصل ہو گ جو انسان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے درکار ہے۔ سنت نبوی منگانی کی ایمان کو صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے درکار ہے۔ سنت نبوی منگانی کی اور ہو جو زندگی کے ہر ہر معاملے میں کامل ، معتدل اور متوازن رہنمائی عطا فرما تا ہے۔ خاص طور پر انقلابی جد وجہد کے دوران در پیش آنے والے مراحل کے لیے رہنمائی صرف اور صرف آپ منگانی کی آئی سیر ت سے ملے گی کیونکہ تاریخ نبوت ورسالت میں آپ منگانی کی اوہ واحد نبی ہیں جن کے ذریعہ انقلابی عمل ابتداسے آخرتک پاپیہ شکیل کو پہنچا۔ آخرت کے اعتبار سے یہ وہ نور ہو گا جس کا ذکر اِسی سورۃ کی آ بیت 12 میں آچکا ہے۔ وہ نور جس کے ذریعہ روزِ قیامت پل صراط کا مسل کو خصن مرحلہ طے کرکے جنت کی لازوال نعتوں تک رسائی حاصل ہو سکے گی۔

<sup>(</sup>۱) صعيم مسلم، كتاب الايمان، باب وُجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَدِيِّنَا مُحَمَّدٍ مَالِيَّا مُعَنْ ابِ موسَى طُلْقَةً

آیت کے بالکل آخر میں تیسری بشارت دی گئی کہ اللہ اُن لوگوں کی تمام خطائیں معاف کر دے گاجو اللہ کے رسول پر ایمان لاکر آپ سَلَّ اللَّهِ اِنْ قَدْم پر چلیں گے اور اللہ توہے ہی بخشنے والا ،رحم فرمانے والا ۔ یہ خوشخبری مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور بالخصوس اُن عیسائیوں کے لیے بھی جو آپ سَلَّ اللَّهُ اِنْ کَی تعلیمات پر ایمان لے آئیں کیونکہ آپ سَلَّ اللَّهُ اِنْ کَا حضرت عمرو بن العاص رَّ اللهُ شَا سے اُن کے قبولِ اسلام کے وقت فرمایا:

ٱمَاعَلِمْتَ أَنَّ الْإِسُلَامَ يَهُدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا ؟ وَأَنَّ الْحُجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ؟ (١)

"كياتم جانتے نہيں ہو كہ بے شك إسلام قبول كرنا پچھلے تمام گناہوں كومٹاديتا ہے؟ اور بے شك ہجرت كاعمل پچھلے تمام گناہوں كومٹاديتا ہے؟ اور بے شك حج كى عبادت پچھلے تمام گناہوں كومٹاديتى ہے؟"

#### آيت29:

لِّعَلَّا يَعْلَمُ اَهُنُ الْكِتْلِ ... تاكه اللهِ كَتَابِ بينه جانين ... الَّا يَقُورُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضَلِ اللهِ ... اوربِ شَكَ اللهِ ... اوربِ شَكَ اللهِ ... اوربِ شَك فَضَل بد... وَ اَنَّ الْفَصْلَ بِيواللهِ ... اوربِ شَك فَضَل الله بى كَه الله عَن الله كَ فَضَل بد... وَ اَنَّ الْفَصْلَ بِيواللهِ ... وَ اللهُ دُو فَضَل الله بى كَه اللهُ هُو أور الله بن من اللهُ عَن اللهُ عَنْ اللهُ اللهِ بن اللهُ اللهُ عَن اللهُ عَن اللهُ عَنْ اللهُ اللهُ عَنْ اللهُ اللهُ عَن اللهُ اللهُ اللهُ عَنْ اللهُ الله

• سورہ کورید کی اِس آخری آیت میں اہل کتاب کے لیے دلجوئی اور امید دلانے کا اُسلوب ہے۔ نبی اگرم مُنگالِیْدِ کَم کی بعث کے بعد اہل کتاب کو اُن کے بعض جرائم کی وجہ سے امت کے منصب اور دنیا میں اللہ کی نمائندگی کی سعادت سے محروم کر دیا گیا اور اُن کی جگہ نبی اگرم مُنگالِیْدِ کِم پر ایمان لانے والوں کو یہ اعزاز بخشا گیا۔سودۃ البقدۃ کمیں یہ مضمون بڑی تفصیل سے آیا ہے اور آیت 143 میں امت محمدیہ مُنگالِیْدِ کُم کوامامت کے منصب پر فائز کرنے کا اعلان اس طرح کیا گیا:

<sup>(</sup>۱) صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الإِسْلامِريَهْ يِمُر مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةِ وَالْحَجِّ، عَنْ عمروبن العاص اللهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ اللهِ عَنْ عالَم اللهُ العاص اللهُ الله على العاص الله على العاص الله على العاص الله على العاص الله على ا

وَ كُنْ لِكَ جَعَلْنُكُمْ ٱمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْ نُوْاشُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُولُ عَلَيُكُمْ شَهِيۡدًا

"اور اِسی طرح ہم نے تمہیں ایک در میانی امّت بنایا کہ تم گواہ بن جاؤلوگوں پر اور رسول مُنَاقِیْرِمَ گواہ بن جائیں تم پر"۔

سورہ حدید کی اِس آیت میں اہل کتاب کو امید دلائی گئی کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔
اللہ کو تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ تم اللہ کے آخری رسول مُثَاثِیْنِ مِر ایمان لا کر اور اُن کی
پیروی کر کے پھر سے امت کے منصب میں شریک ہوسکتے ہو اور اللہ کا فضل حاصل کر سکتے ہو۔
سودۃ المائدہ 5 آیات 65 اور 66 میں سے مضمون اِس طرح بیان ہوا:

وَ لَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الْكِتْبِ اَمَنُوا وَ اتَّقَوُا لَكَفَّرُنَا عَنْهُمْ سَيِّا ٰ تِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنَهُمْ جَنَّتِ النَّعِيْمِ ۞ وَ لَوَ الْكَهُمُ مِّنْ رَبِّهِمْ النَّعِيْمِ ۞ وَ لَوْ النَّهُمُ مِّنْ رَبِّهِمْ لَا نَجْمِهُمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلهمْ لَا نَجْمِهُمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلهمْ

"اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور اللہ کی نافر مانی سے بچتے تو ہم اُن سے اُن کی خطائیں دور کر دیتے اور اگر وہ قائم کرتے تورات کر دیتے اور اگر وہ قائم کرتے تورات اور اُن کو ضرور نعمت کے باغول میں داخل کرتے۔ اور اگر وہ قائم کرتے تورات اور اخجیل کو اور جو (اور کتابیں) اُن کے رب کی طرف سے اُن پر نازل ہوئیں تو وہ کھاتے (اللہ کی نعمیں)اینے او پرسے اور اپنے پاؤل کے نیچے سے "۔

الله كافضل أس كے اپنے ہاتھ ميں ہے اور أس پر كسى اوركى اجارہ دارى نہيں۔الله جے چاہتا ہے الله كا حق دار ثابت الله كا حق دار ثابت الله ضل سے نواز تا ہے۔اپنے آپ كو حسن نيت اور پاكيزہ كر دار سے فضل كا حق دار ثابت كرو،الله ضرور فضل سے نوازے گا،وہ بڑے فضل والا ہے۔ اُس كے فضل كو ہم اپنے حساب كتاب سے نہيں تول سكتے، نہيں ناپ سكتے۔الله تعالى ہميں بھى اپنے فضل سے وافر حصہ عطا فرمائے، دين كا فہم دے، دين كے تقاضوں كا شعور بخشے اور إن تقاضوں كو عملاً اداكر نے كا عزم كر لينے كى توفيق عطا فرمائے۔ آمين

